سہ ماہی نئی دہلی

خبرنامہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

جلد نمبر:۴	اکتوبر ۲۰۰۹ء تا مارچ ۲۰۱۰ء	شمارہ نمبر:۱،۲

ایڈیٹر

(مولانا) سید نظام الدین

خط و کتابت کا پتہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

76A /1، مین مارکیٹ اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵

Tel:. 011-26322991, Telefax:. 011-26314784

E-mail:aimplboard@gmail.com

ایڈیٹر پرنٹر و پبلیشر سید نظام الدین نے اصیلہ آفسیٹ پرنٹرس دریا گنج نئی دہلی-۲ سے چھپوا کر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ 76A /1، مین مارکیٹ اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵ سے شائع کیا

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	اسمائے گرامی	صفحہ
۱	پیغام	(حضرت) مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۳
۲	اداریہ	(حضرت) مولانا سید نظام الدین	۵
●	بورڈ کی سرگرمیاں		
۱	مرکزی دفتر بورڈ کی کارکردگی رپورٹ	محمد وقارالدین لطیفی ندوی	۶
۲	اجلاس عام لکھنؤ کے سلسلہ میں اضلاع کے دورے	مجلس استقبالیہ لکھنؤ	۱۴۳
●	تاریخ بورڈ		
۱	بورڈ میں زیر بحث آئے اہم موضوعات پر ایک نظر	محمد وقارالدین لطیفی ندوی	۶۳
۲	بورڈ کے اجلاس عام میں زیر بحث آئے موضوعات پر ایک نظر	// // //	۷۸
۳	خبرنامہ کی چار جلدیں - ایک جھلک	// // //	۸۵
۴	ارکان مرحومین و مرحومات	// // //	۹۳
۵	آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ	مولانا محمد اسلام قاسمی	۱۰۲
۶	خواص امت کا رتبہ و شیوہ	شاہ قادری مصطفیٰ رفاعی ندوی	۱۰۷
●	اصلاح معاشرہ		
۱	عورت اور معاشی تحفظات اسلام میں	مولانا محمد صدرالحسن ندوی	۱۰۸
۲	اولاد کی تربیت قرآن کی روشنی میں	پروفیسر ڈاکٹر سعود عالم قاسمی	۱۱۵
۳	امت مسلمہ اور اصلاح معاشرہ	ابوالاعلی سید سبحانی	۱۲۰
●	متفرق		
۱	ہندوستان کا موجودہ قانون وقف ۔ جائزہ اور تجویز	محمد عبدالرحیم قریشی	۱۲۳
۲	اقلیتوں کے حقوق اور ہندوستانی مسلمانوں کی صورت حال	مولانا انیس الرحمٰن قاسمی	۱۳۰
۳	مسجد اقصیٰ، فلسطین، جدوجہد اور ذمہ داریاں	مفتی احمد نادر القاسمی	۱۳۶
۴	اودھ بالخصوص لکھنؤ میں اسلامی شریعت و قانون کی تشریح و تطبیق...........	مولانا خالد رشید فرنگی محلی	۱۳۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغام

(حضرت مولانا) سید محمد رابع حسنی ندوی
صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

الحمد للّٰہ الذی و کفیٰ، و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، أما بعد:

اللہ رب العزت کی طرف سے اس کی مقدس کتاب قرآن کریم میں مسلمانوں کو "خیر امت" کا خطاب دیا گیا ہے، کیونکہ کائنات اور اس کی تمام مخلوق کے خالق و مالک اللہ رب العزت نے جو اچھی صفات انسان کے لئے مقرر فرمائی ہیں اور ان کے اختیار کرنے کی جو تاکید کی ہے، امت اسلامیہ کے فرزندوں نے ان پر ایمان لا کر ان پر عمل کرنے کا حکم تسلیم کیا ہے۔ ان کا یہ تسلیم کرنا ہی اسلام ہے جس کی طرف امت مسلمہ کے تمام افراد اپنے کو منسوب کرتے ہیں، اور اسی کی بنیاد پر وہ امت اسلامیہ کے افراد قرار پاتے ہیں، لہٰذا اگر وہ اپنے اس تسلیم کرنے کو عمل میں لانے سے انکار کرتے ہیں، یا اس کو ناقابل عمل قرار دیتے ہیں تو ان کی اسلامی شناخت جو خیر امت کی ہے، بلکہ ان کا دین اسلام سے واقعی تعلق جس کی بنیاد پروردگار عالم کی بندگی اور اس کے حکموں کی تابعداری سے ہے قائم نہیں رہتا۔ یہ بات قرآن مجید میں صاف طور پر ظاہر کی گئی ہے:

﴿فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا في أنفسهم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما﴾ (سورۃ النساء: ۶۵)

سو قسم ہے تیرے پروردگار کی، یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے آپس کے اختلاف میں آپ کو حکم نہ بنائیں، پھر آپ کی طرف سے جو فیصلے ان کے اختلاف و جھگڑے کے بارے میں ہوں، ان کو قبول کرنے میں اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں، بلکہ ان کو فرمانبرداری کے ساتھ قبول کریں۔

ہم مسلمانوں کے موجودہ حالات پر جب نظر ڈالتے ہیں تو ان میں ایسے افراد بھی دیکھنے میں آتے ہیں جو اپنے معاملات میں اللہ رب العزت کے احکام سے کھلی بے تعلقی برتتے ہیں، بلکہ اپنے مسائل کو شریعت کے احکام کے تحت حل کرنے کے بجائے جس کا حکم قرآن مجید میں صاف طریقے سے آیا ہے، غیروں کے پاس لیجا کر شریعت کے حکموں کے خلاف فیصلہ لینے کی کوشش کرتے ہیں، اور یہ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ کا صریح حکم ہے کہ اپنے جھگڑوں اور نزاعات کو احکام خداوندی کے تحت جو کہ اس کے آخری نبی حضرت محمد (ﷺ) سے ملے ہیں حل کرائیں، چنانچہ اپنے کو مسلمان کہنا اور سمجھنا اسی وقت صحیح سمجھا جا سکتا ہے جب شریعت اسلامی جو مسلمان کی عملی زندگی کا الٰہی قانون و دستور ہے، اس کا اقرار جھوٹا اقرار نہ ہو بلکہ اس کو عملی زندگی میں بھی اختیار کیا جائے، اور اسی کے تحت آپسی معاملات میں بھی شریعت اسلامی کی رو سے جائز و ناجائز کا لحاظ رکھا جائے، اور جائز و ناجائز کے سلسلے میں فیصلہ شریعت کے بتائے ہوئے طریقے سے حاصل کیا جائے۔

اس ملک میں مسلمان چونکہ اقلیت میں ہیں، اور ملک کا دستور غیر مذہبی ہے، لیکن وہ ہر مذہب کے ماننے والوں کو اپنے مذہب کے احکام پر چلنے کی اجازت دیتا ہے، مسلمان حکومت نہ ہونے کی صورت میں اس پر عمل کی جو دشواری ہے، اس کو دور کرنے کے لئے ملک کے دینی اداروں میں قضاء کے شعبے قائم ہیں، اور مزید اس میں مدد دینے کے لئے مسلم پرسنل لا بورڈ دار القضاؤں کے قیام کا انتظام کر رہا ہے، ان میں شریعت کے حکم کے مطابق فیصلے حاصل کئے جاتے ہیں۔ ان کے ذریعہ شریعت کے مطابق فیصلہ لینے کی سہولت حاصل ہے، ان سے مسلمان شرعی احکام کے تعلق سے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغام

(حضرت مولانا) سید محمد رابع حسنی ندوی
صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ

الحمد للّٰه الذی و کفیٰ، وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، أما بعد:

اللہ رب العزت کی طرف سے اس کی مقدس کتاب قرآن کریم میں مسلمانوں کو "خیر امت" کا خطاب دیا گیا ہے، کیونکہ کائنات اور اس کی تمام مخلوق کے خالق و مالک اللہ رب العزت نے جو اچھی صفات انسان کے لئے مقرر فرمائی ہیں اور ان کے اختیار کرنے کی جو تاکید کی ہے، امت اسلامیہ کے فرزندوں نے ان پر ایمان لاکر ان پر عمل کرنے کا حکم تسلیم کیا ہے۔ ان کا یہ تسلیم کرنا ہی اسلام ہے جس کی طرف امت مسلمہ کے تمام افراد اپنے کو منسوب کرتے ہیں، اور اسی کی بنیاد پر وہ امت اسلامیہ کے افراد قرار پاتے ہیں، لہٰذا اگر وہ اپنے اس تسلیم کرنے کو عمل میں لانے سے انکار کرتے ہیں، یا اس کو ناقابل عمل قرار دیتے ہیں تو ان کی اسلامی شناخت جو خیر امت کی ہے، بلکہ ان کا دین اسلام سے واقعی تعلق جس کی بنیاد پروردگار عالم کی بندگی اور اس کے حکموں کی تابعداری سے ہے قائم نہیں رہتا۔ یہ بات قرآن مجید میں صاف طور پر ظاہر کی گئی ہے:

﴿فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا في أنفسهم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما﴾ (سورۃ النساء: ۲۵)

سو قسم ہے تیرے پروردگار کی، یہ مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ اپنے آپس کے اختلاف میں آپ کو حکم نہ بنائیں، پھر آپ کی طرف سے جو فیصلے ان کے اختلاف و جھگڑے کے بارے میں ہوں، ان کو قبول کرنے میں اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں، بلکہ ان کو فرمانبرداری کے ساتھ قبول کریں۔

ہم مسلمانوں کے موجودہ حالات پر جب نظر ڈالتے ہیں تو ان میں ایسے افراد بھی دیکھنے میں آتے ہیں جو اپنے معاملات میں اللہ رب العزت کے احکام سے کھلی بے تعلقی برتتے ہیں، بلکہ اپنے مسائل کو شریعت کے احکام کے تحت حل کرنے کے بجائے جس کا حکم قرآن مجید میں صاف طریقے سے آیا ہے، غیروں کے پاس لیجا کر شریعت کے حکموں کے خلاف فیصلہ لینے کی کوشش کرتے ہیں، اور یہ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ کا صریح حکم ہے کہ اپنے جھگڑوں اور نزاعات کو احکام خداوندی کے تحت جو کہ اس کے آخری نبی حضرت محمد (ﷺ) سے ملے ہیں حل کرائیں، چنانچہ اپنے کو مسلمان کہنا اور سمجھنا اسی وقت صحیح سمجھا جاسکتا ہے جب شریعت اسلامی جو مسلمان کی عملی زندگی کا الٰہی قانون و دستور ہے، اس کا اقرار جھوٹا اقرار نہ ہو بلکہ اس کو عملی زندگی میں بھی اختیار کیا جائے، اور اسی کے تحت آپسی معاملات میں بھی شریعت اسلامی کی رو سے جائز و ناجائز کا لحاظ رکھا جائے، اور جائز و ناجائز کے سلسلے میں فیصلہ شریعت کے بتائے ہوئے طریقے سے حاصل کیا جائے۔

اس ملک میں مسلمان چونکہ اقلیت میں ہیں، اور ملک کا دستور غیر مذہبی ہے، لیکن وہ ہر مذہب کے ماننے والوں کو اپنے مذہب کے احکام پر چلنے کی اجازت دیتا ہے، مسلمان حکومت نہ ہونے کی صورت میں اس پر عمل کی جو دشواری ہے، اس کو دور کرنے کے لئے ملک کے دینی اداروں میں قضاء کے شعبے قائم ہیں، اور مزید اس میں مدد دینے کے لئے مسلم پرسنل لابورڈ دارالقضاؤں کے قیام کا انتظام کر رہا ہے، ان میں شریعت کے حکم کے مطابق فیصلے حاصل کئے جاتے ہیں۔ ان کے ذریعہ شریعت کے مطابق فیصلہ لینے کی سہولت حاصل ہے، ان سے مسلمان شرعی احکام کے تعلق سے

اداریہ

اداریہ

سید نظام الدین
جنرل سکریٹری بورڈ

ہندوستان میں علماء نے دین کی قدروں کی بحالی، تعلیمات دین کی نشر واشاعت اور احکام شریعت کے نفاذ وتطبیق کے سلسلہ میں مسلسل کوششیں کی ہیں اور تاریخ کے ہر دور میں اپنا فرض ادا کرتے رہے ہیں چنانچہ انہوں نے انفرادی واجتماعی طور پر اپنی کوششوں کو زیادہ سے زیادہ منظّم و مربوط بنانے کی کاوشیں جاری رکھیں، یہ سلسلہ برابر جاری رہا اسی لئے ہندوستان کی سرزمین مصلحین، مفکرین، دعاۃ، قضاۃ، فقہاء، علماء، ائمہ اور اصحاب افتاء سے برابر آباد ومعمور رہی، ہندوستان کا کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں دعوت واصلاح اور تنفیذ احکام شریعت کی کوششیں علماء نے نہ کی ہوں، ہندوستانی علماء کبھی بھی غافل نہیں رہے بلکہ وہ مسلمانان ہند کی دینی تعلیم و تربیت کی جانب متوجہ رہے۔

۱۹۴۷ء کے بعد ملک کی تقسیم کے نتیجہ میں جو صورتحال پیدا ہوئی اسمیں علماء نے حکمت عملی کے ساتھ ملت کو صبر وعزیمت اور اتحاد واتفاق کی تلقین کرتے ہوئے خاموشی کے ساتھ دین کی نشر واشاعت اور دین پر عمل پیرا ہونے اور اس پر کاربند رہنے کی نصیحتیں کیں اور ساتھ ہی تمام مسلم تنظیموں، جماعتوں اور مکاتب فکر کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے اور ایک متحدہ مشترکہ دینی قیادت کی تشکیل کرنے کی غرض سے اعلیٰ مقاصد کی تکمیل کی خاطر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی تشکیل کی، اللہ کے فضل سے اختلاف رائے کے باوجود یہ ایک مضبوط وفاق ہے جس سے تمام مسلم تنظیمیں، جماعتیں وحدت کی خاطر منسلک اور پیوستہ ہیں، یہ مسلم پرسنل لا بورڈ سیاست سے دور رہ کر صرف ایک خاص جہت پر اپنی توجہ مرکوز کئے ہوئے ہے یعنی وہ اس ملک میں مسلمانوں کے عائلی قوانین کی حفاظت، اس کی تشریح وتفہیم اور اسکی تطبیق وتنفیذ سے متعلق ہے اسلامی قوانین کی غلط تعبیر کی تصحیح اور مسلم پرسنل لا کا دفاع اس کا اہم مقصد ہے، اس کے ساتھ شعائر اسلام جس سے مسلمانوں کی ملی شناخت بنتی ہے، اس کا تحفظ بھی اس کے اہم مقاصد میں سے ہے۔ اپنے متعین اور محدود مقاصد کے لئے یہ ادارہ مسلسل سرگرم رہا ہے۔

بدلتے ہوئے حالات میں خاص طور پر جب ملت اسلامیہ ثقافتی وفکری یلغار کے زیر اثر ہے اور اس کے سماجی تانے بانے پر نئے فکری دھارے مسلسل ضرب لگا رہے ہیں، آزادی، حریت، مساوات، انسانی حقوق کے نام پر مسلم سماج کے اجزائے ترکیبی کو ہلانے کی کوشش کی جارہی ہے، عالمی ادارے امت مسلمہ کے عائلی وخاندانی ڈھانچے کو مختلف عنوان و انداز سے کمزور کرنے کی کوششیں کررہے ہیں، اس صورتحال میں ہندوستانی مسلم عوام اور مسلم پرسنل لا بورڈ کی قیادت نیز علمائے ہند کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اسلامی قوانین کی حکمتوں، ضرورتوں کی ایسی تشریح کریں جس سے اسلامی شریعت کی افادیت ومصلحت زیادہ بہتر انداز سے سمجھ میں آسکے اور اس کی نافعیت ثابت ہوسکے، جب تک بورڈ کے مقاصد کے حصول کے لئے خلوص وللّٰہیت کے ساتھ سب لوگ منظّم نہیں ہوں گے اس وقت تک کسی خاکے یا منصوبے میں رنگ بھرنا ممکن نہیں ہوسکے گا، ہم مسلم نوجوان علماء کو آواز دیتے ہیں کہ وہ اسلامی شریعت کی تشریح وتفہیم اور تطبیق وتنفیذ کے لئے اس ملک میں اپنی جدوجہد تیز کریں (بقیہ صفحہ: ۱۴۴ پر)

بیسویں اجلاس کلکتہ سے اکیسویں اجلاس لکھنؤ تک

مرکزی دفتر بورڈ کی کارکردگی رپورٹ

محمد وقارالدین لطیفی ندوی

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے بیسویں اجلاس بمقام کلکتہ کے بعد اب (لکھنؤ اجلاس تک) بورڈ کی مختلف سرگرمیوں پر مشتمل ایک مختصر رپورٹ پیش کی جارہی ہے۔

بورڈ کے مختلف اجلاس/میٹنگس/پروگرامز-ایک نظر میں

نمبر شمار	نوعیت پروگرام	تعداد اجلاس	تاریخ	مقام
۱	اجلاس مجلس عاملہ	۴	جولائی ۲۰۰۸ء ۷/فروری ۲۰۰۹ء ۱۲/جولائی ۲۰۰۹ء ۲۰/دسمبر ۲۰۰۹ء	۱۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ۲۔ جامعہ اسلامیہ بھٹکل کرناٹک ۳۔ مالابار ہوٹل کالی کٹ، کیرالا ۴۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۲	اصلاح معاشرہ کمیٹی	تربیتی کیمپ		۱۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۳	تفہیم شریعت کمیٹی	۳		۱۔ مرکزی دفتر بورڈ، دہلی ۲۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء ۳۔ مرکزی دفتر بورڈ، دہلی
۴	دارالقضا کمیٹی	۳	۱۔۱۲/اگست ۲۰۰۸ء ۲۔۱۷/جولائی ۲۰۰۹ء ۱۸/مارچ ۲۰۱۰ء	۱۔ ایفا بلڈنگ نئی دہلی ۲۔ // // ۳۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء
۵	لیگل سیل	۲	۱۹/اگست ۲۰۰۹ء ۲۰/فروری ۲۰۱۰ء	۱۔ مرکزی دفتر بورڈ، دہلی ۲۔ مرکزی دفتر بورڈ، دہلی
۶	مجموعہ قوانین اسلامی کمیٹی	۲	۶/تا۸/جولائی ۲۰۰۹ء ۳۰، ۳۱/دسمبر ۲۰۰۹ء و یکم جنوری ۲۰۱۰	۱۔ مرکزی دفتر بورڈ، دہلی ۲۔ مرکزی دفتر بورڈ، دہلی

٧	نئی مطبوعات			اسمائے مطبوعات ۱۔رہنمائے دارالقضاء(انگریزی) ۲۔نظام قضاءاز قاری محمد طیب صاحبؒ(انگریزی) ۳۔ہندوستان اور نظام قضا(انگریزی) ۴۔خواتین کے مالی حقوق (انگریزی) ۵۔نظام قضاء کا قیام(انگریزی) ۶۔خدمات اور سرگرمیاں(انگریزی) ۷۔مسلم پرسنل لا کا مسئلہ تعارف وتجزیہ(انگریزی) ۸۔دستور اساسی بورڈ(انگریزی) ۹۔تعدد ازدواج۔حقائق کے آئینہ میں (اردو) ۱۰۔اصلاح کی فکر کیجئے (اردو) ۱۱۔متحدہ اسلامی قیادت کا مسلمانان ہند کے نام پیغام(اردو)
٨	اصلاح معاشرہ کمیٹی کی مطبوعات			۱،۲۔ شادی مبارک(تمل،انگریزی) ۳،۴۔ لڑکیوں کا قتل عام(تمل،انگریزی) ۵،۶۔ خاندانی منصوبہ بندی(تمل،انگریزی) ۷،۸۔ ایک رسالہ (بنگلہ،گجراتی) ۹،۱۰۔ // (بنگلہ،گجراتی) ۱۱،۱۲۔ // (کنڑ،تیلگو) ۱۳،۱۴۔ // (کنڑ،تیلگو)
٩	خبرنامہ	٨	۱۔اپریل تا جون ۲۰۰۸ء ۲۔جولائی تا ستمبر ۲۰۰۸ء ۳۔اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۸ء ۴۔جنوری تا مارچ ۲۰۰۹ ۵۔اپریل تا جون ۲۰۰۹ ۶۔جولائی تا ستمبر ۲۰۰۹ء ۷، و ۸ مشترکہ اکتوبر ۹ء تا مارچ ۲۰۱۰ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی // // // // // //

۱۰	پریس ریلیز	۱۰	۲۶/جون ۲۰۰۸ء	(۱) بنات والا صاحب ایک نڈر اور بے باک سیاسی لیڈر تھے۔
			۷/جولائی ۲۰۰۸ء	(۲) بورڈ کی مجلس عاملہ کا فیصلہ
			۷/جولائی ۲۰۰۸ء	(۳) بورڈ نکاح کے لازمی رجسٹریشن کا مخالف ہے
			نئی دہلی ۳۱/مارچ ۲۰۰۹ء	(۴) داڑھی اور برقعہ پر جسٹس کاٹجو کا بدبختانہ ریمارک
			نئی دہلی: ۸/اپریل ۲۰۰۹ء	(۵) ہم چاہتے ہیں کہ حکومت اور عدالت مسلمانوں کے درد کو سمجھے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے وفد کی وزیر قانون سے ملاقات۔
			نئی دہلی: ۸/اپریل ۲۰۰۹ء	(۶) صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی گفتگو کو پروفیسر طاہر محمود صاحب نے غلط انداز پر پیش کیا:
			نئی دہلی ۲۶/جون ۲۰۰۹ء	(۷) عاملہ کا ایک اہم اجلاس ۱۲/جولائی ۲۰۰۹ء کو کیرالا میں۔
			نئی دہلی ۴/جولائی ۲۰۰۹ء	(۸) ہم جنسی کو جائز قرار دینا انتہائی شرمناک، دہلی ہائی کورٹ کے فیصلے پر جنرل سکریٹری بورڈ کا بیان
			نئی دہلی ۱۶/ستمبر ۲۰۰۹ء	(۹) ہم جنسی کے موضوع پر بورڈ کے وفد کی وزیر اعظم سے ملاقات۔
			نئی دہلی: ۴/جنوری ۲۰۱۰ء	(۱۰) لبراہن کمیشن رپورٹ پر بورڈ کا پریس بیان

(۱) اجلاس مجلس عاملہ:

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے بیسویں اجلاس کلکتہ کے بعد سے اب تک مجلس عاملہ کے کل چار اجلاس منعقد ہوئے۔

(۱) پہلا اجلاس ۶/جولائی ۲۰۰۸ء دہلی:

بورڈ کے صدر دفتر دہلی میں مجلس عاملہ کے اجلاس میں درج ذیل قراردادیں پاس ہوئیں۔

☆ مرحوم ارکان بورڈ مولانا انظر شاہ کشمیری، جناب عبدالغنی محتشم اور جناب غلام محمود بنات والا صاحب اور غیر رکن میں ڈاکٹر مولانا سید محمد اجتباء ندوی صاحب کے سانحۂ ارتحالات پر تعزیت کا اظہار کیا گیا۔ ان کے لئے مغفرت اور بلندئ درجات کی دعاء کی گئی۔

☆ سپریم کورٹ میں زیر سماعت مقدمات کے جائزہ کے ضمن میں بتایا گیا کہ دارالقضاء اور فتوؤں کی اجرائی کے خلاف جورٹ وشولوچن مدن نامی ایڈوکیٹ نے پیش کی تھی اس میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور حکومت ہند کی طرف سے جوابات داخل ہو چکے ہیں، یہ رٹ ابھی کچھ عرصہ کے بعد زیر سماعت آئے گی۔

مسز شبنم ہاشمی نامی خاتون نے سپریم کورٹ میں ایک رٹ داخل کی ہے جس میں اقوام متحدہ کی چند قراردادوں کے حوالہ سے سپریم کورٹ سے یہ استدعاء کی گئی ہے کہ وہ حکومت ہند کو گود لینے کا ایسا قانون بنانے کی ہدایت جاری کرے جو بلا لحاظ مذہب تمام شہریوں پر نافذ ہو، اس رٹ کا جواب بھی تقریباً تیار ہے۔ اور طے یہ ہوا تھا کہ ۷/جولائی کو جناب یوسف حاتم مچھالہ صاحب ایڈوکیٹ، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کے ساتھ نشست میں جواب کو قطعیت دیں گے لیکن مچھالہ صاحب اپنی علالت کی وجہ سے دہلی نہیں آسکے اور فون پر یہ بات طے ہوئی ہے کہ ۱۱/اور ۱۲/جولائی کو حیدرآباد آ کر اس کو قطعیت دیں گے۔

☆ مجموعہ قوانین اسلامی کے انگریزی ترجمہ کا کام سپریم کورٹ کے سابق جج جسٹس سید شاہ محمد قادری صاحب تقریباً مکمل کر چکے ہیں۔ انہوں نے بڑی گہری نظر سے مجموعہ قوانین اسلامی کا مطالعہ کیا، ترجمہ کو مکمل کرنے سے پہلے اس مجموعہ کے بارے میں بعض مقامات پر دفعات کی تکرار کے علاوہ ان کے درمیان تعارض اور ایسے الفاظ کی بھی نشاندہی کی جن کے بارے میں عدالتوں کی جانب سے غلط مفہوم نکالنے کا احتمال ہوسکتا ہے۔ اسی طرح بعض فقہی اصطلاحات کو آسان بنانے کی تجویز رکھی۔ جسٹس سید شاہ محمد قادری صاحب کے ساتھ ۴، ۵، نشستیں ہوئیں۔ کم سے کم دو اور نشستیں مجموعہ قوانین کے جائزہ کو مکمل کرنے کے لئے ہوں گی۔ جس کے بعد مسلم پرسنل لا بورڈ کو ان امور کے بارے میں طے کرنا ہوگا۔ اس کے لئے کوئی کمیٹی بنائی جا سکتی ہے یا پھر یہ کام قانونی کمیٹی کے سپرد کیا جا سکتا ہے جس میں وکلاء کے علاوہ علماء کرام بھی شامل ہوں تا کہ اسکے مطابق اردو ایڈیشن کو درست کرلیا جائے۔ اس کی اطلاع جسٹس سید شاہ محمد قادری صاحب کو دینے پر وہ انگریزی ترجمہ مکمل کرلیں گے۔ اجلاس نے طے کیا کہ ''**مجموعہ قوانین اسلامی کے اردو ایڈیشن میں ضروری تبدیلی کا کام قانونی کمیٹی انجام دے گی اور وہی ان امور کو طے کر کے جسٹس سید شاہ محمد قادری صاحب کو مطلع کرے گی۔ اور یہ کام ۱۵/اگست ۲۰۰۸ء سے پہلے مکمل کرلیا جائے گا۔**''

☆ بابری مسجد کی حقیت کے مقدمہ کے سلسلہ میں کلکتہ اجلاس عمومی کے بعد ۲۴/مارچ سے بحث ۱۲/مئی تک جاری رہی۔ اس بحث کے اختتام کے بعد جناب مشتاق احمد صاحب ایڈوکیٹ بحث کریں گے۔ اور اس کے بعد ہندو فریقین کی جانب سے بحث کی جاسکے گی۔ اس طرح امکان اس بات کا ہے کہ اس سال کے ختم تک بحث کا سلسلہ ختم ہوجائے گا۔ عدالت نے مہینہ میں دو ہفتے اس مقدمہ کی سماعت کے لئے مقرر کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن کسی نہ کسی وجہ سے مہینہ میں دو ہفتوں کا وقت اس مقدمہ کے لئے نہیں نکالا جا رہا ہے۔ جس کی وجہ سے بھی طوالت ہو رہی ہے، اس سلسلہ میں ایک رپورٹ بھی پیش کی گئی جو درج ذیل ہے۔

رپورٹ برائے مقدمات بابری مسجد:

بابری مسجد مقدمات سے متعلق ایک تفصیلی رپورٹ کلکتہ کے اجلاس عام میں پیش کی گئی تھی جس میں ۱۸/فروری ۲۰۰۸ء تک کی پیش رفت کا جائزہ تھا، ہائی کورٹ میں مزید بحث ۱۰/مارچ ۲۰۰۸ء سے شروع ہونی تھی لیکن انہوں نے ۲۵/مارچ مقرر کی، اس طرح حقیت کے مقدمہ میں ہائی کورٹ میں مزید بحث ۲۵/مارچ کو شروع ہوکر ۲۹/مارچ تک جاری رہی اور پھر مقدمہ ۷/اپریل کو لگایا گیا لیکن ۷/اپریل کی تاریخ بھی جج صاحبان کے ذریعہ تبدیل ہوکر ۲۱/اپریل کردی گئی، اور اس طرح ۲۱/اپریل سے ۲۵/اپریل اور ۵/مئی سے ۹/مئی تک بحث جاری رہی۔ اس کے بعد مزید بحث کے لئے ۲۱/مئی کی تاریخ مقرر ہوئی تھی لیکن الہ آباد ہائی کورٹ کے وکلاء کی ہڑتال کی وجہ سے ۲۱/مئی کی تاریخ بڑھا کر ۷/جولائی کردی گئی اور اب ۷/جولائی سے ۲/ہفتہ کے لئے بحث کی تاریخ مقرر ہے۔ امید ہے کہ ان دو ہفتوں میں بحث ختم ہوجائے گی۔

میری بحث کے ختم ہونے کے بعد جناب مشتاق احمد صدیقی صاحب ایڈوکیٹ محمد ہاشم انصاری صاحب کی طرف سے بحث کریں گے اور ان کے بعد اگر ضرورت محسوس ہوئی تو جناب سید عرفان احمد صاحب ایڈوکیٹ حاجی محبوب صاحب وغیرہ کی طرف سے ایک دن بحث کرسکتے ہیں۔ اس طرح ایک ہفتہ میں ان لوگوں کی بحث ختم ہونے کی توقع ہے۔

مسلمانوں کی جانب سے بحث کے اختتام کے بعد ہندو فریقین کی جانب سے بحث کی جائے گی۔

سپریم کورٹ میں مقدمہ ۵/۸۹ کے مدعی نمبر ا کی جانب سے Next Round کی تبدیلی کے تعلق سے دائر اپیل جولائی کے آخر یا اگست میں بحث کے لئے آسکتی ہے جس میں کسی سینئر وکیل کو بحث کے لئے Engage کرنا ہوگا۔

بابری مسجد کی شہادت کے تعلق سے رائے بریلی کی عدالت میں چل رہے مقدمہ میں استغاثہ کے تیسرے گواہ محمد اسلم سے جرح جاری ہے جو ۴/جولائی ۲۰۰۸ء کو بھی جاری رہی۔ اس مقدمہ میں رائے بریلی کے وکیل جناب مظہر الحق صاحب ہماری طرف سے پیروی کررہے ہیں۔

کنوینر کمیٹی آن بابری مسجد نے بتایا کہ لبرہان کمیشن کی میعاد میں ۴۵ ویں مرتبہ توسیع دی جا چکی ہے اس سے قبل حکومت ہند کی جانب سے مملکت وزیر داخلہ نے یہ اعلان کیا تھا کہ اب کوئی مزید توسیع نہیں کی جائے گی اس کے باوجود یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ لبرہان کمیشن کی رپورٹ پیش ہوگی اور اس کو پارلیامنٹ میں رکھا جائے گا- اظہار خیال کے بعد طے پایا کہ: ''جسٹس لبرہان صاحب سے ملاقات کی جائے اور ان سے اصرار کیا جائے کہ وہ جلد از جلد اپنی رپورٹ حکومت کے سپرد کریں۔ اور اسی طرح بورڈ کا ایک وفد مرکزی وزیر داخلہ اور مرکزی وزیر قانون سے مل کر اس سلسلہ میں نمائندگی کرے''۔

☆ اصلاح معاشرہ کی مرکزی کمیٹی کے کنوینر نے بتایا کہ کلکتہ کے اجلاس عمومی کے بعد دو رسالے بنگلہ اور گجراتی زبان میں طبع ہوئے اصلاح معاشرہ کی تحریک مختلف علاقوں میں جاری ہے، پونہ شہر اور اس کے اطراف میں ۲۲ جلسے منعقد ہوئے جن میں دختر کشی اور شادیوں کے موقعہ پر اسراف و فضول خرچی کو موضوع بنایا گیا لکھنؤ میں شادی و بیاہ میں فضول خرچی کے خلاف مسلسل کام جاری ہے۔ مغربی یوپی میں اصلاح معاشرہ کے لئے مزاج سازی جاری ہے۔ دینی مدارس کے جلسوں میں ان موضوعات پر گفتگو ہو رہی ہے۔ جناب ظفریاب جیلانی صاحب نے اس پر زور دیا کہ ماضی میں جو خطبات جمعہ شائع ہوتے تھے ان کو اخبارات میں بھی اشاعت کے لئے بھیجا جائے۔ ڈاکٹر قاسم رسول الیاس صاحب نے مختلف علماء کرام سے اصلاح معاشرہ کے موضوعات پر جمعہ کے خطبات مرتب کروا کر شائع کرنے پر زور دیا اور کہا کہ دختر کشی کے موضوع پر پنجاب، ہریانہ اور دہلی میں پروگرام ہونا ضروری ہے، کام میں تیزی لانے کی ضرورت ہے، جنرل سکریٹری بورڈ نے فرمایا کہ اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں جو پروگرام منعقد ہوتے ہیں ان کی ایک رپورٹ مرکزی دفتر کو روانہ کی جانی چاہئے تا کہ بورڈ میں ریکارڈ رہے اور خبر نامہ و دیگر ذرائع سے لوگوں کو واقف کرایا جا سکے۔

☆ میٹنگ میں بورڈ کے مرتبہ معیاری نکاح نامہ کو عام بنانے کی تدابیر اختیار کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا۔ متعدد ارکان نے اس تجویز کی تائید کی کہ بورڈ کے مرتبہ نکاح نامہ کو عام کرنے کی تدابیر اختیار کی جائے اس کے لئے بورڈ کے ارکان اپنے اپنے مقامات پر اس کو چھپوا کر تقسیم کر سکتے ہیں۔ صدر محترم نے فرمایا کہ بورڈ کے نکاح نامہ کو عام کرنے کی کوشش میں اس بات کا خیال رکھا جائے اور احتیاط برتی جائے کہ کہیں کسی سے اختلاف و تصادم کی صورت پیدا نہ ہو۔

☆ دارالقضاء کمیٹی کی رپورٹ میں بتایا گیا کہ ممبئی و پونہ جہاں دارالقضاء قائم ہے اس کے اطراف کے علاقہ سے دارالقضاء قائم کرنے کی پیش کش ہوئی ہے، اورنگ آباد میں بورڈ کے رکن قاضی عبدالوحید خان صاحب نے قضاۃ کا ایک تربیتی کیمپ منعقد کیا تھا۔ کولہا پور کے مسلمانوں کی جانب سے مسلسل مطالبہ ہو رہا ہے کہ یہاں دارالقضاء قائم ہو جائے۔ جناب ظفریاب جیلانی صاحب نے کہا کہ قائم شدہ دارالقضاء کی فہرست اور ضروری تفصیلات ویب سائٹ پر دینی چاہئے کیونکہ میڈیا کی جانب سے اس سلسلہ میں مطالبات ہوتے رہے ہیں اور پوچھا جاتا رہا ہے کہ دارالقضاء کہاں کہاں قائم ہے۔ اس ویب سائٹ سے کام کو آگے بڑھانے میں مدد ملے گی۔

☆ کنوینر کمیٹی نے تفہیم شریعت کمیٹی کے سلسلہ میں بتایا کہ تین جہتوں سے کام کیا جائے۔

(الف) اسلام اور شریعت اسلامی کے بارے میں غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے لٹریچر تیار اور شائع کیا جائے۔

(ب) مسلم پرسنل لا سے متعلق قوانین پر مختلف رسالے طبع کروائے جائیں۔

(ج) مختلف شہروں میں ایسی نشستیں رکھی جائیں جس میں وکلاء اور قانون داں اصحاب کو شرعی قوانین سے واقف کروایا جائے اور علماء حضرات ان اصحاب کے سوالات کا جواب دیں۔

☆ نکاح کے لازمی رجسٹریشن کے سلسلہ میں رکن لاکمیشن جناب ڈاکٹر طاہر محمود صاحب کا بیان زیر بحث آیا جس میں انہوں نے کہا ہے کہ وہ نکاح کے لازمی رجسٹریشن کے سلسلہ میں تجاویز لاکمیشن کو پیش کر چکے ہیں اور جس میں سول میرج کے قوانین میں ترمیم کر کے مسلمانوں کو سول میرج کرنے کی طرف راغب کرنے کی تجویز بھی شامل ہے- ڈاکٹر قاسم رسول

الیاس صاحب نے بتایا کہ کلکتہ کے اجلاس عمومی سے قبل متعلقہ کمیٹی نے جائزہ لیا تھا جس میں یہ معلوم ہوا تھا کہ مغربی بنگال، بہار، اور ہریانہ کے علاوہ چند اور ریاستوں میں بھی شادی کے لازمی رجسٹریشن کے قوانین بن چکے ہیں۔ مرکز میں قومی اقلیتی کمیشن کا مرتبہ مسودہ قانون لا کمیشن کو روانہ کیا گیا ہے جہاں اس پر غور ہو رہا ہے۔ لازمی رجسٹریشن کے مسئلہ پر متعدد ارکان نے اظہار خیال کیا جس کے بعد طے کیا گیا کہ: اس مسئلہ پر مرکزی حکومت سے نمائندگی کی جائے اور حکومت پر یہ واضح کیا جائے کہ بورڈ اصولا رجسٹریشن کے خلاف نہیں ہے لیکن اس کو لازمی قرار دینے کے نتیجہ میں ملک کی ایک بڑی آبادی تکلیف اور مشکلات کا شکار ہوگی اس کے لئے رجسٹریشن کے نظام کو وسعت دیتے ہوئے قصبات اور بڑے دیہاتوں تک پہونچانا ضروری ہے، نیز یہ کہ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے ان کی شادیوں کا ریکارڈ اکثر صورتوں میں بلکہ دور دراز کے دیہاتوں کو چھوڑ کر تمام مقامات پر تیار کیا جاتا ہے اور محفوظ رکھا جاتا ہے اور اگر نکاح خواں حضرات یا نکاح پڑھانے والے قاضیوں کو رجسٹریشن کے قانون میں ان کو قانونی حیثیت دی جائے اور ان کے اندراجات کو رجسٹریشن تسلیم کرلیا جائے تو کوئی زیادہ دشواری پیش نہیں آئے گی۔ یہ بھی طے کیا گیا کہ: چند ریاستوں میں لازمی رجسٹریشن کے قوانین بن چکے ہیں، وہاں ضروری تبدیلیوں کے لئے بورڈ کی جانب سے نمائندگی کی جائے۔ اور اس کے لئے صدر بورڈ اور جنرل سکریٹری صاحبان کو مجاز گردانا جاتا ہے کہ وہ ریاستوں میں بورڈ کی جانب سے نمائندگی کے لئے کنوینرس کی نامزدگی فرمائیں۔

☆ ناری نکیتن وسرکاری ہومس میں رہنے والی مسلم لڑکیوں کی تربیت و شادی وغیرہ کے تعلق سے نائب صدر بورڈ مولانا ڈاکٹر کلب صادق صاحب، جناب ظفریاب جیلانی صاحب ایڈوکیٹ اور دیگر ارکان کے اظہار خیال کے بعد اس احساس کا اظہار کیا گیا کہ بورڈ کی عاملہ نے ان مسلم لڑکیوں کو اسلامی شریعت کے اصولوں اور عقائد سے واقف کرانے اور ان کے مطابق زندگی گذارنے وان کی شادی مسلمان لڑکوں سے کروانے کے سلسلے میں ان ہومس و نکیتن کے منتظمین نہ صرف لاپرواہی کرتے ہیں بلکہ بیشتر مقامات پر ان کو ہندو رسم ورواج کے مطابق تربیت دیتے ہیں اور ہندو لڑکوں سے ہی ان کی شادی کروا دیتے ہیں۔ بورڈ ناری نکیتن وسرکاری ہومس کے ذمہ داروں کے اس رویہ کی پرزور الفاظ میں مذمت کرتا ہے اور صوبائی حکومتوں ومرکزی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ ناری نکیتن وسرکاری ہومس کے ذمہ داروں کو واضح ہدایات دی جائیں کہ وہ مسلمان بچیوں ولڑکیوں کی پرورش اسلامی اصولوں وعقائد کے مطابق انجام دیں اور ان کی شادیاں مسلم لڑکوں سے کروانے کو یقینی بنائیں اور اس ضمن میں مقامی مسلم اداروں و بورڈ کے نمائندوں کو ناری نکیتن و ہومس میں مسلم لڑکیوں کی تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں مدعو کریں اور ان کے مشورہ سے ان کی شادی وغیرہ کا نظم کریں۔ حکومتوں سے یہ بھی مطالبہ کیا گیا کہ ناری نکیتن کا انتظام کرنے والے بورڈس یا مشاورتی کمیٹیوں وغیرہ میں مسلم نمائندوں کو بھی شامل کیا جائے اور شادی کے لائق مسلم لڑکیوں کی بابت مقامی مسلم اداروں و بورڈ کے نمائندوں کو پہلے سے مطلع کیا جائے تاکہ وہ ایسی لڑکیوں کی شادی کے لئے مسلم لڑکوں کو آمادہ کر کے ایسی شادیوں کا اہتمام کرواسکیں۔

☆ ضابطۂ اخلاق کی ترتیب کے سلسلہ میں تشکیل کردہ سہ رکنی کمیٹی کی نشست بعض وجوہ سے منعقد نہیں ہوسکی اس لئے یہ کام تکمیل نہیں پاسکا۔ انشاء اللہ آئندہ اجلاس میں اس کا مسودہ غور ومنظوری کے لئے پیش کیا جائے گا۔

☆ اپریل ۲۰۰۷ء تا ختم مارچ ۲۰۰۸ء کے آڈٹ شدہ حسابات کی تفصیلات پیش کی گئیں جس کی کاپی شرکاء کو فراہم کی گئی جس کو مجلس عاملہ نے منظور کیا، مجلس عاملہ نے اس بات کو بھی منظور کیا کہ کم وبیش دو لاکھ ۱۴؍ ہزار کی رقم بورڈ کے اغراض ومقاصد کے حصول کے سلسلہ میں صرف کی جائے۔

☆ دیگر امور باجازت صدر کے تحت اجلاس کو بتایا گیا کہ چاند پٹیل بنام بسم اللہ بی و دیگر کیس میں سپریم کورٹ کے جج جسٹس التمش کبیر نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ دوسگی بہنوں سے نکاح کی صورت میں بعد کی بہن سے کیا ہوا نکاح فاسد ضرور ہے مگر اس وقت تک باقی رہے گا جب تک کہ عدالت کے ذریعہ ان میں تفریق نہیں کروائی جاتی ہے اور دوسرے یہ کہ ایسی عورت مرد کی جانب سے بحیثیت بیوی نفقہ حاصل کرنے کی مستحق ہے۔ جسٹس کبیر کے اس

فیصلہ کا جائزہ قانونی کمیٹی کی میٹنگ میں لیا جائے گا۔

بتایا گیا کہ قانون وقف ۱۹۹۵ میں پارلیامنٹ کی مشترکہ کمیٹی کی جانب سے سفارش کردہ ترمیمات کا جائزہ لے کر بورڈ کی جانب سے ردعمل کا ایک مسودہ تیار کیا گیا ہے جس پر قانونی کمیٹی غور کرے گی۔ مجلس عاملہ نے قانونی کمیٹی کو بورڈ کی جانب سے اس کو قطعیت دینے کا مجاز گردانا۔

☆ اس ضمن میں حسب ذیل تجویز بورڈ کی مجلس عاملہ نے منظور کی۔

''آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ ڈاکٹر طاہر محمود کی جانب سے لاکمیشن کو دی گئی اس تجویز کی سخت مذمت کرتا ہے کہ لاکمیشن مسلمانوں سے متعلق اقدامات کرتے ہوئے یونیفارم پرسنل لا کی تدوین کرے جو بلالحاظ مسلک وفرقہ تمام مسلمانوں پر قابل اطلاق ہو اور یہ کہ سول میرج کے قوانین میں ترمیم کر کے مسلمانوں کو ان قوانین کے تحت شادی کرنے پر راغب کیا جائے۔ ان تجاویز کے پیچھے کچھ مذموم محرکات کام کر رہے ہیں اور ان کا مقصد یونیفارم سول کوڈ کی تدوین کے لئے راستہ ہموار کرنا معلوم ہوتا ہے تاکہ مسلمانوں کو شریعت کے احکامات کے مطابق اپنے خاندانی نزاعات کو طے کروانے کے بنیادی حق سے محروم کیا جائے۔

☆ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ یکساں شرعی قانون کی تدوین کے خلاف ہے کیونکہ اس سے ریاست کو شریعت کے احکامات میں ترمیم وتبدیلی، تنسیخ و اضافہ کا اختیار حاصل ہوجائے گا اور صورتحال یہ ہے کہ پارلیامنٹ میں ایسا کوئی نظر نہیں آتا اور آئندہ بھی نظر آنے کے امکانات تقریبا مفقود ہیں جو پارلیامنٹ میں شرعی احکامات کے مطالب ومفہوم اور ان کی مصلحتوں کو پیش کرسکے اور یہ واضح کرسکے کہ یہ دین اسلام کا اٹوٹ حصہ ہے۔

☆ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا یہ اجلاس ڈاکٹر طاہر محمود صاحب کی تجاویز کے خلاف ان سخت احساسات کے ساتھ لاکمیشن اور مرکزی وزارت قانون سے پرزور اپیل کرتا ہے کہ وہ ان تجاویز کو فوری رد کرے اور عام اعلامیہ جاری کیا جائے کہ کمیشن یا حکومت مسلم پرسنل لا میں مداخلت کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی اور اس طرح ان کا ارادہ مسلمانوں کو سول میرج کی طرف راغب کرنے کا نہیں ہے۔''

(۲) دوسری میٹنگ ۷رفروری ۲۰۰۹ء

بورڈ کی مجلس عاملہ کا ایک اہم اجلاس جامعہ اسلامیہ بھٹکل ضلع کاروار (کرناٹک) میں مؤرخہ ۷رفروری ۲۰۰۹ء کو منعقد ہوا جس میں حسب ذیل تجاویز منظور کی گئی:

اصلاح معاشرہ:

☆ اصلاح معاشرہ تحریک کی رپورٹ میں کہا گیا کہ بورڈ کی جانب سے اصلاح معاشرہ کی کوششیں جاری ہیں، اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں دختر کشی کے خلاف جو مہم چلائی گئی، اس کے نتائج سامنے آرہے ہیں، راجستھان میں ہندی کے اشتہارات میں دختر کشی کی مذمت کی جارہی ہے، وزیر اعظم اور میڈیا نے دختر کشی کے خلاف بورڈ کی کوششوں کی اہمیت کو محسوس کیا ہے۔ مگر بورڈ کے معزز ارکان اور اصلاح معاشرہ کے ریاستی ذمہ دار خط کا جواب تک نہیں دیتے۔ خواتین کی جانب سے اصلاح معاشرہ کی کوششوں کے ضمن میں بتایا گیا کہ حیدرآباد میں دو خاتون ارکان کی جانب سے قابل قدر خدمات انجام دی جارہی ہیں، ان کے پروگرام سال بھر چلتے رہتے ہیں اور یہ رسائل بھی طبع کرواتی ہیں اور اصلاحی عنوانات کے اسٹیکرس بنا کر تقسیم کرواتی ہیں۔ لکھنؤ میں علماء اور ائمہ مساجد کا تربیتی کیمپ منعقد ہوا جو بہت کامیاب رہا۔ امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ کی طرف سے بھی اصلاح معاشرہ کا کام چل رہا ہے اس سلسلہ میں خطابات کا انتظام کیا جاتا ہے، کئی رسائل مختلف علاقائی زبانوں میں طبع کروائے گئے ہیں چنانچہ بنگلہ زبان میں اب تک ۱۲ر کتابچے شائع ہوچکے ہیں، البتہ ارکان بورڈ کو رسالوں کی تالیف، مضامین لکھنے، ورک شاپ یا سمینار منعقد کرنے میں تعاون کرنا چاہئے، ایک عمدہ تجویز یہ پیش کی گئی کہ ربط وترسیل اور تفہیم کے لئے موجودہ ٹیکنالوجی کو اختیار کیا جائے، نیٹ ورک سے استفادہ کیا جائے، ای میل کی ڈائریکٹری ترتیب دی جائے۔ اس کے ذریعہ ہم اپنی بات پوری دنیا تک پہونچاسکتے ہیں۔ اس موقعہ پر کنڑ اور تیلگو زبان میں دو رسالوں کا اجرا ہوا اور حیدرآباد کی خواتین کی جانب سے منعقدہ تحفظ شریعت کانفرنس کی رپورٹ کی رونمائی عمل میں آئی۔

داڑھی:

داڑھی کے سلسلہ میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی مرتب کردہ تجویز سے ارکان نے اتفاق کرتے ہوئے منظوری دی۔

☆ ''اسلامی نقطہ نظر سے ہر مسلمان پر داڑھی رکھنا واجب ہے، رسول اللہ ﷺ نے خود داڑھی رکھی ہے اور داڑھی رکھنے کا حکم دیا ہے، بہت سے مسلمانوں کے دڑاھی نہ رکھنے سے شریعت کا یہ حکم بدل نہیں سکتا جیسا کہ بہت سے مسلمانوں کے نماز نہ پڑھنے اور روزہ نہ رکھنے سے نماز و روزہ کی اہمیت کم نہیں ہوتی؛ کیوں کہ کسی بھی قانون کو جاننے کا ذریعہ قانون کی معتبر کتابیں ہیں نہ کہ افراد و اشخاص کا اس قانون کے مطابق عمل کرنا یا نہیں کرنا، اس لئے مرکزی حکومت کا سپریم کورٹ میں یہ بیان کہ مسلمانوں پر مذہبی نقطہ نظر سے داڑھی رکھنا ضروری نہیں ہے، یا تو غلط فہمی پر مبنی ہے یا گمراہ کن اور مغالطہ انگیز ہے؛ اس لئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ حکومت ہند سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنا بیان واپس لے اور جیسے بعض دوسرے مذہبی فرقوں کو داڑھی رکھنے کی اجازت حاصل ہے، فوج میں شامل مسلمانوں کو بھی اس کی اجازت دی جائے، بورڈ کا احساس ہے کہ یہ نہ صرف مسلمانوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی کے دستوری حق کا تقاضہ ہے؛ بلکہ یہی سیکولرزم کی روح ہے؛ کیونکہ ہمارے ملک میں جس سیکولرزم کو قبول کیا گیا ہے، وہ یہ نہیں ہے کہ تمام مذہبی شناختوں کو مٹا دیا جائے؛ بلکہ یہ ہے کہ تمام لوگ اپنی اپنی شناخت کے ساتھ رہیں، اور ایک دوسرے کے احترام کو ملحوظ رکھیں۔''

تفہیم شریعت:

☆ گزشتہ مجلس عاملہ کی نشست کے بعد دلی میں ''تفہیم شریعت کمیٹی'' کی تشکیل عمل میں آئی، ۹ر اگست ۲۰۰۸ء کو حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب، جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے زیر صدارت مشاورتی نشست منعقد ہوئی جس میں دہلی میں تفہیم شریعت کے پروگرام کے انعقاد کے سلسلہ میں ضروری امور طے پائے اور یہ بات بھی طے ہوئی کہ کنویز جنرل سکریٹری بورڈ کے مشورہ سے دہلی کے لئے کنویز اور کمیٹی کا تعین کرے گا، چنانچہ سات رکنی کمیٹی دہلی شہر کے لئے تشکیل دی گئی، جس کے کنویز ڈاکٹر قاسم رسول الیاس رکن بورڈ مقرر ہوئے، اس کمیٹی میں مولانا عبدالوہاب خلجی، مولانا عقیل غروی، مولانا قاری محمد یعقوب خاں صاحب، جناب بہار الدین برقی، مولانا محمد مزمل الحق حسینی اور جناب فیروز خان ایڈوکیٹ ارکان کی حیثیت سے ہیں، یہ کمیٹی ابھی تک وکلاء اور قانون دانوں کا کوئی باضابطہ پروگرام منعقد نہیں کرسکی، لیکن فروری کے اواخر میں طلاق کے موضوع پر وکلاء کی ایک نشست کا پروگرام زیر غور اور زیر ترتیب ہے۔

یکم نومبر ۲۰۰۸ء کو یوپی میں تفہیم شریعت کمیٹی کے قیام کے سلسلہ میں دار العلوم ندوۃ العلماء میں ایک خصوصی نشست منعقد ہوئی اور طے پایا کہ مغربی یوپی کے علاقہ کو دہلی کی کمیٹی کے تابع رکھا جائے اور مشرقی یوپی کی بھی ایک کمیٹی تشکیل دی جائے، چنانچہ جناب ظفریاب جیلانی ایڈوکیٹ کو کنویز، نیز مولانا عتیق احمد بستوی اور مولانا خالد رشید فرنگی محلی کو معاون کنویز منتخب کیا گیا۔

امیر الدولہ اسلامیہ ڈگری کالج لال باغ لکھنؤ میں صدر بورڈ کی صدارت میں تفہیم شریعت کے موضوع پر ایک بڑا اجتماع ہوا، جس میں شہر لکھنؤ کے اصحاب افتاء و قضاء اور ہائی کورٹ و سول کورٹ کے مسلمان وکلاء نے بڑی تعداد میں شرکت کی، جس میں قانون شریعت کی حکمت و مصلحت اور معقولیت پر روشنی ڈالی گئی۔

حیدرآباد میں بھی تفہیم شریعت کمیٹی کے سلسلہ میں ابتدائی بات چیت ہوچکی ہے اور امید ہے کہ انشاء اللہ فروری یا مارچ میں باضابطہ تفہیم شریعت کمیٹی کی تشکیل ہوجائے گی۔

دار القضاء:

☆ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے اجلاس کلکتہ (مارچ ۲۰۰۸ء) کے بعد دار القضاء کے قیام و استحکام اور تحریک دار القضاء کو قوت پہنچانے کے لئے جو اقدامات کئے گئے ان کا مختصر تذکرہ ذیل کی سطروں میں کیا جارہا ہے۔

(۱) بمبئی اور اس کے مضافات میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی نگرانی میں تین دار القضاء پہلے سے کام کررہے ہیں، لیکن بمبئی اپنی آبادی اور رقبہ کے اعتبار سے ایک شہر نہیں بلکہ ایک ملک ہے، نیو بمبئی کے علاقہ میں نیرول اور اس کے

مضافات میں ایک دارالقضاء کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی، نیرول کے حضرات کی درخواست صدر بورڈ دامت برکاتہم کی خدمت میں آچکی تھی چنانچہ ۱۵/اگست ۲۰۰۸ء کو نیرول کی جامع مسجد میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی طرف سے نصب قاضی کا پروگرام ہوا، نماز جمعہ سے قبل قضاء کی ضرورت واہمیت اور اس کی شرعی حیثیت کے بارے میں تفصیلی گفتگو ہوئی، صدر بورڈ دامت برکاتہم کی جانب سے جامع مسجد نیرول کے امام مولانا مفتی داؤد قاسمی کو نیرول اور اس کے مضافات (نیو بمبئی کا علاقہ) کا قاضی مقرر کیا گیا، مجمع کے سامنے قاضی سے شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کا حلف لیا گیا اور عوام سے سمع وطاعت کا عہد لیا گیا۔

(۲) صدر بورڈ دامت برکاتہم کی خدمت میں پونہ سے وہاں قائم دو دارالقضاء کے بورڈ سے الحاق کی درخواستیں آئی تھیں۔ ایک درخواست مسلم ویلفیئر سوسائٹی کے ذمہ داروں کی طرف سے جنہوں نے تقریباً ایک سال پہلے امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ کے بعض سینئر قاضیوں کو مدعو کرکے دارالقضاء قائم کرنے کا پروگرام کیا تھا اور دوسری درخواست مفتی شاکر قاسمی صاحب کی طرف سے تھی کہ ان کے مدرسہ میں قائم دارالقضاء کو بورڈ منظوری دے اور اپنی نگرانی میں لے لے۔ ۱۶/اگست ۲۰۰۸ء کو دونوں دارالقضاء کا معائنہ کیا گیا، جناب قاضی عبدالاحد فلاحی صاحب سفر پونہ میں ہمراہ تھے، انہوں نے بھی فائلوں اور کاغذات کا جائزہ لیا۔

(۳) پھلت اور سونی پت میں دارالقضاء قائم کئے جانیکی درخواست بہت پہلے صدر بورڈ دامت برکاتہم کی خدمت میں آچکی تھی، پھلت اور سونی پت دونوں جگہ دو بڑے مدرسے چل رہے ہیں، دونوں مقامات کا جائزہ لے کر دارالقضاء کمیٹی حضرت صدر بورڈ دامت برکاتہم کی ایماء پر قیام دارالقضاء کا فیصلہ کرچکی تھی، لیکن نصب قاضی کا پروگرام بعض موانع کی وجہ سے ٹلتا جارہا تھا۔ کمیٹی یہ بھی فیصلہ کرچکی تھی کہ پھلت میں سہ روزہ تربیت قاضی کیمپ بھی کیا جائے جس میں مغربی یوپی دہلی، ہریانہ کے علماء کو شرکت کی دعوت دی جائے۔

چنانچہ پھلت اور سونی پت کا پروگرام طے پایا، مؤرخہ ۸/ تا ۱۰/ نومبر ۲۰۰۸ء روز ہفتہ تا پیر کو پھلت ضلع مظفر نگر میں سہ روزہ تربیت قضاء کا پروگرام منعقد ہوا جس میں تقریباً سو علماء نے شرکت کی، قضاء کی تربیت اور محاضرات کے لئے امارت شرعیہ بہار واڑیسہ سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مظفر پوری، سینئر قاضی امارت شرعیہ بہار واڑیسہ وجھارکھنڈ اور حضرت مولانا قاضی عبدالجلیل صاحب، قاضی مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ نیز حضرت مولانا عبیداللہ اسعدی صاحب شیخ الحدیث جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ ورکن دارالقضاء کمیٹی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور جناب مولانا قاضی محمد کامل قاسمی قاضی شریعت جنوبی دہلی نے شرکت فرمائی۔

آخری دن بعد نماز مغرب جامعہ شاہ ولی اللہ کی وسیع وعریض مسجد میں بڑا عوامی اجتماع ہوا، جس میں صدر بورڈ دامت برکاتہم (حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی) کی جانب سے مولانا مفتی عاشق ندوی صاحب پھلتی کو ضلع مظفر نگر کا قاضی مقرر کیا گیا، یعنی فریضہ قضاء کا احیاء عمل میں آیا، یہ دارالقضاء، جامعۃ الشاہ ولی اللہ پھلت ہی میں قائم ہے۔

(۴) ۳/نومبر کی صبح کو پھلت کا یہ قافلہ صوبہ ہریانہ کے شہر سونی پت کی طرف روانہ ہوا، جو پھلت سے بہت دور نہیں ہے، وہاں بھی دارالقضاء کا قیام عمل میں آیا...

اسی ادارہ کی مسجد میں نصب قاضی کا جلسہ ہوا، مقامی علماء کے علاوہ حضرت مولانا محمد قاسم مظفر پوری، حضرت مولانا عبیداللہ اسعدی وغیرہما کے بیانات ہوئے، کنوینر کی مختصر گفتگو کے بعد مولانا مفتی محمد ارشاد ندوی کو ضلع سونی پت کے لئے صدر بورڈ حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کی طرف سے بحیثیت قاضی نامزدگی کا اعلان کیا گیا اور نصب قاضی کا یہ پروگرام مکمل ہوا، الحمد للہ پھلت اور سونی پت کے دارالقضاء اپنی کارکردگی کا آغاز کرچکے ہیں، دونوں جگہ متعدد مقدمات دائر ہوکر زیر کارروائی ہیں۔

(۵) ۱۳/اکتوبر ۲۰۰۸ء کو دارالقضاء جنوبی دہلی کی منتظمہ کمیٹی کے ساتھ بورڈ کے مرکزی آفس میں ایک نشست رکھی گئی جو حضرت جنرل سکریٹری صاحب دامت برکاتہم کی صدارت میں ہوئی، جس میں شہر دہلی میں توسیع دارالقضاء کے بارے میں مشورہ ہوا، ایک کمیٹی قائم کی گئی جو دو ماہ میں جائزہ کے بعد اپنی رپورٹ پیش کرے گی اور دہلی کے ان مقامات کی نشاندہی کرے گی جہاں دارالقضاء قائم کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے وسائل وامکانات بھی موجود ہیں۔

(۶) بوڑیہ یمنا نگر ہریانہ میں دارالقضاء قائم کرنے کی بات چیت دو سال سے چل رہی ہے، بعض مقامی رکاوٹوں کی وجہ سے اب تک دارالقضاء کا قیام عمل

میں نہیں آسکا، پیر جی حافظ حسین احمد قادری صاحب دامت برکاتہم نے خوشخبری سنائی ہے کہ رکاوٹیں الحمد للہ دور ہوچکی ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ مارچ ۲۰۰۹ء ہی میں وہ قیام دارالقضاء کا پروگرام کرنا چاہتے ہیں۔

(۷) بورڈ کے اراکین کی خدمت میں ایک مکتوب بورڈ کے مرکزی آفس سے روانہ کیا گیا۔ بورڈ کے دس بارہ مؤقر اراکین نے اس مکتوب کا جواب تحریر فرمایا، بعض مفید تجویزیں پیش فرمائیں اور بعض حضرات نے اپنے مقامات پر قیام دارالقضاء کی پیشکش فرمائی، بورڈ کے نائب صدر حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب دامت برکاتہم نے تحریر فرمایا، دارالعلوم دیوبند میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں دارالقضاء قائم تھا پھر بعض اسباب کی بنا پر یہ کام موقوف ہوگیا، دارالعلوم وقف میں ایسے اصحاب علم موجود ہیں جنہیں یہ خدمت سپرد کی جاسکتی ہے، یہاں دارالعلوم وقف میں دارالقضاء کا قیام کیا جاسکتا ہے۔

حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب دامت برکاتہم کی طرف سے یہ بہترین پیشکش ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ کمیٹی حضرت سے رابطہ کرکے اس کا نظام اور پروگرام بنائے گی۔

(۸) رکن بورڈ مولانا خالد رشید فرنگی محلی نائب امام عیدگاہ عیش باغ لکھنو نے صدر بورڈ دامت برکاتہم کی خدمت میں تحریر پیش کی تھی کہ ان کے ادارے میں قائم دارالقضاء کو آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ منظوری دے اور اس کی نگرانی کرے، صدر بورڈ کے حکم پر ان کے ادارے میں قائم دارالقضاء کا جائزہ لیا گیا اور مرکزی دارالقضاء اتر پردیش لکھنو سے اس کا الحاق منظور کیا گیا، لکھنؤ مسلمانوں کی گھنی آبادی والا کافی رقبہ میں پھیلا ہوا شہر ہے، اس میں ایک سے زائد دارالقضاء کی ضرورت تھی، ان شاء اللہ تعالیٰ شہر میں ایک نئے دارالقضاء کے باضابطہ بحال ہونے پر لکھنؤ کے مسلمانوں کو سہولت ہوگی۔

لازمی نکاح رجسٹریشن:

☆ سپریم کورٹ کی ہدایت پر کئی ریاستوں میں نکاح کے لازمی رجسٹریشن کا قانون منظور کیا جاچکا ہے، اس سلسلہ میں نیشنل ویمن کمیشن نے بھی لازمی رجسٹریشن سے متعلق ایک مسودہ قانون ترتیب دیا جسے اس نے متعلقہ وزارت منسٹری آف چائلڈ اینڈ ویمنس ویلفیر کی معرفت وزارت قانون کو بھیج دیا تاکہ وزارت قانون اسے ایک بل کی شکل دے کر پارلیمنٹ کے ذریعہ قانون بنوائے، تاہم مصدقہ اطلاعات کے مطابق یہ بل اس وقت پارلیمنٹ کے سامنے قانون سازی کے لئے موجود نہیں ہے۔ البتہ مہاراشٹر، گجرات، آندھراپردیش، اور کرناٹک میں لازمی رجسٹریشن کے قوانین پہلے سے موجود ہیں۔فروری ۲۰۰۶ء کی سپریم کورٹ کی ہدایت کے بعد آسام، مغربی بنگال، اڑیسہ، بہار، اور میگھالیہ کی ریاستوں نے مسلمانوں کے لئے نکاح کے رجسٹریشن کے جو اختیاری قوانین موجود تھے ان کو لازمی قرار دے دیا۔

نکاح کے لازمی رجسٹریشن کا مسئلہ بورڈ میں کئی بار اٹھا جس پر بورڈ کی مجلس عاملہ نے متعدد فیصلے کئے، کولکاتہ اجلاس منعقدہ ۲۹ رفروری تا یکم و دو مارچ ۲۰۰۸ء میں اس سلسلہ میں بورڈ کی قائم کردہ کمیٹی نے مختلف ریاستوں کے لازمی رجسٹریشن سے متعلق قوانین نیز ویمن کمیشن کے مجوزہ مسودہ قانون کا تفصیلی جائزہ لے کر اپنی سفارشات پر مبنی رپورٹ اجلاس میں پیش کی تھیں جسے بورڈ نے منظوری دی تھی۔

کمیٹی نے جہاں مذکورہ بالا ریاستوں کے قوانین پر بورڈ کے موقف کی روشنی میں اپنی سفارشات مرتب کی تھیں وہیں اس پورے مسئلہ پر بھی مجموعی طور پر اپنی سفارشات بورڈ کے سامنے رکھی تھیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ بنیادی طور پر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نکاح کے رجسٹریشن کا مخالف نہیں ہے بلکہ وہ ہندوستان میں رجسٹریشن کا مسئلہ اٹھنے کے بعد ۱۹۸۱ء میں بھی اس نقطہ نظر کا اظہار کرچکا ہے کہ نکاح کے ریکارڈ کو محفوظ کرنے کا نظم قائم کرنا نہ صرف درست بلکہ مستحسن ہے۔

۲۔ البتہ موجودہ حالات میں رجسٹریشن کو لازمی قرار دینا مناسب نہیں ہے، اس لئے کہ یہ لزوم گویا نکاح کے انعقاد کے لئے ایک شرط کا اضافہ کرنے کے مترادف ہے، نیز دیہات وقریہ جات اور دور دراز علاقوں میں رجسٹریشن کا انتظام دشوار ہے اور خطرہ ہے کہ اس کی وجہ سے نکاح صحیح طور پر منعقد ہونے کے باوجود بدنیت لوگوں کو اس سے انکار کا موقع فراہم ہوجائے گا۔

۳۔ بورڈ کا موقف یہ ہے کہ رجسٹریشن کو ثبوت نکاح کے لئے ہرگز

شرط کا درجہ حاصل نہیں ہونا چاہئے بلکہ شرعی اصولوں کے مطابق انعقادِ نکاح کا ثبوت فراہم کردیا جائے تو اسے قابل قبول ہونا چاہئے۔

۴۔ یہ بھی ضروری ہے کہ نکاح کے لئے جو رجسٹریشن کے لئے جو فارم بنے اس میں اس مذہب کے ماننے والوں کے طریقہ کار اور شرائط کو ملحوظ رکھا جائے جیسے مسلمانوں کے رجسٹریشن فارم میں گواہوں، مہر وغیرہ کا ذکر ضروری ہے اور ایسی تنقیحات بھی قائم کرنا ضروری ہے جو موانع نکاح سے خالی ہونے کو واضح کرتی ہوں۔

۵۔ بورڈ کا نقطہ نظر یہ بھی ہے کہ جن علاقوں میں پہلے سے رجسٹریشن کے لئے قضاۃ کا نظام جاری ہے وہاں اس کو رجسٹریشن کے لئے کافی سمجھا جائے اور جہاں نہیں ہے وہاں بھی ائمہ مساجد، دینی تنظیموں کے دفاتر اور جو لوگ بحیثیت قاضی اندراج کرائیں ان کو نکاح کے حق میں رجسٹرار یا رجسٹریشن کا مجاز تسلیم کیا جائے، اس سے نہ صرف یہ بات آسان ہوسکے گی کہ شریعت اسلامی کے مطابق تمام شرائط واحکام کی رعایت کرتے ہوئے نکاح ہو بلکہ حکومت کو بھی اس سے سہولت ہوگی اور دور دراز کے علاقوں میں رجسٹریشن ہوسکے گا۔

۶۔ چونکہ نکاح کے رجسٹریشن کا قانون مرکزی سطح پر بھی بننے جارہا ہے اور ریاستوں میں بھی بن رہا ہے یا پہلے سے موجود ہے اور ان میں بعض ترمیمات ہمارے نقطہ نظر سے ضروری ہیں اس لئے بورڈ ایک مرکزی کمیٹی اور مختلف ریاستوں میں جہاں یہ مسئلہ ہے ریاستی کمیٹیاں تشکیل دے جو اس مسئلہ پر حکومت سے نمائندگی کرسکیں اور مذکورہ بالا خطوط کے مطابق اس قانون کو بنوانے کی کوشش کرے، اس کمیٹی میں لازماً ایک قانون داں اور ایک عالم دین بھی ہونا چاہئے تاکہ قانونی وفقہی پہلوؤں پر غور کرنے میں سہولت ہو۔

بورڈ کی عاملہ نے ان سفارشات کو قبول کرتے ہوئے مذکورہ چار رکنی کمیٹی کو ہی مرکزی سطح پر بننے والے قانون کے مسئلہ پر بورڈ کی نمائندگی کرنے کا مجاز قرار دیا نیز صدر بورڈ کو اس بات کا اختیار دیا کہ وہ ان ریاستوں میں جہاں قانون سازی ہوچکی ہے یا ہونے والی ہے بورڈ کی جانب سے ریاستی کمیٹیاں تشکیل دیں تاکہ وہ بورڈ کے نقطہ نظر کے مطابق قانون بنوانے یا ترمیم کروانے کی کوشش کریں۔

جہاں تک مرکزی سطح پر بننے والے قانون کا تعلق ہے کنو ینر کمیٹی نے اپنے ذرائع سے یہ جاننے کی کوشش کہ آیا اس وقت یہ بل پارلیمنٹ کے سامنے موجود ہے یا فروری ۲۰۰۹ء کے متوقع اجلاس میں پیش کیا جاسکتا ہے تو پتہ چلا کہ نہ تو اس وقت اس طرح کا کوئی بل پارلیمنٹ کے سامنے موجود ہے اور نہ ہی الیکشن سے پہلے ہونے والے مختصر پارلیمانی اجلاس میں پیش کیا جاسکتا ہے، اس لئے حکومت سے نمائندگی کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی، اس لئے کہ موجودہ حکومت کی میعاد تقریباً ختم ہونے والی ہے، اگر نمائندگی کی ضرورت ہوئی تو آنے والی حکومت سے بورڈ نمائندگی کرسکتا ہے۔ البتہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ریاستی قوانین میں مطلوبہ ترمیمات (جس کی تفصیل کولکاتہ اجلاس میں پیش کی جاچکی ہیں) کروائی جائیں۔ اس لئے صدر محترم سے گذارش ہے کہ وہ ان ریاستوں میں کمیٹیاں تشکیل دیں۔ یہ کمیٹیاں مرکزی کمیٹی کے تعاون سے اس کام کو انجام دے سکتی ہیں۔

مجموعہ قوانین اسلامی کمیٹی:

☆ ''مجموعۂ قوانین اسلامی'' آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔ اس سلسلہ میں چار کام ہیں جن پر کوششیں ہورہی ہیں:

۱- اس مجموعہ میں شافعی نقطۂ نظر پر حاشیہ پر اضافہ۔
۲- اس مجموعہ میں مسلک اہل حدیث کی آراء کا حاشیہ میں اضافہ۔
۳- اس مجموعہ میں حاشیہ پر فقہ جعفری کا اضافہ۔
۴- مجموعہ قوانین اسلامی کی بعض دفعات اور عبارتوں سے متعلق جسٹس سید شاہ محمد قادری سابق جج سپریم کورٹ کے بعض مخلصانہ ملاحظات پر غور۔

ان امور کے سلسلہ میں جو پیش رفت ہوئی ہے وہ حسب ذیل ہے:

۱- فقہ شافعی کے اضافہ کا کام مولانا عبدالباری ندوی (بھٹکل) کے حوالہ کیا گیا تھا، ۱۷رجنوری ۲۰۰۹ء کو انہوں نے بورڈ کے دفتر کو جواب دیا ہے کہ یہ کام تقریباً مکمل ہوچکا ہے اور فون پر ان کی جانب سے امید ظاہر کی گئی ہے کہ فروری یا مارچ میں وہ اس کام کو بورڈ کے حوالہ کردیں گے۔

۲- مسلک اہل حدیث کے اضافہ کے سلسلہ میں مولانا اصغر علی امام

مہدی سلفی ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی طرف سے ۱۹؍جنوری ۲۰۰۹ء کو لکھا گیا ہے کہ یہ کام اپنے آخری مرحلہ میں ہے اور آئندہ مارچ تک مکمل کر کے ارسال کر دیا جائے گا۔

۳- مولانا عقیل غروی صاحب ان دنوں پڑوسی ملک کے سفر پر ہیں، فقہ جعفری کا کام انہیں حوالہ کیا گیا تھا، مولانا غروی کے برادر بزرگ مولانا ذیشان ہدایتی کی اطلاع کے مطابق کئی ماہ پہلے کام کی تکمیل ہو چکی ہے، لیکن ان کے حسب قول استخارہ اس کے حوالہ کرنے سے منع کر رہا ہے۔ انشاء اللہ مولانا غروی کی واپسی پر ان سے گذارش کی جائے گی کہ جو کام ہوا ہے اسے بورڈ کو عنایت فرمائیں۔

۴- جسٹس سید شاہ محمد قادری صاحب کے ساتھ جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب کی اور اس حقیر کی کئی نشستیں ہوئیں، جس میں ان کے ملاحظات نوٹ کئے گئے، جسے مرتب کر کے لیگل کمیٹی کے ارکان کو بھیجا گیا، ۲۳؍اکتوبر ۲۰۰۸ء کو اس سلسلہ میں مکتوب اور جسٹس قادری صاحب کے ملاحظات بھیجے گئے ہیں اور درخواست کی گئی ہے کہ تحریری طور پر اپنی رائے ارسال فرمائیں انشاء اللہ جلد ہی اس سلسلہ میں لیگل کمیٹی کی نشست رکھی جائے گی اور حسب مشورہ علماء اور ارباب افتاء سے بھی بعض مسائل میں، خاص کر نکاح باطل اور نکاح فاسد کی تعریف اور اس کے احکام واثرات کے بارے میں استفادہ کیا جائے گا۔

بابری مسجد مقدمات ولبراہن کمیشن:

☆ بورڈ کی مختلف کمیٹیوں کی کارکردگی رپورٹ کے سلسلہ میں سب سے پہلے جناب ظفریاب جیلانی صاحب ایڈوکیٹ نے بابری مسجد کی حقیت کے مقدمہ کی موجودہ صورتحال کو پیش کیا۔ اور بتایا کہ پچھلے اجلاس کے وقت ان کی جانب سے بحث چل رہی تھی۔ لیکن عدالت کی بنچ سے ایک جج کو سبکدوش کیا جانا دوسرے جج کی تقرری تک بحث رک گئی اور نئے جج کی بنچ میں شمولیت کے بعد کی گئی بحث کے مختلف نکات کو دہرانا پڑا، بحث اب بھی جاری ہے اور امکان ہے کہ ہفتہ عشرہ میں مسلمانوں کی جانب سے بحث مکمل کر لی جائے گی، عدالت نے ہندو فریقین کی بحث کے لئے ۲؍مارچ کی تاریخ مقرر کر دی ہے اور اس صورتحال میں یہ توقع رکھی جاسکتی ہے کہ ماہ جون یا جولائی میں اسی سال اس مقدمہ کا فیصلہ سامنے آجائے گا۔

جناب جیلانی صاحب نے بتایا کہ مسلم فریقین کی طرف سے بابری مسجد کے موقف کی تائید میں اور اس بات کی تائید میں کہ یہ ۱۵۲۶ء سے مسجد ہی رہی ہے اور دسمبر ۱۹۴۸ء میں بت بٹھانے کے دن تک اس میں نماز ادا کی جاتی رہی ہے، عدالت کے سامنے پولس اور ریونیو کا سرکاری ریکارڈ پیش کیا جاچکا ہے۔ مسلم فریقین کی طرف سے ۳۳؍گواہ پیش ہوئے جن میں ۱۱؍غیر مسلم اصحاب ہیں جن کا شمار ملک کے نامور مؤرخین اور ماہرین آثار قدیمہ میں ہوتا ہے، ہندو فریقین کی جانب سے ۵۴؍گواہ پیش کئے گئے جن میں کوئی بھی غیر ہندو نہیں ہے اور ان گواہوں کے بیانات میں باہم بڑا تضاد پایا جاتا ہے، اس لئے ہم توقع رکھتے ہیں کہ شہادت کی بنیاد پر فیصلہ دیا جائے تو فیصلہ ہمارے حق میں آئے گا۔

بابری مسجد کے انہدام کے تعلق سے رائے بریلی میں چل رہے فوجداری مقدمہ کے بارے میں جناب ظفریاب جیلانی صاحب ایڈوکیٹ نے بتایا کہ مجسٹریٹ کے تبادلہ کے بعد دوسرے مجسٹریٹ کی تقرری نہیں ہوئی ہے جس کی وجہ سے اس فوجداری کیس کی سماعت رکی ہوئی ہے۔ نیز یہ کہ پچھلے گواہ پیش کرنے کے بعد اور گواہوں کی شہادت ریکارڈ کروانے کا C.B.I کو موقع تھا لیکن اس نے اس فوجداری مقدمہ کو آگے بڑھانے میں غیر ضروری طور پر تاخیر اور ٹال مٹول سے کام لے رہی ہے۔ اس سلسلہ میں مناسب ہوگا کہ صدر بورڈ حکومت ہند کو توجہ دلائیں کہ C.B.I کو ضروری ہدایات جاری کرے۔

جناب ڈاکٹر قاسم رسول الیاس صاحب نے اجلاس کو بتایا کہ بابری مسجد کی شہادت کے اسباب وواقعات اور اس کے انہدام کی ذمہ داری کی تحقیق و تفتیش کے لئے جسٹس لبراہن صاحب کو کمیشن آف انکوائری مقرر کیا گیا تھا۔ اس انکوائری کی ساری کارروائی ۲۰۰۴ء میں مکمل ہوگئی، بورڈ کی طرف سے زبانی بحث کے علاوہ تحریری بحث بھی داخل کی گئی، اتنے برس گذرنے کے باوجود جسٹس لبراہن صاحب نے اپنی رپورٹ حکومت کو پیش نہیں کی اور حکومت ہر چھ ماہ پر اس کی توسیع کر رہی ہے، گذشتہ اجلاس میں طے کیا گیا تھا کہ جسٹس لبرہان صاحب سے مل کر اس سلسلہ میں بات کی جائے لیکن جسٹس لبرہان صاحب نے دہلی کی سکونت تقریباً ترک کر دی ہے اس لئے کوشش کے باوجود ان سے ملاقات کے لئے وقت نہیں لیا

جاسکا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ موجودہ یو پی اے حکومت نہیں چاہتی کہ اس کے دور حکومت میں یہ رپورٹ پیش ہو۔ کمیشن کی رپورٹ کے سلسلہ میں بات کرنے کے لئے وزیر قانون مسٹر بھاردواج سے وقت لے لیا گیا ہے، ان شاء اللہ عنقریب ان سے اس موضوع پر گفتگو ہوگی۔

(۳) تیسری میٹنگ ۱۲/جولائی ۲۰۰۹ء

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا ایک اہم اجلاس مؤرخہ ۱۲/ جولائی ۲۰۰۹ء بروز اتوار بوقت نو بجے صبح ریاست کیرالہ کے تاریخی شہر کالی کٹ میں منعقد ہوا جس میں حسب ذیل قرارداد منظور کی گئیں:

اصلاح معاشرہ

تین کتابوں 'شادی مبارک' 'لڑکیوں کا قتل عام' اور خاندانی منصوبہ بندی کے انگریزی ترجموں کی صدر بورڈ کے ہاتھوں رونمائی عمل میں آئی اور ان کتابوں کے تامل ترجمہ کی رونمائی بھی ہوئی۔ مرکزی کنوینر اصلاح معاشرہ نے اجلاس کو بتایا کہ اس عنوان پر مختلف کتابوں کی ترتیب اور ملک کی مختلف زبانوں میں ان کے ترجمہ کے کام کے علاوہ اصلاح کا کام جلسوں کے ذریعہ بھی مسلسل انجام پا رہا ہے، آسام میں اس پر دارالقضاء کے ذریعہ کام ہو رہا ہے۔ بہار میں امارت شرعیہ کے توسط سے کام چل رہا ہے جس تندہی کے ساتھ کام ہونا چاہئے وہ نہیں ہو رہا ہے، البتہ اس سے ذہن سازی ضرور ہو رہی ہے اور دینی مدارس میں جو جلسے ہوتے ہیں اس میں بھی اصلاح معاشرہ کا موضوع ضرور ہوتا ہے، کیرالہ میں بھی کام ہو رہا ہے، اخبارات کے ذریعہ مضامین شائع ہو رہے ہیں۔ خطباء کو جمعہ کے خطبوں کی گائڈ لائنس دیئے جا رہے ہیں، ملیالم زبان میں بھی چند کتابوں کی طباعت ہوئی ہے۔ ارکان بورڈ سے خواہش ظاہر کی گئی کہ وہ کتابیں منگوا کر تقسیم کروائیں اور جلسوں کے کام کو منظم کریں۔

اصلاح معاشرہ کے ریاستی کنوینر کے اجتماعات

اصلاح معاشرہ کے ریاستی کنوینرس کے اجتماع کے سلسلہ میں طے کیا گیا کہ یہ اجتماع پھلواری شریف پٹنہ میں منعقد کیا جائے جس کے کنوینر مولانا محمد ولی رحمانی صاحب اور مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب معاون کنوینر ہوں گے۔ اس اجتماع کے لئے ۱۵/شوال ۱۴۳۰ھ اور ۵/ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ کے درمیان کسی مناسب تاریخ کا تعین کیا جائے۔

دارالقضا

دارالقضاء کمیٹی کے کنوینر مولانا عتیق احمد بستوی صاحب اجلاس میں تشریف نہیں لا سکے اور انہوں نے کوئی رپورٹ بھی روانہ نہیں کی البتہ جنرل سکریٹری بورڈ حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب نے فرمایا کہ دارالقضاء کا کام سست رفتاری سے چلتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

نائب صدر بورڈ حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب نے فرمایا کہ دارالقضاء کے سلسلہ میں زیادہ مستعدی ہونی چاہئے، انہوں نے دارالعلوم وقف دیوبند میں نظام قضا کے قیام کے لئے ضروری اسباب فراہم کرنے کی پیش کش کی۔

قضاۃ تربیتی پروگرام

ملک میں قائم دارالقضاؤں کے درمیان باہمی ربط و تعاون کو فروغ دینے کے لئے اس کے کنوینرس اور قضاۃ کے اجتماع کی تجویز امارت ملت اسلامیہ آندھرا پردیش کے تحت قائم دارالقضاء کے ناظم محمد حسام الدین ثانی کی طرف سے پیش کش کی گئی۔ اجلاس نے ان کی اس پیش کش کو قبول کیا۔

کیرالہ کے مدعوئین جناب محی الدین صاحب، کرکٹر عبدالعزیز مولوی صاحب اور مولانا بہاء الدین ندوی صاحب نے کہا کہ کیرالہ میں بورڈ کی طرف سے دارالقضاء قائم ہونا چاہئے اور اس کے لئے کیرالہ کی تمام دینی جماعتوں اور ممتاز مذہبی شخصیتوں کے تعاون سے ایسا دارالقضاء قائم کیا جائے تو اس کو مقبولیت عامہ حاصل ہوگی۔

بابری مسجد

الٰہ آباد ہائی کورٹ کی لکھنؤ بنچ پر زیر سماعت بابری مسجد کی حقیت کے مقدمات کے سلسلہ میں بتایا گیا کہ بورڈ کی جانب سے ۷/فروری ۲۰۰۹ء کو بحث ختم ہوگئی ہے جس کے بعد ۲۹/مئی ۲۰۰۹ء تک ہندو فریقین کی بحث جاری رہی ہے، گرمائی تعطیلات کے اختتام کے بعد ۶/جولائی سے ہندو فریقین کی بحث شروع ہوئی اور یہ سلسلہ جاری ہے، عدالت نے کہا ہے کہ وہ ستمبر تک اپنی

بحث ختم کر دیں تا کہ اکتوبر سے فیصلہ لکھنے کا کام شروع ہو جائے، موجودہ بنچ کے جج صاحبان کی خدمات کا جاری رہنا ضروری ہے اور کسی جج کے تبادلہ اور دوسرے جج کے تقرر سے الجھن پیدا ہو سکتی ہے، کنوینر نے اس بات کی وضاحت کی کہ اس مقدمہ سے متعلق کچھ مسلیں غائب ہو گئی ہیں جن میں بعض اہم کاغذات اور ملک کے اس وقت کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کا ٹیلی گرام بھی شامل تھا اس تعلق سے جج صاحبان نے C.B.I انکوائری کا حکم صادر کیا ہے، اور یہ کارروائی ہماری درخواست پر ہو رہی ہے، لیکن یہ کاغذات مل جاتے ہیں تو ہمارے موقف کو تقویت حاصل ہوگی لیکن اگر نہ ملیں تو کوئی منفی اثر ہمارے موقف پر نہیں پڑے گا کیونکہ بعض کاغذات کی نقلیں پہلے سے حکومت اتر پردیش کی جانب سے عدالت میں داخل ہو چکی ہیں اسلئے مسلوں کے غائب ہونے پر تشویش کی ضرورت نہیں ہے۔

خواتین کے اجتماعات

اس موضوع پر ڈاکٹر قاسم رسول الیاس صاحب، کمال فاروقی صاحب اور نائب صدر بورڈ حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب نے اظہار خیال فرمایا، جناب کمال فاروقی صاحب نے دہلی میں خواتین کے اجتماع کی ذمہ داری قبول کرنے کا پیش کش کیا، یہ بات بھی اجلاس میں آئی کہ پہلے ارکان خواتین بورڈ کے اجتماعات متعین ہوں اور ان موضوعات کے کن پہلوؤں کو پیش کیا جائے اس کا ایک واضح خاکہ بنایا جائے اور اس کے بعد ہی خواتین کے اجتماعات کا پروگرام رکھا جائے، مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب اس کام کی سرپرستی کریں گے۔

اپریل ۰۸ء تا مارچ ۲۰۰۹ء کے آمد وصرف کی پیشی اور بجٹ کی منظوری

بورڈ کے خازن جناب پروفیسر ریاض عمر صاحب نے اپریل ۲۰۰۸ء تا مارچ ۲۰۰۹ء کے آمد وصرف کا گوشوارہ پیش کیا جس کے مطابق پہلی اپریل ۲۰۰۸ء پر تحویل 32,53,852.20 تھی اور آمدنی 9,81,234.00 روپے ہوئی اور اخراجات 11,30,213.00 روپے ہوئے اس وقت تحویل میں ۳۱/ مارچ ۲۰۰۹ء پر 32,08,723.20 روپے موجود تھے اس میں دو لاکھ گیارہ ہزار ۸ سو چھ روپے کی وہ رقومات شامل ہیں جو مختلف اصحاب کو اخراجات کے لئے دی گئیں تھی اور جن کا حساب وصول طلب ہے۔ جناب خازن صاحب نے اپریل ۲۰۰۹ء تا ختم مارچ ۲۰۱۰ء کا بجٹ بھی پیش کیا اجلاس نے گوشوارہ آمد وصرف کی توثیق کی اور بجٹ کو منظور کیا۔ اجلاس نے یہ طے کیا کہ بورڈ کے بینک کھاتے کرنٹ اکاؤنٹ میں ہوں خازن صاحب نے وعدہ کیا کہ سیونگ اکاؤنٹ سے وہ کھاتوں کو کرنٹ اکاؤنٹ میں منتقل کروالیں گے۔ بجٹ و گوشوارہ پر گفتگو کرتے ہوئے ارکان بورڈ نے مختلف کمیٹیوں کی کارکردگی بڑھانے اور کارکنان دفتر بورڈ کی تنخواہوں میں اضافہ کی بات بھی کہی۔

دیگر امور باجازت صدر

جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے ایجنڈا کے اس آئٹم کے تحت تجویز رکھی کہ بورڈ کا ایک وقیع وفد صدر بورڈ کی قیادت میں وزیر اعظم سے ملاقات کرے اور وزیر اعظم سے چند اہم امور پر مطالبہ کرے۔

(۱) جس میں ایک یہ ہو کہ جب فوج اور ایرفورس میں سکھ ہم وطنوں کو داڑھی رکھنے کی اجازت ہے تو مسلمانوں کو بھی داڑھی رکھنے کی اجازت دی جائے اور داڑھی نہ رکھنے کی جو ہدایات فوج اور ایرفورس میں ہے انہیں واپس لیا جائے۔

(۲) دوسرا مطالبہ یہ کیا جائے کہ قانون وقف کے جس مسودہ کو پیش کرنے کا اعلان مرکزی وزیر اقلیتی امور جناب سلمان خورشید صاحب نے کیا ہے پارلیامنٹ میں اس مسودہ کو پیش کرنے سے قبل اس پر مسلم پرسنل لا بورڈ کی رائے حاصل کی جائے اور اس کے لئے مسودہ بورڈ کے حوالہ کیا جائے۔

(۳) ہم جنسی کو جرم نہ قرار دینے کے بارے میں دہلی ہائی کورٹ کے حالیہ فیصلہ کے خلاف حکومت ہند سخت موقف اختیار کرے اور اس فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں اسی موقف کا اظہار کرے، یہ مطالبہ اسلئے ضروری ہے کہ مرکز کے وزراء مختلف اور متضاد خیالات کا اظہار کر رہے ہیں، دہلی ہائی کورٹ میں وزارت داخلہ اور وزارت صحت کی جانب سے جو حلف نامے داخل کئے گئے ان میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے اسلئے ضروری ہے کہ مرکزی حکومت ایک مضبوط موقف اختیار کرے جو دہلی ہائی کورٹ کے فیصلہ کے خلاف ہو اور جس میں ہم جنسی کو دفعہ 377 قانون تعزیرات ہند کے تحت جرم قرار دیا جائے۔ اور یہ حیثیت برقرار رکھی جائے۔

جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے کہا کہ دہلی ہائی کورٹ کے اس فیصلہ کے خلاف اور دوسمتوں میں بورڈ کام کرے، ایک یہ کہ قانونی کمیٹی اس فیصلہ کا تفصیلی جائزہ لے کر سپریم کورٹ میں اپیل یا مداخلت کی تیاری کرے، اور دوسرے یہ کہ دیگر مذاہب کے نمائندوں اور پیشواؤں کے ساتھ ہم جنسی کے خلاف عوامی رائے بنائی جائے اور اس عوامی رائے کا دباؤ حکومت ہند پر ڈالا جائے اور اس کے لئے دہلی اور ملک کے دیگر اہم مقامات پر بڑے اجتماعات کا انعقاد عمل میں لایا جائے جس میں ہندو، سکھ، جین بودھ اور عیسائی نمائندوں کو اظہار خیال کے لئے مدعو کیا جائے۔ اس مہم کے نتیجہ میں جہاں ہم جنسی کے خلاف ملک کی رائے عامہ بنے گی وہیں بورڈ کے بارے میں یہ تاثر پیدا ہوگا کہ بورڈ کے صرف مسلمانوں کے مسائل ہی نہیں بلکہ عام سماجی برائیوں کے خلاف سرگرم عمل ہے۔

مولانا سید سلمان الحسینی ندوی صاحب نے کہا کہ ہم جنسی ایک تمہیدی عمل ہے جس کے بعد ہماری مذہبی کتابوں کی بے قدری ہوئی، پیغمبروں کی شان میں گستاخیاں ہوں گی، ہم جنسی کے خلاف دہلی میں ایک بڑا اجلاس طلب کیا جائے جس میں پنڈتوں، سوامیوں اور دیگر مذاہب کے رہنماؤں کو بلایا جائے، یہ اجتماع اتنا عظیم اور پر اثر ہو کہ حکومت اس اجتماع کی آواز کو نظر انداز نہ کر سکے۔

جناب عبدالوہاب خلجی صاحب، مولانا یسین علی عثمانی صاحب، مولانا محمد ابوالبشری صاحب (کوچین) ڈاکٹر قاسم رسول الیاس صاحب اور مولانا احمد علی قاسمی صاحب نے اظہار خیال کیا۔ طے کیا گیا کہ ہم جنسی کے جواز کا دہلی ہائی کورٹ کا فیصلہ ملک اور قوم کے لئے بد بختانہ فیصلہ ہے جس کے نتائج بڑے بھیانک ہوں گے، اخلاقی قدریں پامال ہوں گی اور خاندانی نظام ٹوٹ پھوٹ جائیگا، ہم جنسی ایسا گندہ فعل ہے کہ جسکو ہر مذہب نے ناپسند کیا ہے اور گناہ قرار دیا ہے اسلئے بورڈ دہلی ہائی کورٹ کے فیصلہ کے خلاف تین سمتوں میں کام کرنے کا فیصلہ کرتا ہے:

(۱) وزیر اعظم سے پرسنل لا بورڈ کے وفد اور دیگر مذہبی رہنماؤں کے ساتھ مشترکہ وفد کے ذریعہ یہ مطالبہ کیا جائے کہ مرکزی حکومت دہلی ہائی کورٹ کے فیصلہ کے خلاف اپیل میں سخت موقف اختیار کرے اور دفعہ 377 قانون تعزیرات ہند کی مدافعت کرے جس کے تحت ہم جنسی کا عمل جرم قرار پاتا ہے۔

(۲) یہ اجلاس قانونی کمیٹی کو ہدایت دیتا ہے کہ وہ جلد از جلد دہلی ہائی کورٹ کے فیصلہ کا جائزہ لے کر اس کے خلاف اپیل کرنے یا دائر کردہ اپیل میں مداخلت کار کی حیثیت میں شریک ہونے کا جائزہ لے اور اپنے فیصلہ کے مطابق بورڈ کی جانب سے سپریم کورٹ میں رجوع ہو۔

(۳) ہم جنسی کے خلاف رائے عامہ منظم کرنے کے لئے دیگر مذاہب کے رہنماؤں کے ساتھ ایک مشترکہ پلیٹ فارم بنایا جائے اور دہلی میں ایک جلسہ عام کا انتظام واہتمام کیا جائے۔

وزیر اعظم سے ملاقات کا وقت لینے اور دیگر مذاہب کے نمائندوں سے ربط قائم کر کے دہلی میں اجتماع منعقد کرنے کے سلسلہ میں مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کو کنوینر اور جناب ڈاکٹر قاسم رسول الیاس صاحب کو معاون کنوینر مقرر کیا گیا۔

(۴) وزیر اعظم سے یہ مطالبہ بھی کیا جائے کہ ملک میں ریاستی سطح پر شادی کے لازمی رجسٹریشن کے جو قوانین بن رہے ہیں اور مرکزی سطح پر جو قانون بنایا جارہا ہے اس میں مسلمانوں کے تعلق سے یہ قانون بنایا جائے کہ جو نکاح نامہ یا تحریر قاضی یا نکاح خواں مرتب کرتے ہیں وہ قانونی دستاویز مانی جائے گی اور ان قاضیوں اور نکاح خواں حضرات پر یہ ذمہ داری عائد کی جائے کہ وہ نکاح نامہ یا اپنی تحریر کی نقل متعلقہ شادی رجسٹرار کو روانہ کرے اور ان کا ارسال رجسٹریشن کے ضابطے کی تکمیل قرار دیا جائے۔

(۵) مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے کہا کہ مطالبات میں مرکزی مدرسہ بورڈ کے قیام کی مخالفت کرتے ہوئے یہ مطالبہ کیا جائے کہ مرکزی حکومت ایسا کوئی بورڈ تشکیل نہ دے اور دینی مدارس کے معاملات میں کوئی مداخلت نہ کرے مولانا نے مزید یہ تجویز رکھی کہ قانون حقوق مسلم مطلقہ کے تحت جو خلاف شریعت فیصلے ہو رہے ہیں ان کے سلسلہ کو ختم کرنے کے لئے اس قانون میں مناسب ترمیم کا مطالبہ بھی کیا جائے کیونکہ یہ قانون شاہ بانو کیس کے خلاف بورڈ کی مہم کے نتیجہ میں بنایا گیا تھا اور اس کا مقصد شرعی موقف کو بحال کرنا تھا۔ عدالت کے فیصلہ سے اس قانون کا مقصد فوت ہوگیا ہے اس کو بحال کرنے کے لئے ترمیم ضروری ہے۔

حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے فرمایا کہ مرکزی مدرسہ بورڈ کے قیام کے بارے میں مرکزی وزیر انسانی وسائل جناب کپل سبل صاحب بھی پر جوش ہیں ان سے ملاقات کر کے بورڈ کے نقطہ نظر سے ان کو بھی واقف کرایا

جائے۔

(۶) داڑھی اور برقعہ پر جسٹس مارکنڈے کاٹجو کے ریمارک کے متعلق اقدامات سے واقف کراتے ہوئے مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے بتایا کہ وہ کانگریس کے جنرل سکریٹری دگ وجے سنگھ، مولانا مفتی اعجاز ارشد، جناب محمود پراچہ ایڈوکیٹ کے ہمراہ وزیر اعظم اور نئے وزیر قانون سری ویرپا موئیلی سے ملاقات کی اور داڑھی کے مسئلہ پر جسٹس مارکنڈے کاٹجو کے تبصرے پر اظہار غم و غصہ کیا اور بتایا کہ داڑھی کو دہشت گردی کی علامت قرار دینا انتہائی نامناسب ہے اور جس طرح سکھ بھائیوں کے داڑھی رکھنے پر کسی کو اعتراض نہیں وہی موقف مسلمانوں کے داڑھی رکھنے پر اختیار کرنا چاہئے، بہرحال ۶/جولائی کو جسٹس مارکنڈے کاٹجو جسٹس رویندرن نے داڑھی سے متعلقہ کیس کی نظر ثانی کی فائل پر جسٹس کاٹجو نے تحریری طور پر معافی چاہی، ساتھ ہی ۳۰/مارچ کے فیصلہ کو بھی واپس لے لیا، اور سپریم کورٹ سے درخواست کی کہ اس مقدمہ کی سماعت کیلئے دوسرا بنچ بنایا جائے جو دوسرے دن اخبارات میں شائع ہوئی۔ جسٹس کاٹجو صاحب کا یہ عمل عدلیہ کی تاریخ میں ایک مثال بن گیا ہے، جسٹس کاٹجو نے اپنے ریمارکس پر معافی چاہ کر اپنی حق پرستی کا ثبوت دیا ہے۔ اجلاس عاملہ نے جسٹس کاٹجو کی تحسین کی اور اسے عدلیہ کے وقار میں اضافہ کا ذریعہ قرار دیا۔

(۴) چوتھی میٹنگ ۲۰/دسمبر ۲۰۰۹ء

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا ایک اہم اجلاس مؤرخہ ۲۰/دسمبر ۲۰۰۹ء بروز اتوار بوقت نو بجے صبح دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں منعقد ہوا جس میں حسب ذیل قرارداد منظور کی گئیں:

اصلاح معاشرہ:

مرکزی کنوینر اصلاح معاشرہ کمیٹی وسکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب نے اپنی رپورٹ کے دوران بتایا کہ وہ ای میل اصلاح معاشرہ کے کام کے لئے استعمال کرنے کی فکر میں ہیں انہوں نے تجویز پیش کی کہ تمام ائمہ وخطباء، علماء اور اہل علم اصحاب کے ای میل پتوں کی ڈائریکٹری تیار ہونی چاہئے اس کے ذریعہ بہت کچھ کام کیا جاسکتا ہے۔

ای میل کی ڈائریکٹری کے سلسلہ میں جناب کمال فاروقی صاحب اور مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب نے اس کی ضرورت پر زور دیا اور اجلاس کا یہ عام رجحان رہا کہ ایسی ڈائریکٹری بورڈ کے دفتر میں اور مرکزی اصلاح معاشرہ کمیٹی کے دفتر میں تیار کی جانی چاہئے۔

بابری مسجد مقدمہ:

بابری مسجد کے مقدمہ کے بارے میں جناب ظفریاب جیلانی صاحب نے تحریری رپورٹ پیش کی، رپورٹ پر اظہار خیال کے بعد طے پایا کہ ''الہ آباد ہائی کورٹ کے لکھنؤ بنچ پر زیر سماعت بابری مسجد کے حقیت کے مقدمہ کی روزآنہ سماعت کے لئے بورڈ کا ایک وفد وزیر اعظم منموہن سنگھ سے ملاقات کرے''۔

بابری مسجد:

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کے اجلاس نے اس بات کو نوٹ کیا ہے کہ جسٹس لبراہن کمیشن نے سنگھ پریوار کو موردالزام قرار دیتے ہوئے انہدام کے لئے سازش رچنے کا الزام لگایا ہے، علاوہ ازیں کمیشن نے ۶۵/اصحاب کی ایک فہرست دی ہے جن کو اس نے انہدام بابری مسجد کے جرم کے لئے ذمہ دار قرار دیا ہے، یہ اجلاس اس رپورٹ کے مندرجات کی بنیاد پر حکومت ہند سے مطالبہ کرتا ہے کہ:

(۱) رائے بریلی اور لکھنؤ کی اسپیشل کورٹس میں جو چارج شیٹس داخل کی گئی ہیں ان میں سازش مجرمانہ (S120B) کا اضافہ کیا جائے اور CBI کو یہ ہدایت دی جائے کہ سازش کے تعلق سے جو شہادت اس نے جمع کی تھی اور جو لبراہن کمیشن کے ریکارڈ میں موجود ہے ان کو ان چارج شیٹس میں شامل کیا جائے۔

(۲) رائے بریلی کورٹ میں زیر سماعت فوجداری مقدمے کی روزآنہ سماعت کروائے کیونکہ یہ سماعت بہت سست رفتاری کے ساتھ چل رہی ہے۔

(۳) لکھنؤ کورٹ میں ابھی سماعت شروع نہیں ہوئی ہے CBI کو یہ ہدایت دی جائے کہ وہ ہائی کورٹ سے حکم التواء برخواست کرواکر اسکی سماعت شروع کروائے۔

(۴) ۶۵/انہدام کے لئے ذمہ دار قرار دیئے گئے افراد میں سے جن

کے خلاف کوئی مقدمہ نہیں ہے FIR درج کروا کر CBI کو تفتیش کے لئے حوالہ کیا جائے۔

(۵) الہ آباد ہائی کورٹ کی لکھنؤ بنچ کے روبرو زیر سماعت حقیت کے مقدمہ کی تیز کارروائی کے سلسلہ میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ کی جائے۔

اجلاس نے اس قرارداد کو منظور کیا۔

لیگل سیل:

☆ جناب یوسف حاتم مچھالا صاحب ایڈوکیٹ نے جسٹس لبراہن کمیشن کی رپورٹ پر عمل درآمد کے سلسلہ میں فرقہ وارانہ تشدد بل کے بارے میں حکومت ہند کے اعلان کا تذکرہ کرکے اس بل کی خامیوں کا تذکرہ کیا۔ اجلاس کا یہ احساس رہا کہ قانونی کمیٹی اس کا جائزہ لے کر اس کے نقائص کو واضح کرے۔

☆ جناب یوسف حاتم مچھالا ایڈوکیٹ صاحب کنوینر قانونی کمیٹی نے اپنی کمیٹی رپورٹ کے دوران بتایا کہ نفقہ مطلقہ کے بارے میں عدالتوں سے خلاف شریعت فیصلوں کو رکوانے کے دو ہی راستے رہ جاتے ہیں ایک یہ کہ مطلقہ کے نفقہ کا کوئی کیس سپریم کورٹ پہنچے تو ہم اس میں فریق بن کر دانیال لطیفی کیس کے فیصلے پر غور مکرر کروانے کی کوشش کریں، دوسرا راستہ یہ ہے کہ اس قانون میں ایسی ترمیمات کے لئے تحریک چلائی جائے جن کے بعد عدالتیں شریعت کے خلاف فیصلہ نہ دے سکیں۔

اجلاس نے عدالتوں سے شریعت کے خلاف فیصلوں کے صدور کی روک تھام کے سلسلہ میں اقدامات کے لئے مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کو ذمہ دار قرار دیا، مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی تجویز پر جناب یوسف حاتم مچھالا صاحب، جناب ظفریاب جیلانی صاحب، جناب قاسم رسول الیاس صاحب، جناب سید شہاب الدین صاحب، جناب کمال فاروقی صاحب اور محمد عبدالرحیم قریشی صاحب پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جس کے کنوینر مولانا محمد ولی رحمانی صاحب ہوں گے، مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے کہا کہ انشاء اللہ ۳ رجنوری ۲۰۱۰ء کو وہ دہلی میں ان اصحاب سے مشورہ کرکے پروگرام ترتیب دیں گے۔

☆ ''طے کیا گیا کہ نفقہ مطلقہ کے سپریم کورٹ کے فیصلوں اور متعلقہ قانون کا جائزہ لے کر لیگل کمیٹی ترمیمات مرتب کرے اور یہ کام ایک ماہ کے اندر مکمل کرلیا جائے''

☆ محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے اجلاس کو بتایا کہ کیرالا ہائی کورٹ میں قرآن وسنت سوسائٹی نے ایک رٹ فائل کی ہے جس میں خاص طور پر اسلام کے قانون وراثت کو نشانہ بنایا گیا ہے اس رٹ میں کہا گیا ہے کہ جہاں تک عقائد وعبادات کا تعلق ہے ان میں کوئی تبدیلی نہیں آسکتی لیکن شریعت میں حالات اور زمانے کے لحاظ سے تبدیلیاں لائی جاسکتی ہیں اور شریعت ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کو بدلا نہ جاسکے اس سلسلہ میں مصر اور انڈونیشیاء کی مثالیں دی گئی ہیں اس رٹ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے مداخلت ضروری ہے اور کیرالا کے ارکان بالخصوص مولانا عبدالشکور صاحب کے مشورہ سے کسی اچھے ایڈوکیٹ کو مقرر کیا جائے اور ان کو شریعت اسلامی کی اہمیت اور اس کے غیر متبدل ہونے اور اسلامی قانون وراثت کے قرآن واحادیث پر مبنی ہونے کے تعلق سے مواد قانونی کمیٹی کے علمائے کرام فراہم کریں۔

دارالقضاء کمیٹی

دارالقضا کمیٹی کی سرگرمیوں کے بارے میں مولانا عتیق احمد بستوی صاحب نے رپورٹ پیش کی۔ جناب جنرل سکریٹری صاحب نے بتایا کہ حیدرآباد کے دارالقضا کی جانب سے جنوبی ہند یعنی ریاستہائے آندھرا پردیش، کرناٹک اور کیرالا میں قائم دارالقضا کے قضاۃ اور اس کے ذمہ داروں کی کانفرنس امارت ملت اسلامیہ آندھرا پردیش کے تحت فروری ۲۰۱۰ء میں منعقد کی جائے گی، جنرل سکریٹری صاحب نے بتایا کہ اس تجویز کو منظوری دیدی گئی ہے۔

طے کیا گیا کہ اس کانفرنس کے ساتھ جنوبی ریاستوں کے قضاۃ کا تربیتی اجتماع بھی حیدرآباد میں منعقد ہو۔

مجموعہ قوانین اسلامی

مجموعہ قوانین اسلامی کے سلسلہ میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے بتایا کہ فقہ شافعی اور مسلک اہل حدیث کا کام چل رہا ہے، اس

مسلک کے تعلق سے مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی صاحب نے بارہا توجہ دہانی کے باوجود کوئی رپورٹ نہیں دی اب مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب اس پر توجہ دے رہے ہیں، بھٹکل کے مولانا عبدالباری ندوی صاحب نے بتایا کہ فقہ شافعی کا کام مکمل ہو چکا ہے صرف نظر ثانی باقی ہے، فقہ جعفری کے سلسلہ میں علامہ عقیل الغروی صاحب نے کام مکمل کرلیا ہے اور وہ جیسے ہی فقہ شافعی اور مسلک اہل حدیث کا مواد آجائے گا وہ اپنا کام بھی پیش کریں گے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے مزید بتایا کہ نظر ثانی کا کام بھی چل رہا ہے اس کی مختلف نشستیں ہو چکی ہیں آئندہ چند ماہ میں یہ کام مکمل کرلیا جائے گا۔

مرکزی مدرسہ بورڈ

مرکزی مدرسہ بورڈ کے تعلق سے مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے کہا کہ اس موضوع پر ہم لوگوں کا ذہن صاف ہے کہ ملت کو کسی بورڈ کی ضرورت نہیں ہے اگر گورنمنٹ ایسا کرتی ہے تو سمجھنا چاہئے کہ اس کا ذہن صاف نہیں ہے، کل ہند سطح پر مرکزی مدرسہ بورڈ کی مخالفت ہونی چاہئے اس کے بغیر مرکزی حکومت متاثر نہیں ہوسکتی۔

صدر بورڈ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب نے فرمایا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ یہ تجویز پاس کر چکا ہے کہ ہم مرکزی مدرسہ بورڈ کے قیام کے مخالف ہیں پہلے حکومت مدرسوں کو دہشت گردی کا اڈہ قرار دیتی تھی اب اچانک ہمدردی کے ساتھ ان کے معیار کو بلند کرنے کی فکرمند ہوگئی ہے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی یہ ضرور کسی سازش کا حصہ ہے جس کے نتیجہ میں آنے والی نسلیں دین سے دور ہونے لگیں گی، اچھے مفتی اور قاضی پیدا نہیں ہوں گے، ہم نے بخارا اور تاجکستان کو قریب سے دیکھا ہے وہاں کچھ اسی نہج سے کام ہوا جس کے نتیجہ میں دین سے دوری عام ہوگئی اس لئے مرکزی مدرسہ بورڈ کے قیام کی سخت مخالفت کرنا چاہئے ورنہ مستقبل کے خطرات سے ہم بچ نہیں سکتے، جناب مولانا یسین علی عثمانی صاحب، مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب، مولانا محمد ولی رحمانی صاحب اور جناب ظفریاب جیلانی صاحب نے بھی مزید اظہار خیال کیا جس کے بعد طے پایا کہ:

☆ مرکزی مدرسہ بورڈ کے خلاف تحریک چلائی جائے اور ان اصحاب کو جو مدرسہ بورڈ کی تائید میں ہیں اس بورڈ کی مخالفت پر آمادہ کیا جائے۔

بورڈ نے اس کام کے لئے درج ذیل اصحاب پر مشتمل کمیٹی تشکیل دی:

۱۔ مولانا سید شاہ فخر الدین اشرف صاحب (چیئرمین)
۲۔ مولانا یسین علی عثمانی صاحب (کنوینر)
۳۔ مولانا محمد ولی رحمانی صاحب
۴۔ مفتی مکرم احمد صاحب
۵۔ مولانا سید سلمان حسینی ندوی صاحب
۶۔ مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب
۷۔ جناب ظفریاب جیلانی صاحب ایڈوکیٹ
۸۔ مولانا محمد ادریس بستوی صاحب
۹۔ مولانا ظفر مسعود صاحب

(۲) لیگل سیل کمیٹی:

(ا) پہلی میٹنگ:

☆ بورڈ کی لیگل سیل کمیٹی نے ۱۹/اگست ۲۰۰۹ء کو منعقدہ ایک نشست میں ہم جنسی کے بارے میں دہلی ہائی کورٹ کے فیصلہ کا جائزہ لیا اس جائزہ میں یہ محسوس ہوا کہ دہلی ہائی کورٹ کے فیصلہ میں خود ایک اہم تضاد موجود ہے اس رٹ میں درخواست گذار ناز فاؤنڈیشن نے اور ہائی کورٹ نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے کہ ہم جنسی کے فعل میں مبتلا لوگ (HIV) ایڈس جیسے خطرناک مرض میں مبتلا ہوا کرتے ہیں اور درخواست گذار ناز فاؤنڈیشن کا استدلال یہ ہے کہ قانون تعزیرات کی دفعہ ۳۷۷ کے پیش نظر یہ لوگ اس خطرناک مرض میں مبتلا ہونے کے باوجود علاج کے لئے آگے نہیں آتے کیونکہ ان کو یہ خطرہ لاحق رہتا ہے کہ دفعہ ۳۷۷ کے تحت یہ مجرم قرار پائیں گے جس میں انہیں قید کی سزا ہوسکتی ہے اور یہ قید کی سزا ساری عمر کے لئے بھی ہوسکتی ہے اگر دفعہ ۳۷۷ ہٹا دی جائے تو ہم جنسی کی وجہ سے ایڈس میں مبتلا افراد بلاخوف علاج کے لئے سامنے آسکتے ہیں، ہائی کورٹ نے بھی اس استدلال کو تسلیم کیا ہے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہم جنسی کا فعل ایڈس کے مرض کا باعث بنتا ہے اور اس طرح یہ فعل انسانی صحت کے لئے مضر ہے اور

دستور ہند ایک شہری کو جو حقوق شخصی آزادی کے عطا کرتا ہے اسمیں صحت جسمانی کو کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، اس جائزہ میں یہ بات بھی سامنے آئی کہ امریکہ اور مغرب میں جو تہذیب وتمدن ہے اس میں اخلاقی اقدار اپنی اہمیت و معنویت کھو چکے ہیں اور ایسی تہذیب وتمدن میں مروج کسی نقطہ نظر یا نظریے کو ہم اپنے ملک میں جوں کا توں قبول نہیں کرسکتے کیونکہ ہمارے ملک کی تہذیب وتمدن میں زمانہ قدیم سے اخلاقی قدروں کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے اور ہم جنسی کا فعل ملک کے شہریوں کے مزاج ان کے اخلاقی قدروں اور ان کے مذہبی اعتقادات کے خلاف ہے ایک ہندوستانی چاہے وہ ہندو ہو کہ مسلمان، سکھ ہو کہ عیسائی ہم جنسی کے فعل سے سخت نفرت کرتا ہے اور اس بنیاد پر ہم جنسی میں مبتلا افراد کو سماج میں مقام نہیں دیا جاتا۔ دفعہ ۳۷۷ اگر رد کردیا جاتا ہے تب بھی ہم جنسی میں مبتلا افراد ہمارے سماج میں عزت ووقار کے مقام سے محروم رہیں گے اور انہیں ہمیشہ حقارت سے دیکھا جائیگا۔

اس نشست میں دہلی ہائی کورٹ کے فیصلہ میں جن نظائر کا حوالہ دیا گیا ہے ان کا بھی جائزہ لیا گیا اور یہ محسوس کیا گیا کہ دستور کی دفعات ۱۴، ۱۵، ۱۹ اور ۲۱ کی صحیح تعبیر نہیں کی گئی ہے چنانچہ یہ طے پایا کہ ان نکات اور دیگر نکات کی بنیاد پر دہلی ہائی کورٹ کے فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ سے رجوع کیا جائے جس کا فیصلہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ نے کالی کٹ میں منعقدہ ۱۲ / جولائی ۲۰۰۹ء میں کیا ہے۔

اس سلسلہ میں اس پہلو پر بھی غور کیا گیا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اپنے طور پر سپریم کورٹ میں رجوع ہو یا سپریم کورٹ میں جو اپیلیں داخل ہو چکی ہیں ان میں مداخلت کی درخواست دے اس سلسلہ کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لینے کے بعد نشست میں طے کیا گیا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ مداخلت (Intervention) کی درخواست نہ دے بلکہ خود اپنے طور پر اپیل فائل کرے۔

☆ قبل ازیں حیدرآباد میں جناب یوسف حاتم مچھالا صاحب نے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی رکن بورڈ اور جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب اسسٹنٹ جنرل سکریٹری بورڈ کے ساتھ اسی موضوع پر مؤرخہ ۲۸ / جولائی ۲۰۰۹ء کو ایک نشست کی تھی جسمیں مشہور معالج نفسیات ڈاکٹر ایم مجید خان صاحب سے گفتگو کی گئی تھی اس کے بعد ۱۰ / اگست ۲۰۰۹ء کو محمد عبدالرحیم قریشی صاحب اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے چند ڈاکٹروں سے تبادلہ خیال کیا جن میں میسکو (Mesco Hyd.) کے ذمہ داران ڈاکٹر فخرالدین محمد اور ڈاکٹر افتخار الدین صاحبان شامل تھے اس نشست میں کویت میں مقیم ڈاکٹر خواجہ شریف الدین صاحب بھی شریک تھے جنہوں نے فن طب کے نقطہ نظر سے ہم جنسیت کے خلاف اہم معلومات فراہم کیں انگلینڈ کے ماہر معالج نفسیات ڈاکٹر جعفر حسین قریشی صاحب بھی اس سلسلہ میں قابل قدر تعاون کر رہے ہیں۔

(۲) دوسری میٹنگ

☆ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی قانونی کمیٹی کی میٹنگ ۲۰ / فروری ۲۰۱۰ء کو مرکزی دفتر پر منعقد ہوئی جس میں معاون جنرل سکریٹری محمد عبدالرحیم قریشی، کنویز قانونی کمیٹی جناب یوسف حاتم مچھالا سینئر ایڈوکیٹ، مولانا عتیق احمد بستوی اور جناب بہار برقی ایڈوکیٹ نے شرکت کی۔ اس درج ذیل امور زیر غور آئے۔

ا۔ کیرالا ہائی کورٹ میں قرآن سنت سوسائٹی اور دیگر دو اداروں اور دو افراد کی جانب سے داخل کردہ رٹ پر غور کیا گیا اس رٹ میں شریعت اسلامی کے قانون میراث کو چیلنج کیا گیا ہے کہ یہ قانون دستور میں شہریوں کو دئے گئے حقوق بالخصوص تمام شہریوں کے درمیان مساوات اور جنس ونسل وغیرہ کی بنیاد پر امتیاز کی ممانعت سے متصادم ہے اور بنیادی حقوق کے باب کی پہلی دفعہ میں یہ واضح کیا جاچکا ہے کہ جو قانون بنیادی حقوق سے متصادم ہو یا شہریوں کو بنیادی حقوق سے محروم کرتا ہو وہ اس حد تک کالعدم قرار پائے گا، اسلامی قانون میراث میں جنس کی بنیاد پر لڑکے اور لڑکی کے درمیان امتیاز برتا گیا ہے، میراث کا ایک قانون یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے اور اس کے کوئی اولاد نرینہ نہیں ہوتی تو ایسی صورت میں اسکی ایک لڑکی ہو تو وہ نصف کی حقدار ہوگی اور ایک سے زیادہ ہو تو سب مل کر دوتہائی کی حقدار ہوں گی اور باقی متوفی کے بھائی اور بہن کو ملے گا اور متوفی کی اولاد نرینہ ہو تو بھائی بہن کو میراث میں کچھ نہیں ملے گا، یہ احکامات جنس کی بنیاد پر امتیاز کی

ممانعت کے بنیادی حق سے متصادم ہیں، اس لئے ہائی کورٹ اسلامی وراثت کو نا قابل نفاذ قرار دے۔ اس رٹ میں فوت شدہ بیٹے یا بیٹی کی اولاد کو وراثت میں حصہ نہ دینے کے حکم اور وصیت کی صرف ایک تہائی ترکہ کی حدتک تحدید اور وارث کے حق میں وصیت نہ کرنے کے حکم کو بھی چیلنج کیا گیا ہے۔ یہ رٹ ۲۰۰۸ء میں داخل ہوئی اس میں حکومت ہند اور حکومت کیرالا کو فریق بنایا گیا ہے اس رٹ کے بارے میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کو دسمبر ۲۰۰۹ء میں خبر ملی جس کے بعد بورڈ کے دفتر سے علمائے کرام کو اس رٹ کا خلاصہ روانہ کرتے ہوئے شریعت اسلامی کے احکامات اور ان کے مصالح کو واضح کرنے کے لئے لکھا گیا جن میں مولانا سید شاہ فخر الدین اشرف نائب صدر بورڈ، مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری بورڈ اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے جواب ارسال فرمایا۔ مفتی خلیل احمد صاحب شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ حیدر آباد نے اطلاع دی ہے کہ ان کا جواب تیار ہے۔ اس رٹ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی طرف سے پیروی کے لئے جناب پی کے ابراہیم ایڈوکیٹ صاحب کو وکیل مقرر کیا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ وہ مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے اس رٹ میں فریق بننے کی درخواست دیں۔ لیگل کمیٹی نے اس رٹ کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لے کر طے کیا کہ:

۱۔ جناب پی کے ابراہیم ایڈوکیٹ صاحب سے جناب بہار برقی ایڈوکیٹ صاحب مسلسل ربط رکھیں اور انہیں اندرون دس دن بورڈ کا جواب تیار کرنے کے لئے کہیں جس کو کنویز لیگل سیل جناب یوسف حاتم مچھالا صاحب سے مشاورت کے بعد کیرالا ہائی کورٹ میں داخل کیا جائے۔

۲۔ اس رٹ کے تعلق سے مرکزی حکومت سے نمائندگی کی جائے، معلوم یہ ہوا ہے کہ مرکزی حکومت نے ابھی تک اسمیں کوئی جواب داخل نہیں کیا ہے مرکزی حکومت سے نمائندگی کے سلسلہ میں مولانا مفتی اشرف علی صاحب کے ذریعہ وزیر قانون شری ویرپا موئلی سے ملاقات وگفتگو کا وقت لیا جائے۔

۳۔ حکومت کیرالا نے بھی ابھی تک اسمیں جواب داخل نہیں کیا ہے اس لئے حکومت کیرالا اور کیرالا میں برسر اقتدار کمیونسٹ پارٹیز سے بھی نمائندگی کی جائے نیز وزیر دفاع اے کے انتونی صاحب سے بھی نمائندگی کی جائے۔

۲۔ مدھیہ پردیش ہائی کورٹ جبل پور کی جانب سے مساجد کمیٹی بھوپال اور دار القضا بھوپال، رائے سین اور سیہور پر طلاق خلع وفسخ کے مقدمات کی سماعت پر روک لگائے جانے کے آرڈر پر غور کیا گیا۔ کمیٹی کے سامنے یہ بات بھی آئی کہ مساجد کمیٹی بھوپال اور اس کے تحت دار القضا اور دار الافتا کا قیام آزادی ہند کے بعد بھوپال کے نواب اور حکومت ہند کے درمیان طے پائے معاہدے کے تحت عمل میں آیا ہے، کمیٹی کے سامنے اس درخواست کی تفصیلات بھی پیش کی گئیں جن پر یہ حکم التواء جاری کیا گیا۔ جس کے مطابق جبل پور کی رہنے والی سلمیٰ بیگم کے شوہر نے جو ہوشنگ آباد میں رہتا ہے دار القضا بھوپال، رائے سین وسیہور میں طلاق کی کارروائی کی اور دار القضا نے طلاق کی تصدیق جاری کردی، شوہر نے مہر کی رقم اور دوران عدت نفقہ کی رقم بھی دار القضا میں جمع کروادی، سلمیٰ بیگم کو اس کارروائی کے آغاز کی کوئی اطلاع نہیں دی گئی اور نہ ہی کوئی رقم ادا کی گئی، یہ کارروائی سلمیٰ بیگم کے علم واطلاع کے بغیر کی گئی، نیز یہ کہ ان دونوں کا تعلق اضلاع بھوپال، رائے سین وسیہور سے نہیں ہے، دار القضا نے کھلے طور پر بے ضابطگی سے کام لیا اور اپنے دائرہ کار کے حدود کو بھی نظر انداز کردیا کیونکہ درخواست گذار کے مطابق ایسے مقدمات کی سماعت کا کوئی اختیار دار القضا کو نہیں دیا گیا ہے۔ اس معاملہ کی تمام تفصیلات پر غور کرنے کے بعد طے کیا گیا کہ:

۱۔ اس بات کی جانچ کی جائے کہ حکومت ہند اور بھوپال کے نواب صاحب کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا اس میں کیا کیا اختیارات مساجد کمیٹی اور اس کے تحت دار القضا کو دیئے گئے۔

۲۔ مساجد کمیٹی مدھیہ پردیش ہائی کورٹ جبل پور کے اس حکم کے خلاف کیا حکمت عملی اختیار کررہی ہے معلوم کیا جائے۔

۳۔ بھوپال کے سرکردہ قانون داں اصحاب اور بالخصوص جسٹس فیضان الدین صاحب سابق جج سپریم کورٹ آف انڈیا سے ربط پیدا کیا جائے۔

۴۔ ضرورت محسوس ہو تو آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اس کیس میں

فریق بنے۔

۳۔ لیگل کمیٹی نے ممبئی ہائی کورٹ میں ۱۸/سال سے کم عمر ایک مسلم لڑکی کی شادی کے تعلق سے داخل کردہ رٹ پر غور کیا جسمیں Child Marriage restraint Act 1929 کے دستوری جواز کو چیلنج کرتے ہوئے اس قانون کو خلاف دستور قرار دینے کی استدعا کی گئی ہے اس کیس میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کو درخواست گذار نے فریق بنایا ہے اس رٹ میں سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ ۱۹۲۹ء کے جس قانون کو غیر دستوری قرار دینے کی درخواست کی گئی ہے یہ قانون منسوخ ہو چکا ہے اور اس کے بجائے Prohibition of child marriage Act 2006 ملک میں نافذ ہے چنانچہ ممبئی ہائی کورٹ کے اجلاس متفقہ نے درخواست گذار کو اپنی درخواست میں ترمیم کرنے کی مہلت دی ہے۔

۴۔ لیگل کمیٹی کی اس میٹنگ میں انسداد فرقہ وارانہ فساد کا ۲۰۰۹ء کا بل بھی زیر غور آیا اور یہ رائے قرار پائی کہ:

۱۔ اس مجوزہ قانون میں فرقہ وارانہ فسادات کی روک تھام کے سلسلہ میں فرقہ وارانہ اشتعال انگیزی اور مذہبی گروہوں کے خلاف نفرت کے پرچار سے متعلق قانون پر سختی سے عمل کروانے کی کوئی بات نہیں ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ فسادات وہیں ہوتے ہیں جہاں فضا فرقہ وارانہ تحریر، تقریر یا افواہوں کی وجہ سے کشیدہ ہو جاتی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ قانون میں اس کو جرم قرار دیئے جانے کے باوجود کہیں بھی ضلعی انتظامیہ یا ریاستی حکومت نفرت پھیلانے والوں اور مذہبی جذبات کو مشتعل کرنے والوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرتی۔

۲۔ جس علاقہ میں اس بل میں درج شدہ جرائم میں سے کسی کا ارتکاب ہو تو اس علاقہ کو گڑبڑ زدہ (Disturbed) قرار دینے کا قانون بنایا گیا ہے اور اس علاقہ میں امن کے قیام کے لئے پولیس کو کافی اختیارات دیئے گئے ہیں اس سے مسلمانوں کو زیادہ نقصان پہنچنے کا خدشہ پیدا ہوتا ہے، پولیس کے بارے میں کسی گوشہ سے بھی حتی کہ تحقیقاتی کمیشنوں نے بھی یہ نہیں کہا کہ پولیس ناکافی اختیارات کی وجہ سے قیام امن میں ناکام رہی بلکہ یہی الزام پولیس پر لگایا جاتا رہا کہ پولیس نے اپنے اختیارات کا استعمال نہیں کیا اور اگر کیا تو غلط انداز میں اور غیر منصفانہ طور پر کیا، کسی علاقہ کو گڑبڑ زدہ قرار دے کر ایسی پولیس کو منمانی اختیارات کے استعمال کی اجازت دینے سے جو ہمیشہ فسادات کا نشانہ بنتے رہے ہیں وہی مزید سنگین ظلم وستم کا شکار ہوں گے۔

۳۔ اس مجوزہ قانون میں کہیں بھی عہدیداران ضلع یا عہدیداران پولیس کو جواب دہی کے لئے ذمہ دار قرار نہیں دیا گیا ہے جبکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر یہ عہدیداران چوکس و چوکنا رہیں اور بروقت اپنے اختیارات کا استعمال کریں تو فساد کے امکانات بہت کم بلکہ ختم ہو جاتے ہیں اسی نقطہ نظر سے بہت پہلے قومی یکجہتی کونسل (National Integration Council) میں یہ طے کیا گیا تھا کہ جہاں کہیں فساد ہو وہاں کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور سپرنٹنڈینٹ آف پولیس کو فرائض منصبی کی انجام دہی میں غفلت کا مرتکب قرار دے کر تا تحقیقات معطل کر دیا جائے، لیکن آج تک اس فیصلہ پر کوئی عمل نہیں ہوا۔ عہدیداروں اور پولیس کو جواب دہ قرار دینا بہت ضروری ہے اور چونکہ اس قانون میں ان احکام کی جواب دہی کا کوئی تصور نہیں ہے اس لئے یہ قانون نہ صرف ناقص بلکہ نقصان دہ ہے۔

''طے کیا گیا کہ اس بل کے خلاف آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ دیگر مسلم تنظیموں اور جماعتوں کو لے کر وزیر اعظم شری منموہن سنگھ اور وزیر داخلہ شری پی چدمبرم سے نمائندگی کرے اور اس بات کی کوشش کرے کہ بل موجودہ حالت میں پارلیمنٹ میں پیش اور منظور نہ ہو''۔

۵۔ لیگل کمیٹی کی اس میٹنگ میں ملک کی عدالتوں سے خلاف شریعت فیصلوں کا معاملہ بھی زیر غور آیا ان فیصلوں میں طلاق کے واقع ہونے سے انکار کیا گیا ہے یا مطلقہ کو گذارے کے لئے رقومات دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ اجلاس میں یہ احساس پایا گیا کہ ملک کی عدالتیں سپریم کورٹ کے ان فیصلوں کی بنیاد پر یہ احکامات دے رہی ہیں جو سپریم کورٹ شمیم آرا کیس اور دانیال لطفی کیس میں دیئے تھے اور جب تک ان فیصلوں پر سپریم کورٹ کی جانب سے نظر ثانی نہیں ہوتی صورتحال یہی باقی رہے گی کیونکہ موجودہ سیاسی

حالات میں حکومت اور پارلیمنٹ کے ذریعہ کسی قانون کو بنوا کر اس سلسلہ کو روکنا ممکن نہیں معلوم ہوتا اور سپریم کورٹ میں ان فیصلوں پر نظر ثانی کی درخواست اس وقت کی جاسکتی ہے جبکہ اس نوعیت کا کوئی کیس سپریم کورٹ پہنچے۔ لہٰذا موجودہ تکلیف دہ صورتحال کو فی الحال برداشت کرنا ہوگا۔

لیگل سیل کے سلسلہ میں دفتر سے جاری ہونے والے خطوط:

۲۷ر دسمبر ۲۰۰۸ء کو مختلف عدالتوں سے مسلم پرسنل لا کے خلاف صادر ہوئے فیصلوں کے نقول کی فراہمی کے لئے بورڈ کے بعض ارکان کی خدمت میں محترم جنرل سکریٹری صاحب نے درج ذیل خط بھیجا مگر اب تک دفتر کو کوئی جواب نہیں ملا ہے۔

☆ مکرمی و محترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ روز اول سے ہی ''مسلم پرسنل لا'' کے تحفظ اور شریعت ایکٹ کے نفاذ کو قائم اور باقی رکھنے کے لئے مؤثر تدابیر اختیار کرنے، بالواسطہ، بلاواسطہ یا متوازی قانون سازی جس سے قانون شریعت میں مداخلت ہوتی ہو، عام ازیں کہ وہ قوانین پارلیمنٹ یا ریاستی قانون ساز میں وضع کئے جاچکے ہوں یا آئندہ وضع کئے جانے والے ہوں یا اس طرح کے عدالتی فیصلے جو مسلم پرسنل لا میں مداخلت کا ذریعہ بنتے ہوں انہیں ختم کرانے، مسلمانوں کو ان سے مستثنیٰ قرار دئے جانے کی جدوجہد کرتا رہا ہے۔

اس وقت جس اہم کام میں آپ کے تعاون کی اشد ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ **گذشتہ ایک سال کے اندر مسلم پرسنل لا کے کسی بھی جز کے خلاف (مثلاً نکاح، نفقہ، سکنی، حضانت، وراثت، طلاق، رضاعت وغیرہ) مختلف عدالتوں میں جو بھی مقدمات فیصل ہوئے ہوں اس کی نقل اور اس سے متعلق دیگر تفصیلات دفتر بورڈ کو روانہ فرمائیں۔**

امید ہے کہ آپ اس اہم کام کی جانب توجہ فرمائیں گے، ادارہ آپ کے اس تعاون کے لئے شکر گذار ہوگا۔

یتیموں کی تفصیل طلبی کے تعلق سے جملہ ارکان کے نام بورڈ کے اسسٹنٹ جنرل سکریٹری محترم جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب کی طرف سے مؤرخہ ۱۸ر فروری ۲۰۰۹ء کو حسب ذیل خط روانہ کیا گیا:

☆ مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ آپ بفضل الٰہی خیر و عافیت سے ہوں گے۔

سپریم کورٹ میں دائر کردہ ایک رٹ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ یہ واضح کرنا چاہتا ہے کہ مسلم معاشرہ میں یتیم و نادار اور مفلس اطفال کی دیکھ بھال پر توجہ دی جاتی ہے۔ دینی مدارس میں زیر تعلیم طلبہ میں یتیم و نادار طلبہ بھی ہوتے ہیں جن کے کھانے پینے، قیام اور تعلیم کے سارے اخراجات کی خود مدرسہ کفالت کرتا ہے۔ ہم نے دارالقضاء اندور کے مولانا ذکاء اللہ شبلی صاحب اور گجرات کے مفتی محمود حافظ جی بارڈولی کو اس تعلق سے لکھا تھا۔ انہوں نے آپ کے مدرسہ کا نام بھی فہرست میں دیا ہے۔

براہ مہربانی جتنی جلد ہو سکے اس کی اطلاع دیجئے کہ آپ کے مدرسہ کے مختلف درجوں اور شعبوں میں کل طلباء کتنے ہیں اور ان میں یتیم اور نادار طلبہ کی تعداد کتنی ہے جن کی کفالت خود مدرسہ کرتا ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ آپ توجہ فرما کر جواب مرحمت فرمائیں۔

۲۴ر فروری ۲۰۰۹ء کو محترم جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب اسسٹنٹ جنرل سکریٹری بورڈ کی طرف متبنیٰ کے سلسلہ میں جملہ ارکان بورڈ کی خدمت میں حسب ذیل خط روانہ کیا گیا:

☆ مکرمی و محترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ کرے آپ خیر و عافیت سے ہوں

آپ واقف ہوں گے کہ سپریم کورٹ آف انڈیا نے تمام ریاستوں کو یہ ہدایت جاری کی ہے کہ ہر ریاست میں شادیوں کے لازمی رجسٹریشن کا قانون بنایا جائے۔ بعض ریاستی حکومتیں سپریم کورٹ کی ہدایت سے پہلے ہی ایسا قانون بنا چکی ہیں اور کئی ریاستوں نے سپریم کورٹ کی ہدایت کے بعد ایسے قوانین نافذ کئے ہیں۔ امکان اس بات کا ہے کہ ملک کی تمام ریاستوں میں ریاستی حکومتیں ایسا قانون بنائیں گی اور نافذ کرنے کی کوشش کریں گی۔ اور اس کا بھی قوی امکان ہے کہ مرکزی حکومت پارلیمنٹ کے ذریعہ ایسے قانون کو منظور کروائے۔

آپ اس بات سے بھی واقف ہوں گے کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے رجسٹریشن کی افادیت سے اتفاق کے باوجود کئی مرتبہ اس کو لازمی قرار دینے کی مخالفت کی ہے۔ کیونکہ اس کے سارے ملک میں نفاذ میں کئی عملی دشواریاں ہیں۔ دیہاتوں اور دور دراز کے علاقوں کے غریب عوام شادی کے رجسٹریشن کو لازمی قرار دینے کے نتیجہ میں بڑی مشکلات کا شکار ہوں گے۔عملی پہلوؤں سے رجسٹریشن کو لازمی قرار دینے کی مخالفت کے باوجود ایسے قوانین کی تدوین اوران کے نفاذ کا سلسلہ رکتا ہوا نہیں معلوم ہوتا۔

حکومت آندھرا پردیش نے لازمی رجسٹریشن کے قانون کے تحت جو رولس (قواعد) بنائے ہیں اس میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر شادی کروانے والا عیسائی پادری، مسلمان قاضی یا پارسی پریسٹ اس کا کوئی تحریری اندراج مرتب کرتا اور محفوظ رکھتا ہے تو ہر ماہ کی ۳۰ تاریخ تک اس مہینے میں کروائی گئی شادیوں کی سند کی نقل اس علاقے کے شادیوں کے رجسٹر کے پاس بھیج دینا کافی ہوگا اور یہ عمل رجسٹریشن کے قانون کی تعمیل قرار پائے گا۔ آندھرا پردیش میں ایک اور سہولت یہ ہے کہ یہاں کے تمام نکاح خوانوں کی جنہیں قاضی کہا جاتا ہے حیثیت سرکاری طور پر مسلمہ ہے۔ یہ سب ریاستی وقف بورڈ کے کنٹرول میں ہوتے ہیں اور ہر قاضی پر یہ پابندی عائد ہے کہ وہ نکاح نامہ کی ایک نقل وقف بورڈ کو روانہ کرے اور مزید ایک نقل ریاستی دفتر اسناد (State Archives) کو روانہ کرے۔ ریاست بھوپال کے جو اضلاع اب مدھیہ پردیش میں ہیں وہاں بھی نکاح خواں قاضیوں کو سرکاری طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہی صورت حال ریاست مہاراشٹرا کے علاقہ مرہٹواڑہ اور ریاست کرناٹک کے علاقے حیدرآباد کرناٹک میں پائی جاتی ہیں۔ ملک کے دیگر علاقوں میں جہاں موروثی قاضی (نکاح خواں) موجود ہیں ان کو سرکاری طور پر تسلیم کیا جاتا ہے یا نہیں یہ معلوم نہیں ہے۔ اسی طرح جہاں امارت شرعیہ قائم ہیں اور امارت شرعیہ کے تحت نکاح خوانی کا انتظام ہے وہاں اس کی نوعیت کیا ہے؟ کیا پاسپورٹ کی اجرائی وغیرہ کے لئے ان کی جاری کردہ سند نکاح کو تسلیم کیا جاتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں تفصیلی اطلاعات آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کو درکار ہیں۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اس بات کی کوشش کرنا چاہتا ہے کہ لازمی رجسٹریشن کے قانون کے تحت قاضی کی یہ ذمہ داری ہو کہ وہ ہر نکاح کے بعد نکاح نامہ کی ایک نقل اس علاقے کے شادیوں کے رجسٹرار کو روانہ کرے اور رجسٹرار نکاح نامہ کی نقل ملنے پر اپنے ریکارڈ میں ضروری اندراجات کرے اور عاقد اور عاقدہ کو میرج سرٹیفکیٹ اندرون پندرہ یوم جاری کرے۔

اس کوشش کے لئے یہ ضروری ہے کہ ملک کی ریاستوں میں نکاح خوانی کا کیا نظام ہے اور اس کی سرکاری حیثیت کیا ہے؟ اس تعلق سے تمام تفصیلات آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے دفتر میں موجود رہیں۔

میری آپ سے گذارش ہے کہ آپ کی ریاست رعلاقہ میں نکاح خوانی کا جو نظام پایا جاتا ہے اس کی تفصیل روانہ کریں اور یہ بھی کہ ان نکاح خواں قاضیوں کو کہاں تک سرکار تسلیم کرتی ہے اور ان کے جاری کردہ اسنادات کو کیا سرکاری دفاتر میں قبول کرلیا جاتا ہے۔

براہ کرم جتنا جلد ہوسکے یہ تفصیلات دفتر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کو روانہ کرکے ممنون فرمائیے۔

☆ اسی طرح ۲۴رفروری ۲۰۰۹ء ہی کو محترم جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب اسسٹنٹ جنرل سکریٹری بورڈ کی طرف سے لازمی نکاح رجسٹریشن کے سلسلہ میں جملہ ارکان بورڈ کی خدمت میں حسب ذیل خط روانہ کیا گیا:

مکرمی ومحترمی　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ کرے آپ خیروعافیت سے ہوں

آپ واقف ہوں گے کہ سپریم کورٹ آف انڈیا نے تمام ریاستوں کو یہ ہدایت جاری کی ہے کہ ہر ریاست میں میں شادیوں کے لازمی رجسٹریشن کا قانون بنایا جائے۔بعض ریاستی حکومتیں سپریم کورٹ کی ہدایت سے پہلے ہی ایسا قانون بنا چکی ہیں اور کئی ریاستوں نے سپریم کورٹ کی ہدایت کے بعد ایسے قوانین نافذ کئے ہیں ۔ امکان اس بات کا ہے کہ ملک کی تمام ریاستوں میں ریاستی حکومتیں ایسا قانون بنائیں گی اور نافذ کرنے کی کوشش

کریں گی۔ اور اس کا بھی قوی امکان ہے کہ مرکزی حکومت پارلیمنٹ کے ذریعہ ایسے قانون کو منظور کروائے۔

آپ اس بات سے بھی واقف ہوں گے کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے رجسٹریشن کی افادیت سے اتفاق کے باوجود کئی مرتبہ اس کو لازمی قرار دینے کی مخالفت کی ہے۔ کیونکہ اس کے سارے ملک میں نفاذ میں کئی عملی دشواریاں ہیں۔ دیہاتوں اور دور دراز کے علاقوں کے غریب عوام شادی کے رجسٹریشن کو لازمی قرار دینے کے نتیجہ میں بڑی مشکلات کا شکار ہوں گے۔ عملی پہلوؤں سے رجسٹریشن کو لازمی قرار دینے کی مخالفت کے باوجود ایسے قوانین اور ان کے نفاذ کا سلسلہ رکتا ہوا نہیں معلوم ہوتا حکومت آندھرا پردیش نے لازمی رجسٹریشن کے قانون کے تحت جو رولس (قواعد) بنائے ہیں اس میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر شادی کروانے والا عیسائی پادری، مسلمان قاضی یا پارسی پریسٹ اس کا کوئی تحریری اندراج مرتب کرتا اور محفوظ رکھتا ہے تو ہر ماہ کی ۳۰ تاریخ تک اس مہینے میں کروائی گئی شادیوں کی سند کی نقل اس علاقے کے شادیوں کے رجسٹر کے پاس بھیج دینا ہوگا اور یہ عمل رجسٹریشن کے قانون کی تعمیل قرار پائے گا۔ آندھرا پردیش میں ایک اور سہولت یہ ہے کہ یہاں کے تمام نکاح خانوں کی جنہیں قاضی کہا جاتا ہے حیثیت سرکاری طور پر مسلمہ ہے۔ یہ سب ریاستی وقف بورڈ کے کنٹرول میں ہوتے ہیں اور ہر قاضی پر یہ پابندی عائد ہے کہ وہ نکاح نامہ کی ایک نقل وقف بورڈ کو روانہ کرے اور مزید ایک نقل ریاستی دفتر اسناد (State Archives) کو روانہ کرے۔ ریاست بھوپال کے جو اضلاع اب مدھیہ پردیش میں ہیں وہاں بھی نکاح خواں قاضیوں کو سرکاری طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہی صورت حال ریاست مہاراشٹرا کے علاقے مرہٹوارہ اور ریاست کرناٹک کے علاقے حیدرآباد کرناٹک میں پائی جاتی ہیں۔ ملک کے دیگر علاقوں میں جہاں موروثی قاضی (نکاح خواں) موجود ہیں ان کو سرکاری طور پر تسلیم کیا جاتا ہے یا نہیں یہ معلوم نہیں ہے۔ اسی طرح جہاں امارت شرعیہ قائم ہیں اور امارت شرعیہ کے تحت نکاح خوانی کا انتظام ہے وہاں اس کی نوعیت کیا ہے؟ کیا پاسپورٹ کی اجرائی وغیرہ کے لئے ان کی جاری کردہ سند نکاح کو تسلیم کیا جاتا ہے یا نہیں اس بارے میں تفصیلی اطلاعات آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کو درکار ہیں۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اس بات کی کوشش کرنا چاہتا ہے کہ لازمی رجسٹریشن کے قانون کے تحت قاضی کی یہ ذمہ داری ہو کہ وہ ہر نکاح کے بعد نکاح نامہ کی ایک نقل اس علاقے کے شادیوں کے رجسٹرار کو روانہ کرے اور رجسٹرار نکاح نامہ کی نقل ملنے پر اپنے ریکارڈ میں ضروری اندراجات کرے اور عاقد اور عاقدہ کو میرج سرٹیفکیٹ اندرون پندرہ یوم جاری کرے۔

اس کوشش کے لئے یہ ضروری ہے کہ ملک کی ریاستوں میں نکاح خوانی کا کیا نظام ہے اور اس کی سرکاری حیثیت کے اہے اس تعلق سے تمام تفصیلات آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے دفتر میں موجود رہیں۔

میری آپ سے گذارش ہے کہ آپ کی ریاست/علاقہ میں نکاح خوانی کا جو نظام پایا جاتا ہے اس کی تفصیل روانہ کریں اور یہ بھی کہ ان نکاح خواں قاضیوں کو کہاں تک سرکار تسلیم کرتی ہے اور ان کے جاری کردہ اسنادات کو کیا سرکاری دفاتر میں قبول کرلیا جاتا ہے۔

براہ کرم جتنا جلد ہوسکے یہ تفصیلات دفتر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کو روانہ کرکے ممنون فرمائیے۔

☆ داڑھی کے موضوع پر بورڈ کے سکریٹری حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب کی طرف سے اخبارات کے بعض اہم تراشے اور ''داڑھی برقعہ اور جسٹس کاٹجو'' کے عنوان سے ایک مختصر اور جامع حسب ذیل مضمون تمام ارکان بورڈ کے نام ۱۵/اپریل ۲۰۰۹ء کو بھیجا گیا:

داڑھی۔ برقعہ اور جسٹس کاٹجو

۳۱/مارچ کے تقریباً تمام قابل ذکر انگریزی اور اردو اخبارات میں خبر آئی، جس کا عنوان ٹائمز آف انڈیا نے لگایا No Talibanization of India, Says SC سپریم کورٹ کے حوالہ سے شائع اس خبر پر ہر ہندوستانی کا چونکنا فطری ہے اور فاضل جج کے ریمارکس پر ہر امن پسند ہندوستانی اور دستور ہند سے واقف انسان کا دل گرفتہ ہونا سمجھ میں آتا ہے۔

سپریم کورٹ کے فیصلہ اور ریمارکس کا پس منظر یہ ہے کہ۔ نرملا

کانونٹ ہائر سکنڈری اسکول، مدھیہ پردیش میں ایک اقلیتی تعلیمی ادارہ ہے، جہاں ہندو، مسلمان، سکھ طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہیں، اسکول کا ڈریس کوڈ ہے، جسمیں لباس کی وضاحت کی گئی ہے اور یہ بھی صراحت ہے کہ ہر طالب علم کیلئے شیو (داڑھی صاف کرنا) ضروری ہے، اسکول انتظامیہ کے اس فیصلہ کے باوجود سکھ طلبہ داڑھی اور پگڑی کی پابندی کرتے ہیں۔

اسی اسکول میں محمد سلیم نامی طالب علم بھی تعلیم حاصل کر رہا تھا، عمر آئی تو اسے ڈریس کوڈ کی پابندی کی ہدایت کرتے ہوئے داڑھی صاف کرنیکا کا حکم دیا گیا، طالب علم نے کورٹ میں مسئلہ اٹھایا، مگر اس کی گذارش قبول نہیں کی گئی، مدھیہ پردیش ہائی کورٹ کے درخواست رد کرنے کے خلاف معاملہ سپریم کورٹ میں لایا گیا، مسٹر بی اے خان (ریٹائرڈ چیف جسٹس کشمیر ہائی کورٹ اور ایڈوکیٹ سپریم کورٹ) نے سپریم کورٹ میں محمد سلیم کی اپیل پیش کی، جہاں اسے رد کر دیا گیا۔

مسٹر جسٹس رویندرن اور مسٹر جسٹس مارکنڈے کاٹجو کی رائے یہ بنی کہ دستور کی دفعہ ۳۰ کے تحت اقلیتوں کو اپنے ادارے بنانے اور چلانے کا حق ہے، اسلئے سپریم کورٹ نرملا کانونٹ ہائر سکنڈری اسکول کو یہ ہدایت نہیں دے سکتا کہ وہ اپنے ڈریس کوڈ میں تبدیلی کرے، قانونی لحاظ سے یہ نکتہ اہم ہے، اپیل کو رجکٹ کرنے کی یہ بنیادی وجہ ہے!

اس مرحلہ میں نرملا کانونٹ کے منتظمین اور قانون دانوں کے غور کرنے کا ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ اسی اسکول میں سکھ طلبہ کیلئے داڑھی رکھنے اور پگڑی باندھنے کی اجازت ہے، اگر اس اسکول کا کوئی مسلمان یا ہندو طالب علم داڑھی رکھ لے اور پگڑی باندھ کر اسکول جائے، تو اسے اجازت ملے گی یا اسے داڑھی صاف کرانے اور پگڑی اتارنے کا حکم دیا جائے گا۔

اگر اسکول انتظامیہ ہندو اور مسلم طلبہ کو اس کی اجازت دیگی تو پھر کوئی مسئلہ نہیں ہے اور اگر ہندو مسلم طلبہ کو ایسا کرنے سے روکا جائے، تو یہ مذہب کی بنیاد پر تفریق ہے، ایسی تفریق کی اجازت دستور ہند نہیں دیتا اور نہ کسی اچھے ادارہ کے باشعور منتظمین سے اس طرح کے فرق و فاصلہ کی توقع کی جاسکتی ہے۔

دستور کی دفعہ ۳۰ نے اقلیتوں کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنی پسند کے ادارے بنائیں اور چلائیں، اس لحاظ سے سپریم کورٹ کے مذکورہ فیصلہ میں کوئی جھول نظر نہیں آتا، مگر دستور کی بنیادی دفعہ یہ بھی ہے کہ مذہب کی بنیاد پر دو شہریوں میں فرق نہیں کیا جائیگا، معزز ججوں نے اس دفعہ سے آنکھیں بچالیں، طالب علم محمد سلیم کے وکیل مسٹر بی اے خان (سابق چیف جسٹس کشمیر ہائی کورٹ) نے عدالت عالیہ کے سامنے یہ بات رکھی کہ اسی اسکول میں سکھوں کو داڑھی رکھنے اور پگڑی باندھنے کی اجازت ہے، بس اسی بات پر چیف جسٹس مارکنڈے کاٹجو کو غصہ آ گیا اور انھیں اپنی حدوں کا بھی خیال نہیں رہا اور انھوں نے وہ بات کہدی جس نے اچھے اچھوں کو سکتے میں ڈال دیا، اخبارات میں سرخیاں لگ گئیں: ''طالبانی کرن نہیں- سپریم کورٹ کا اظہارِ خیال''- اور اسی خبر میں جسٹس صاحب کا اگلا جملہ بھی موجود ہے ''کل کو کوئی لڑکی کہے گی ہمیں برقعہ پہننے کی اجازت دی جائے تو کیا اجازت دی جائیگی؟''

اس اظہارِ خیال کو بارہ دن سے زیادہ گذر گئے، عدالت عالیہ کی طرف سے نہ کوئی تردید آئی نہ تنبیہ!

نرملا کانونٹ اسکول نے جو کیا اسے مذہب کی بنیاد پر تفریق کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے؟ مگر مسٹر جسٹس کاٹجو نے جو کچھ کہا، اسے کیا کہا جائے، محمد سلیم کے دل سے پوچھیئے..... کیا وہ سوچ نہیں رہا ہے کہ تفریق مذہب کی بنیاد پر کی جارہی ہے! کیا کوئی باشعور غیر جانبدار انسان اسکے سوا اور کچھ کہہ سکتا ہے؟؟

مجھے برقعہ پر جسٹس مارکنڈے کاٹجو کے ذلت آمیز تبصرہ پر وہ دن یاد آئے، جب کرناٹک کے ایک ادارہ میں برقعہ پر سنگھی کرفیو لگا دیا گیا اور لاٹھی ڈنڈا کے ساتھ طالبات کو تعلیم گاہ چھوڑنے یا برقعہ چھوڑنے پر مجبور کیا گیا تھا.....کرناٹک کے اس حادثہ کے پیچھے جو ذہن کام کر رہا تھا، اگر سپریم کورٹ اور جسٹس کاٹجو کا نام ہٹا دیا جائے، تو اس جملہ کے پس پردہ وہی ذہنیت کام کرتی محسوس ہوتی ہے!

داڑھی کے ہی موضوع پر بورڈ کے سکریٹری حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب نے مؤرخہ ۱۷/اپریل ۲۰۰۹ء کو تمام ارکان کے نام حسب

ذیل خط تحریر فرمایا:

☆ مکرم ومحترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج بعافیت ہوں، ایک نہایت اہم ملّی مسئلہ کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ مسئلہ کی سنگینی اور دوررس نتائج کومحسوس کرتے ہوئے آپ مکمل فکری اور عملی ہم راہی کیلئے آمادہ ہوں گے، اور اس سلسلہ کے اقدامات کی اپنے مضبوط اور مسلسل عمل سے تائید کرینگے۔

جسٹس مارکنڈے کاٹجو نے ۳۰/مارچ ۲۰۰۹ء کو سپریم کورٹ میں ریمارکس کرتے ہوئے ڈاڑھی اور برقعہ کو جس طرح ''طالبان'' سے جوڑا ہے، آپ کے علم میں ہوگا، یہ نہ صرف غلط ہے۔ بلکہ ملت اسلامیہ کی مذہبی اور تہذیبی شناخت کو مٹانے کی عدالتی راہ ہے، عدالتی کاروائی کے دوران کوئی بھی جسٹس زبانی ریمارکس کے ذریعہ اگر شعائر اسلام کی توہین کرتا ہے، یا تخفیف کرتا ہے، یا اسے غلط اور غیر واقعی شناخت دیتا ہے، تو جج کا ایسا ریمارکس جرم ہے، جس پر صرف اسلئے خاموش نہیں رہا جاسکتا کہ یہ معاملہ کنٹیمٹ آف کورٹ کے دائرہ میں آسکتا ہے اور جیل جانے کی نوبت آسکتی ہے!

ہمیں اپنے وطن عزیز میں بحیثیت مسلمان زندہ رہنا ہے، اپنی شناخت، تہذیب اور سب سے بڑھکر دین کی پیروی کرتے ہوئے زندہ رہنا ہے، یہ ہمارا واضح موقف ہے، یہ ملت اسلامیہ کے ہر فرد کا سونچا سمجھا راستہ ہے، حکومت اور عدالت کے دباؤ میں نہ ہم اپنی راہ بدل سکتے ہیں اور نہ نرم روی اور آہستہ خرامی پسند کرسکتے ہیں، کیونکہ ہم سبھوں کو سب سے بڑے حاکم کی سب سے بڑی عدالت میں جواب دینا ہے۔

اسی احساس ذمہ داری کے ساتھ یہ عریضہ بھیج رہا ہوں، آپ کی خدمت میں چند اوراق اسی سلسلہ کے پہنچے ہوں گے، تاکہ آپ اور آپ کے رفقاء اصل معاملہ اور اسکی قانونی حیثیت سے واقف ہوسکیں اور پوری آگہی اور بھر پور بصیرت کے ساتھ اس کارواں میں شریک ہوں، جو حق کا پرچم بلند کرنے اور اللہ کی سرزمین پر اللہ کے دین اور اس کے شعائر کی حفاظت کیلئے تیار کیا جارہا ہے...... اگر اس مرحلہ میں ہم بیدار نہ ہوئے اور پوری ذمہ داری کے ساتھ اپنے احساسات کو حکومت اور عدالت کے سامنے نہیں پہونچایا، تو یقین کیجیے وہ دروازہ کھل چکا ہے جس کے ذریعہ عدالتیں قانون شریعت کو ختم کردیں گی، آج جو ریمارکس کی شکل میں سامنے آیا ہے، کل وہ فیصلہ کے طور پر آجائے گا، اس لیے اگر آج عدالت کی غلط کاروائی کا نوٹس نہیں لیا گیا، تو کل جب فیصلہ بھی آجائے گا، ہم بے چارگی کے ساتھ ایک دوسرے کو دیکھنے کے سوا کچھ نہ کرسکیں گے۔

ججوں کی بے لگامی کو دور کرنے اور حکومتوں کی بے نیازی کو ختم کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ہم سب باشعور، ذمہ دار، حساس اور باعمل ملت کا طریقہ اپنائیں اور پوری یک جہتی اور یک سمتی کے ساتھ مناسب اقدامات کریں ان اقدامات کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ اس سلسلہ میں کئے گئے سارے اقدامات کو اللہ کی رضا، دین کی بقاء اور ملت کی سرفرازی کیلئے کیا جائے، اس خدمت میں نام ونمود، اشتہار اور نمائش کی کوئی گنجائش نہیں ہے، دوسری اہم گذارش یہ ہے کہ اسے الیکشن ایشو نہ بنایا جائے، لیکن الیکشن سے فائدہ اٹھایا جائے ہماری ذمہ داری ہے کہ:

۱- اپنے شہر، اپنے علاقہ کے چند نمایاں سمجھدار مسلمانوں کے ساتھ یوپی اے سے تعلق رکھنے والی پارٹیوں کے پارلیمانی کنڈیڈیٹ سے پوچھیں کہ جج کے بیان پر آپ کا تأثر کیا ہے، انکا تأثر سنکر آپ کہیں کہ یوپی اے کی چیرپرسن، اپنی پارٹی کے صدر، وزیر اعظم، صدر جمہوریہ، نائب صدر جمہوریہ، چیف جسٹس آف انڈیا، مرکزی وزیر قانون اور مسٹر جسٹس مارکنڈے کاٹجو کو اپنے احساسات اور مسلمانوں کے خیالات اور ان کے درد سے واقف کرائیں، ان سے یہ بھی مطالبہ کریں کہ وہ اپنے خط کی ایک کاپی آپ کے حوالہ کریں، جس کی فوٹو کاپی آپ مذکورہ بالا حضرات کو بھیجیں، ایک کاپی میرے نام بھیجیں اور ایک کاپی اپنے پاس محفوظ رکھیں۔ الیکشن میں جہاں مناسب نمائندوں کو منتخب کرنا آپ کا حق ہے، وہیں آپ کی ذمہ داری ہے کہ ''اس موقعہ'' کو شعائر اسلامی کی حفاظت اور دین پر عمل کے استحکام کیلئے بھی استعمال کریں، ہماری مومنانہ بصیرت اور ایمانی فراست کا یہ تقاضا ہے!

۲- ہم سبھوں کی ذمہ داری ہے کہ انگریزی اور ہندی میں خطوط

مسلسل پتوں پر بھیجتے رہیں اور بھجواتے رہیں، آپ ارادہ کرلیں کہ اس نیک کام کو جون تک خاموش کاغذی تحریک کے طور پر چلانا ہے، اور آپ کے توسط سے روز ایک خط پوسٹ ہونا ہے، انتر دیسی یا لفافے۔ خط مختصر لکھیں، جو مناسب سمجھ میں آئے ضرور لکھیں، یہ ضرور تحریر کریں کہ داڑھی اور برقعہ پر جسٹس مارکنڈے کاٹجو کے ریمارکس سے مجھے، عام مسلمانوں کو اور انصاف پسند انسانوں کو سخت تکلیف پہنچی ہے، یہ کیسی عوامی حکومت ہے جہاں کا وزیر اعظم داڑھی کو مذہبی حیثیت سے رکھتا ہے اور غیر ممالک میں داڑھی کی وکالت کرتا ہے، اور مسلمانوں کی مذہبی داڑھی کو ایک جج جرم کی علامت کہتا ہے۔

۳- یہ خیال رہے کہ خطوط بھیجنے کا یہ سلسلہ جون کے آخر تک مسلسل جاری رکھنا ہے، ہمیں کسی سیاسی پارٹی یا عدالت کو نشانہ نہیں بنانا ہے، محفوظ الفاظ میں اپنی تکلیف کا کھلکر اظہار کرنا ہے۔ اور جسٹس کاٹجو کے ان جملوں کی واضح مگر مناسب انداز میں مذمت کرنی ہے۔

مجھے یقین ہے کہ آپ میری گذارشات پر غور کرینگے، اور ہر نازک مرحلہ میں اپنی ذمہ داری نبھائینگے، ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم (اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرینگے، اور تمہارے قدموں کو جما دینگے۔)

بورڈ کے سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی طرف سے بورڈ کے بعض ارکان کے نام حسب ذیل خط مؤرخہ ۳ رمئی ۲۰۰۹ء کو بھیجا گیا اور اس خط کے ساتھ حسب ذیل پرفورما بھی بھیجا گیا:

☆ جناب مکرم ومحترم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج بعافیت ہو!

سپریم کورٹ میں زیر بحث ایک مقدمہ میں مسلم پرسنل لا بورڈ کو یہ وضاحت کرنی ہے کہ یتیموں کہ متعلق مسلمان پورا اہتمام کرتے ہیں ،انہوں نے ادارے کھول رکھے ہیں، جنکا نظم ملت کے ذمہ دار افراد کے ہاتھوں میں ہے، اس بات کو مضبوطی کے ساتھ پیش کرنے کیلئے ملک کے یتیم خانوں کی فہرست اسمیں زیر تربیت افراد کی تعداد پیش کرنی ہے، اسی ضرورت کے پیش نظر مزید تفصیلات حاصل کرنے کے لئے ایک پرفورما (نمونہ کا خاکہ) منسلک ہے، تاکہ ہر ایک یتیم خانہ کے متعلق ضروری تفصیلات بورڈ کے دفتر میں رہیں۔

براہ کرم اس طرف فوری توجہ فرمائیں، اور آپ کے علم میں جو بھی یتیم خانے ہوں، ان سے معلومات حاصل کرکے پرفورما بھر کر بورڈ کے دفتر کو ارسال فرمائیں (پرفورما کی فوٹو کاپی کرائی جاسکتی ہے) اگر تفصیلات بھیجنے میں دشواری ہو تو کم از کم ان یتیم خانوں کا پتہ ارسال فرمائیں جو آنجناب کے علم میں ہوں۔ توجہ فرمائی کیلئے مشکور ہونگا۔

ہندستان کے یتیم خانوں سے متعلق تفصیلات

یتیم خانہ کا نام اور مکمل پتہ:..............................

یتیم خانہ کا سنہ تاسیس:........... فون رفیکس..........................

ای میل...

یتیم خانہ میں یتیموں کی کل تعداد:.......................بچوں کی تعداد:

.... بچیوں کی تعداد:.....................................

یتیم خانہ میں کس عمر میں بچوں ربچیوں کو قبول کیا جاتا ہے؟............

کس عمر تک رکھا جاتا ہے؟......... کس طرح کی تعلیم کا نظم ہے؟.......

یتیم خانہ کے تربیت یافتہ بچے ربچی یتیم خانہ سے نکل کر کس طرح کا پیشہ اپناتے ہیں:...

کیا یتیم خانہ کی اپنی عمارت ہے؟ ....خام ہے یا پختہ .... کرایہ کی عمارت ہے؟.......................................

یتیم خانہ وقف بورڈ میں درج ہے؟ اگر وقف بورڈ میں درج ہے تو اسکا کوئی متولی ہے یا کمیٹی؟...

یتیم خانہ ٹرسٹ ایکٹ یا کسی اور ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے؟............

عوام کی منتخب کمیٹی کے ذریعہ نظم چلتا ہے یا کوئی اور سسٹم ہے؟...........

یتیم خانہ کے صدر کا نام......................... پتہ......................

فون رفیکس......................... موبائل نمبر.............................

یتیم خانہ کے سکریٹری کا نام......................... پتہ..................

فون رفیکس......................... موبائل نمبر.............................

(آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ شکر گذار ہے کہ آپ نے مذکورہ بالا معلومات بہم پہونچائیں)

☆ یتیموں کی تفصیل طلبی کے لئے ۶/مئی ۲۰۰۹ء کو جنرل سکریٹری صاحب کی طرف سے تمام ارکان اور ملک کے بعض اہم مدارس کے نام حسب ذیل خط بھیجا گیا:

محترمی و مکرمی! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ آپ بعافیت ہوں گے!

سپریم کورٹ میں تبنیت کے سلسلہ میں مسز شبنم ہاشمی کی جانب سے دائر ایک رٹ کے تعلق سے جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب اسسٹنٹ جنرل سکریٹری بورڈ کی طرف سے فروری ۲۰۰۹ء میں ایک تفصیلی مراسلہ آپ کو بھیجا گیا تھا جس میں آپ سے درخواست کی گئی تھی کہ کورٹ میں مقدمہ کی پیروی کے سلسلہ میں یتیم و لاوارث مسلمان بچوں، بچیوں کی کفالت کے بارے میں مدارس و یتیم خانوں میں ان زیر کفالت بچوں، بچیوں کی مکمل تفصیلات جلد از جلد فراہم کریں، جنکی مکمل پرورش و نگہداشت کی ذمہ داری مسلم یتیم خانوں اور مدارس نے اٹھا رکھا ہے۔ آپ کی فراہم کردہ درست و مکمل تفصیلات نیز اعداد و شمار کی مدد سے مذکورہ بالا مقدمہ میں بورڈ کو پیروی کرنے میں کافی سہولت ہوگی۔ اسلئے آپ سے اس اہم کام میں فوری تعاون کی گذارش ہے۔

(۳) اصلاح معاشرہ کمیٹی:

مرکزی اصلاح معاشرہ کمیٹی کی طرف سے ایک دو روزہ تربیتی کیمپ لکھنؤ میں منعقد کیا گیا جس کی رپورٹ حسب ذیل ہے۔

(۱) ندوۃ العلماء لکھنؤ میں مولانا علی میاں ندوی اصلاحی فاؤنڈیشن کے روح رواں جناب شیراز الدین صاحب کے زیر اہتمام دو روزہ اصلاح معاشرہ تربیتی پروگرام مؤرخہ ۲۳/۲۴/ اکتوبر ۲۰۰۸ء کو حسن و خوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہوگیا۔ یہ تربیتی پروگرام چار نشستوں میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی تحریک اصلاح معاشرہ کے تحت مولانا معین اللہ ندوی ہال ندوۃ العلماء لکھنؤ میں ہوا۔ اس موقع پر اصلاح معاشرہ تربیتی پروگرام کی صدارت تحریک اصلاح معاشرہ کمیٹی کے کل ہند کنوینر حضرت مولانا سید محمد ولی صاحب رحمانی سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر نے فرمائی۔ افتتاحی تقریر کرتے ہوئے دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن صاحب اعظمی ندوی نے کہا کہ مدارس اسلامیہ کے طلبہ اسلامی زندگی کا نمونہ پیش کریں۔ انہوں نے فرمایا کہ ضروری ہے کہ فرد کی تربیت ہو، فرد اچھا ہوگا تو پورا معاشرہ اچھا ہوگا۔ مدارس کے طلبہ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں کہ وہ دنیا میں کیوں بھیجے گئے ہیں۔ اگر وہ بے حسی اور بے شعوری اور دین سے غفلت برتیں گے تو معاشرہ بگڑ جائے گا۔ ندوۃ العلماء کے استاذ مولانا سید سلمان حسینی ندوی صاحب نے معاشرہ کی خرابی کے لئے میڈیا کی خراب ذہنیت اور اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ کو ذمہ دار قرار دیتے ہوئے کہا کہ قلم بک چکے ہیں، ایسے لوگوں کے ہاتھ سے قلم چھین کر ان ہاتھوں میں دینے کی ضرورت ہے جو اصلاح معاشرہ کی تحریک کے لئے اٹھے ہوں۔ انہوں نے کہا کہ حقوق نسواں کی تحریکات کے اس دور میں خواتین کو نشانہ بنانے والوں میں ڈاکٹر اور پالیسی ساز ادارہ ذمہ دار ہیں۔ مولانا خالد رشید فرنگی محلی رکن بورڈ نے بہت اہم باتیں ائمہ حضرات کے سامنے پیش کیں، انہوں نے کہا کہ اللہ نے آپ کو ایک مخصوص مقصد کے لئے منتخب کیا ہے، امام کا کام صرف نماز پڑھانا نہیں ہے، بلکہ مسلمانوں کے تمام مسائل کا حل نکالنے کے لئے ان کی مدد کرنا بھی ہے۔ صدر نشست حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ اصلاح معاشرہ کی تحریک اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ شر سے خیر کی طرف آیا جائے اور پیغام ہدایت کو دل سے قبول کیا جائے۔ اور وہ طریقہ اختیار کیا جائے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔ یہ تحریک انہیں بنیادوں پر مبنی ہے اور انہیں بنیاد پر آگے بڑھ سکتی ہے۔ انہوں نے افسوس ظاہر کیا کہ سارا مسلم سماج دوسرے سماج کی برائیاں اپنے اندر لے رہا ہے، جیسے ذات پات کی اونچ نیچ، علاقہ واریت، طبقہ واریت، روپے پیسے کی دوڑ اور دولت کی بنا پر عظمت حاصل کرنا وغیرہ۔ مولانا نے ائمہ حضرات سے کہا کہ اصلاحی کاموں کی ابتدا مسجد کے ممبروں اور جمعہ کے خطبوں سے ہوتی ہے۔ ائمہ حضرات جمعہ کے خطبہ کو پہلے سے تیار کریں۔ انہوں نے طلبہ کو ایک دینی مدرسہ کے طالب علم کی حیثیت سے ان کی ذمہ داری یاد دلائی۔ صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب نے افسوس ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ آج ہم اسراف کے ذریعہ خود کو مصیبتوں میں ڈال رہے ہیں اور قرضوں میں ڈوبے جا رہے ہیں۔

انہوں نے مشورہ دیا کہ ہر طرح کے اسراف سے بچیں اور یہ رقم غرباء، مساکین، غریب رشتہ داروں، دوستوں اور ہمسایوں کے حقوق اور دیگر انسانی فلاحی کاموں میں استعمال کریں۔ اس موقع پر مولانا عبدالعلیم فاروقی صاحب نے بھی خطاب فرمایا۔ اس پروگرام کی آخری نشست میں حسب ذیل تجاویز منظور کی گئیں:

(۱) ملت کے باصلاحیت افراد کو معاشرہ کی اصلاح کے کام کے لئے تیار کرنا۔

(۲) دعوت کے کام میں جرأت و بے باکی اختیار کی جائے اور حکمت سے کام لیا جائے۔

(۳) علماء حضرات اپنے حلقوں میں درس قرآن وحدیث کا نظم کریں۔

(۴) ان مسلم طلباء پر بھی توجہ دی جائے جو اسکولوں، کالجوں، اور یونیورسیٹیوں میں زیر تعلیم ہیں

(۵) ائمہ حضرات اپنا مطالعہ وسیع کریں

(۶) طلبہ اصلاح معاشرہ تحریک سے وابستگی کے ساتھ ساتھ دینی استعداد پر خصوصی توجہ دیں

(۷) اسراف وفضول خرچی کی روک تھام کے لئے مؤثر اقدام کیا جائے۔

(۸) ہر مدرسہ میں اصلاح معاشرہ کا شعبہ قائم کیا جائے۔

☆ **مرکزی کمیٹی کے کنوینر حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی سرپرستی اور علاقائی کنوینزوں کے تعاون سے پورے ملک کے مختلف شہروں اور علاقوں میں اصلاح معاشرہ کے دورے اور پروگرام ہو رہے ہیں جس کی علیحدہ سے محترم کنوینر صاحب انشاء اللہ مفصل رپورٹ پیش فرمائیں گے۔**

خواتین کے اجتماعات

(۲) بورڈ کی مجلس عاملہ لکھنؤ نے مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی سرپرستی میں جناب کمال فاروقی صاحب کو دہلی میں خواتین کے اجتماع کی ذمہ داری دی تھی، اس سلسلہ میں مولانا محمد ولی رحمانی کی سرپرستی میں کئی نشستیں ہو چکی ہیں لیکن اس کی مکمل رپورٹ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب اپنی رپورٹ میں پیش فرمائیں گے انشاء اللہ۔

(۴) تفہیم شریعت کمیٹی:

بورڈ نے اپنے اٹھارہوں اجلاس بمقام بھوپال میں یہ کمیٹی تشکیل دی اور مولانا سید جلال الدین عمری صاحب کو اس کا کنوینر منتخب کیا۔ مولانا عمری صاحب کی کنوینر شپ میں یہ کمیٹی اپنا کام اچھی طرح انجام دے رہی تھی مگر جماعت اسلامی ہند کے امیر منتخب ہونے کے بعد مولانا عمری صاحب نے کنوینر کی ذمہ داری سے معذرت کردی اور ساتھ ہی اپنا بھرپور تعاون دینے کا وعدہ فرمایا۔ چنانچہ بورڈ کے کلکتہ اجلاس کے بعد صدر بورڈ نے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کو اس کمیٹی کا کنوینر منتخب کیا۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے کنوینر منتخب ہونے کے بعد کئی جگہوں پر کام کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کے طریقہ کار اور نہج پر بھی غور کیا۔

☆ کمیٹی کی پہلی میٹنگ مؤرخہ ۹ر اگست ۲۰۰۸ء روز ہفتہ کو بعد نماز مغرب آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے مرکزی دفتر (دہلی) میں رکھی جس میں تفہیم شریعت کے کام کو پورے ملک میں عموماً اور دہلی میں خصوصاً بڑھانے کے لئے دہلی کے ارکان بورڈ کے ساتھ ایک خصوصی نشست ہوئی، اس نشست میں درج ذیل حضرات شریک ہوئے:

حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب	(جنرل سکریٹری بورڈ)
مولانا احمد علی قاسمی صاحب	(رکن اساسی بورڈ)
مولانا عمید الزماں کیرانوی صاحب	(رکن اساسی بورڈ)
ڈاکٹر محمد عبدالحق انصاری صاحب	(رکن اساسی بورڈ)
ڈاکٹر قاسم رسول الیاس صاحب	(رکن اساسی بورڈ)
جناب امین عثمانی صاحب	(رکن اساسی بورڈ)
جناب فیروز خاں ایڈوکیٹ صاحب	(مدعو خصوصی)
جناب بہار الدین برقی صاحب ایڈوکیٹ	(رکن بورڈ)
مولانا محمد یعقوب خان صاحب	(رکن بورڈ)
مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب	(کنوینر کمیٹی)

حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب نے اس نشست کی صدارت فرمائی، ڈاکٹر قاسم رسول الیاس صاحب کی تلاوت سے نشست کا آغاز ہوا، کنوینر کمیٹی نے اپنی تمہیدی گفتگو میں کہا کہ بورڈ کا بنیادی مقصد

قانون شریعت کا تحفظ ہے جس کے لئے سیاسی اور قانونی سطح پر مسلسل کوششیں ہورہی ہیں اور عدالتوں میں زیر دوراں مقدمات کے سلسلہ میں لیگل سیل کمیٹی بحمد اللہ بہتر طور پر کام کررہی ہے، بورڈ کا ایک مقصد خود مسلمانوں میں قانون شریعت پر عمل کے جذبہ کو ابھارنا اور انہیں رضا کارانہ طور پر اس کے لئے آمادہ کرنا ہے، چنانچہ عوامی سطح پر اس مقصد کے لئے اصلاح معاشرہ کمیٹی کام کررہی ہے اور مرکزی اور ریاستی سطح پر اس کے لئے کمیٹیاں قائم ہیں جو بہتر طور پر اصلاح معاشرہ کے لئے کوشاں ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری تھا کہ امت کے خواص، وکلاء اور قانون دانوں کو قانون شریعت سے آگاہ کیا جائے، قانون شریعت جس میں حکمت و مصلحت اور فطرت انسانی سے ہم آہنگی ہے اسے واضح کیا جائے، نیز شرعی قوانین کے بارے میں جو غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں انہیں دور کیا جائے، اسی مقصد کے پیش نظر ۲۹، ۳۰؍اپریل و یکم مئی ۲۰۰۵ء اجلاس بھوپال میں تفہیم شریعت کمیٹی بنائی گئی تا کہ اس کام کو منظم طور سے وسیع پیمانہ پر کیا جائے، آج کی اس نشست کا مقصد یہی ہے کہ اس کو مؤثر بنانے سے متعلق غور و خوض ہو اور خاص کر دہلی میں اس کی مرکزی حیثیت کے پیش نظر اس کام کو بڑھایا جائے۔

اس کے بعد کنوینر نے تفہیم شریعت پروگرام کے سلسلہ میں کچھ تجاویز پیش کیں اور حاضرین سے درخواست کی کہ ان تجاویز میں جو اضافہ، کمی یا ترمیم و تبدیلی کی ضرورت محسوس ہو اسے پیش فرمائیں۔ تجاویز حسب ذیل ہیں:

<u>تفہیم شریعت پروگرام کے سلسلہ میں تجاویز</u>

۱- تفہیم شریعت کے دو پہلو ہیں: ایک قانون دانوں اور دانشوروں کو قانون شریعت اور خاص کر مسلم پرسنل لا کے بارے میں واقف کرانا، دوسرے قانون شریعت کے بارے میں جو غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں، ان کو دور کرنا۔

۲- ان دونوں پہلوؤں کے لئے دو طریقہ کار اختیار کیا جاسکتا ہے: ایک زبانی تفہیم کا، دوسرے ان موضوعات پر لٹریچر کی تیاری کا۔

۳- زبانی تفہیم کی صورت یہ ہے کہ

(الف) اسلامی قوانین کے مختلف پہلوؤں پر توسیعی خطبات رکھے جائیں اور ان میں مسلمان اور غیر مسلم قانون دانوں اور دانشوروں کو خاص طور پر مدعو کیا جائے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پہلے اس طرح کے اجتماعات مسلمانوں کے لئے رکھے جائیں اور دوسرے مرحلہ میں مشترک اجتماعات رکھے جائیں۔

(ب) بعض وہ مسائل-جنہیں ذرائع ابلاغ میں اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے لئے ابھارا جاتا ہے، -ان پر مذاکرہ (سمپوزیم) رکھا جائے اور اسلام کی مؤثر نمائندگی کرنے والی شخصیتوں کو اسپیکرس میں اہمیت دی جائے۔

(ج) ایسے خطبات کے لئے خاص طور پر ایسے شہروں کا انتخاب کیا جائے، جہاں ہائی کورٹ یا اس کی بنچ موجود ہو، تا کہ اونچی سطح پر لوگوں تک شریعت کا حقیقی پیغام پہنچ سکے۔

(د) سمپوزیم دہلی، ممبئی اور کلکتہ میں رکھنے کی کوشش کی جائے، تا کہ ذرائع ابلاغ تک رسائی میں سہولت ہو اور میڈیا کے غیر حقیقت پسندانہ رویہ کا میڈیا ہی کے ذریعہ جواب دیا جاسکے۔

۴- خطبات میں درج ذیل موضوعات کو مع ان کے ذیلی عناوین کے اہمیت دی جائے:

<u>اسلام کے اصول قانون-اجمالی تعارف</u>

سرچشمہ قانون- اسلام کی نظر میں، قانون شریعت کے بنیادی مصادر، قانون شریعت کے مختلف شعبے، مسلم پرسنل لا کی شرعی حیثیت۔

<u>نکاح</u>

اسلام کا تصور نکاح، ارکان نکاح، شرائط نکاح، موانع نکاح، مہر، متعہ، نکاح باطل و فاسد، ولایت و کفاءت، حکم نکاح، نکاح بیوگاں، تعدد ازدواج اور اس کی شرائط و مصالح، نکاح پر مرتب ہونے والے اثرات۔

<u>نفقہ</u>

نفقہ میں شامل سہولتیں، نفقہ کی مقدار، نفقہ زوجیت، نفقۂ اولاد، نفقۂ والدین، نفقۂ اقارب، جن صورتوں میں نفقہ ساقط ہوجاتا ہے، نفقۂ

عدت، نفقۂ مطلقہ اور شرعی نقطۂ نظر

قانون طلاق

طلاق کے بارے میں اسلامی تصور، الفاظ کے اعتبار سے طلاق کی قسمیں، طلاق کی مختلف قسموں کے احکام، کن لوگوں کی طلاق واقع ہوتی ہے، یعنی اہلیت طلاق، کن پر طلاق واقع ہوسکتی ہے؟ یعنی طلاق کا محل ہونا، طلاق سے پہلے جن تدابیر کا اختیار کرنا بہتر ہے، طلاق اور تحکیم، مردوں ہی کو طلاق کا اختیار کیوں؟ تفویض طلاق، طلاق کے اثرات: نفقۂ عدت، نفقۂ اولاد، حضانت اور اجرت حضانت۔

قانون خلع وتفریق

خلع کا مقصد اور اس کے احکام، ایلا، ظہار، اسباب فسخ نکاح، متارکہ، حرمت مصاہرت، ارتداد۔

نسب سے متعلق قوانین

اسلام میں حفاظت نسب اور شناخت کی اہمیت، ثبوت نسب کے اصول، تبنیت - اسلامی نقطۂ نظر، تبنیت کے سماجی ونفسیاتی اثرات، عدت اور اس کے احکام، لقیط کا حکم۔

قانون میراث

تقسیم دولت کے اسلام کا بنیادی تصور، قانون میراث کے بنیادی اصول، مختلف حالتوں میں عورتوں کا حق میراث، یتیم پوتے کی میراث کا مسئلہ۔

قانون وصیت، ہبہ وغیرہ

وصیت مالی کے معتبر ہونے کی شرطیں، موانع وصیت، ہبہ کے احکام، ورثاء کے درمیان غیر عادلانہ ہبہ، مرض وفات میں ہبہ، ولی کی طرف سے وصی کا تقرر۔ وقف کا اسلامی تصور، وقف مساجد، دیگر اوقاف، وقف علی الاولاد، وقف کی تولیت، وقف کا استبدال۔

مسلم اور غیر مسلم تعلقات

اسلام میں انسانی وحدت کا تصور، مذہبی رواداری، عبادت گاہوں اور مذہبی شخصیتوں کا احترام، غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم، آیات جہاد کا مصداق اور غلط فہمیاں۔

۵- ایسے مختصر رسائل منتخب یا مرتب کئے جائیں، جن میں مسلم پرسنل لا کے بعض مسائل - تعدد ازدواج، مردوں کا حق طلاق، میراث میں بعض حالتوں میں مردوں اور عورتوں کے حصہ میں فرق، یتیم پوتے کی میراث، پردہ، عورتوں کی شہادت، عورتوں کی دیت، حرمت مصاہرت، تبنیت وغیرہ -- کے سلسلہ میں اسلامی نقطۂ نظر کی وضاحت اور انسانی فطرت اور مصالح سے اس کی ہم آہنگی پر روشنی ڈالی جائے، ان تمام موضوعات پر -- جیسا کہ اشارہ کیا گیا -- از سر نو لکھانے کی ضرورت نہیں، بلکہ جن موضوعات پر پہلے سے تحریریں موجود ہیں، یا بورڈ کا مطبوعہ لڑیچر اس سلسلہ میں کفایت کرتا ہے، تو ان ہی سے فائدہ اٹھایا جائے۔

۶- کچھ ایسے لٹریچر تیار کئے جائیں، جس میں پرسنل لا سے متعلق قوانین -- قانون نکاح، قانون طلاق، قانون وراثت وغیرہ -- کے بارے میں شریعت کے احکام اور ان کی حکمتیں ساتھ ساتھ ذکر کی جائیں اور اختصار سے کام لیا جائے، تا کہ ان قوانین کا پس منظر، ان کی روح، ان کے مقاصد، فطرت انسانی سے ان کی مطابقت اور عقل سے ان کی ہم آہنگی نیز ان کا باہمی ارتباط واضح ہوجائے، اس طرح کی ایک مفید کوشش پڑوسی ملک میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسیٹی اسلام آباد کے شعبہ شریعہ اکیڈمی نے کی ہے اور یہ لٹریچر وکلاء اور قانون دانوں کے لئے تیار کیا گیا ہے، ہم اس سے بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

۷- اوپر جن موضوعات کا ذکر کیا گیا ہے، ان سے متعلق تحریروں کا انگریزی اور ہندی میں ترجیحی بنیاد پر اور دوسری زبانوں میں حسب سہولت ترجمہ بھی کرایا جائے، تا کہ برادران وطن اور اردو سے نابلد نئی نسل تک اس لٹریچر کی رسائی ہوسکے۔

۸- تفہیم شریعت کے پیغام کو ملک کے مختلف حصوں تک پہونچانے کے لئے ان تمام شہروں میں - جہاں ہائی کورٹ یا اس کی بنچ موجود ہو - تفہیم شریعت کی چند رکنی کمیٹی بنادی جائے، جس میں شہر کے مقتدر عالم اور کسی نمایاں مسلمان وکیل کی نمائندگی ضرور ہو اور بورڈ کے کچھ مقامی ارکان سے

بھی اس سلسلہ میں تعاون لیا جائے۔

۹- تفہیم شریعت کی مہم کو تیز کرنے کے لئے ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ جیسے مختلف جماعتیں اصلاح معاشرہ کا ہفتہ یا عشرہ مناتی ہیں، اسی طرح بورڈ کے تحت تفہیم شریعت کا عشرہ منایا جائے اور مختلف شہروں میں بورڈ کے ذمہ داران وارکان، دیگر علماء اور قانون دانوں سے استفادہ کیا جائے۔

ان تجاویز کی خواندگی کے بعد گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب نے فرمایا کہ اس کام میں تسلسل کو برقرار رکھنے کے لئے علماء اور قانون دانوں کے درمیان رابطہ ضروری ہے، پیش کردہ تجاویز میں جن موضوعات کا ذکر تھا، ان میں ایک مسلم وغیر مسلم تعلقات کا عنوان بھی تھا، آپ نے فرمایا کہ چونکہ یہ موضوع براہ راست مسلم پرسنل لا سے متعلق نہیں ہے، اس لئے اسے اس میں شامل نہیں ہونا چاہئے، وقف کے موضوع کو وصیت و ہبہ کے ساتھ ملا کر رکھا گیا تھا۔ آپ نے رائے دی کہ وقف کے موضوع کو مستقل رکھا جائے، ایک تجویز یہ پیش کی گئی تھی کہ تفہیم شریعت کا ہفتہ و عشرہ منایا جائے، آپ نے فرمایا کہ اس کی ضرورت نہیں ہے، چنانچہ وقف کو الگ موضوع بنادیا گیا، باقی دونوں تجاویز حذف کردی گئیں۔

ڈاکٹر قاسم رسول الیاس صاحب نے تفہیم شریعت کے کاموں کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں اس عنوان کے تحت تین طرح کے کام کرنے چاہئیں، اول مسلم وکلاء اور قانون دانوں کی میٹنگ، دوسرے اہم موضوعات پر غیر مسلموں کو بھی مدعو کرتے ہوئے خصوصی پروگرام، تیسرے مسلم پرسنل لا سے متعلق جو نئے مسائل سامنے آئیں ان پر مسلمان وکلاء کے ساتھ تبادلہ خیال کی نشست۔ آپ نے یہ بھی رائے دی کہ دہلی میں ہر ماہ ایک پروگرام رکھنے کی کوشش کی جائے، آپ نے نکاح کے زیر عنوان غیر مسلموں سے نکاح کے مسئلہ کو بھی شامل کرنے کی بات کہی، چنانچہ اسے شامل کرلیا گیا۔

جناب فیروز خاں غازی ایڈوکیٹ نے اس بات پر تشویش ظاہر کی کہ عدالتوں میں ازدواجی زندگی سے متعلق مقدمات بڑھتے جارہے ہیں اور دارالقضاء کم ہوتے جارہے ہیں، آپ نے توجہ دلائی کہ فسخ نکاح کے موجودہ قانون میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ یہ مقدمات کس سطح کی عدالت میں دائر کئے جائیں، جناب بہار برقی ایڈوکیٹ نے کہا کہ وکلاء کو اس طرح بورڈ سے جوڑا جائے کہ جب بھی مسائل پیدا ہوں وہ بورڈ سے رجوع کریں، آپ نے رائے دی کہ دہلی میں دو ماہ پر تفہیم شریعت کا پروگرام رکھا جانا چاہئے۔

مولانا عمید الزماں کیرانوی نے کہا کہ تفہیم شریعت کے پروگراموں میں تسلسل ہونا چاہئے، آپ نے کہا کہ توسیعی خطبات کی ریکارڈنگ اور طباعت و اشاعت بھی ہونی چاہئے، ڈاکٹر عبدالحق انصاری صاحب نے ان تجاویز سے اتفاق کیا، اور انہوں نے خطبات کے مجوزہ موضوعات میں سے پہلے موضوع: ''اسلام کے اصول قانون کے تحت مقاصد شریعت'' کا عنوان بڑھانے کا مشورہ دیا، جسے قبول کیا گیا- بہر حال تفہیم شریعت پروگرام کے سلسلہ میں پیش کردہ تجاویز کو بھی شرکاء نے بہت مناسب اور بہتر قرار دیا اور خواہش کی کہ اس کو پوری طرح روبہ عمل لایا جائے-

اخیر میں حسب ذیل باتیں طے پائیں:

۱۔ دہلی میں ہر دو ماہ پر تفہیم شریعت کا پروگرام رکھا جانا چاہئے۔

۲۔ کوشش کی جائے کہ یہ پروگرام مہینے کے پہلے شنبہ کو چار بجے دن سے ہو، تاکہ وکلاء حضرات عدالتوں سے سیدھے پروگرام میں شریک ہوں۔

۳۔ خطبات پینتالیس منٹ کے ہوں، اتنا ہی وقت سوال و جواب کے لئے دیا جائے، نیز تلاوت وصدارتی کلمات کو لے کر پورا پروگرام دو گھنٹے میں مکمل کرنے کی کوشش کی جائے۔

۴۔ نئے ابھرنے والے مسائل میں وکلاء سے تبادلہ خیال کی نشستیں چونکہ کم افراد پر مشتمل ہوں گی اس لئے ان کا نظم بورڈ کے دفتر میں رکھا جائے، توسیعی خطبات کا درج ذیل مقامات میں سے کہیں رکھنا زیادہ مناسب ہوگا:

(الف) کانسٹی ٹیوشن کلب، رفیع مارگ (ب) راجندر بھون

(ج) انڈین لا سوسائٹی (د) انڈیا اسلامک کلچرل سنٹر

۵۔ دہلی کے لئے تفہیم شریعت کمیٹی اور کنوینر کا تعین مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب (کنوینر مرکزی کمیٹی) محترم جنرل سکریٹری صاحب کے مشورہ سے کریں گے۔

۶ رمضان المبارک کے بعد اکتوبر یا نومبر میں تفہیم شریعت کا پہلا پروگرام، اور دسمبر یا جنوری میں دوسرا پروگرام رکھنے کی کوشش کی جائے۔

۷۔ مذکورہ دونوں پروگراموں میں سے پہلے کا موضوع متبنّٰی کا مسئلہ ہو اور دوسرے کا قانون طلاق۔

☆ کنوینز تفہیم شریعت کمیٹی نے صوبائی سطح پر کمیٹی کی ایک میٹنگ یکم نومبر ۲۰۰۸ء بروز ہفتہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں بورڈ کے ارکان لکھنؤ کے ساتھ رکھی جس میں درج ذیل تجویز منظور کی گئی۔

اس نشست میں تفہیم شریعت کی افادیت کے موضوع پر تبادلہ خیال ہوا اور محسوس کیا گیا کہ علماء و وکلاء کے درمیان مذاکرات کے دائرہ کو ریاستی سطح تک وسیع کیا جائے تاکہ اس کی افادیت عام ہو سکے، اس لئے مشرقی یوپی کے لئے بھی بورڈ کی طرف سے اس طرح کی ایک کمیٹی تشکیل دی جائے، چنانچہ درج ذیل اصحاب پر مشتمل تفہیم شریعت کمیٹی برائے مشرقی یوپی تشکیل دی گئی۔

کنوینر: جناب ظفریاب جیلانی صاحب ایڈوکیٹ

معاون کنوینر مولانا عتیق احمد بستوی صاحب

ارکان کمیٹی: (۱) مولانا سید سلمان الحسینی ندوی صاحب لکھنؤ، (۲) مولانا خالد رشید فرنگی محلی لکھنؤ، (۳) جناب عبدالقدیر ایڈوکیٹ (الہ آباد) (۴) مولانا حمید الحسن صاحب لکھنؤ (۵) ڈاکٹر نعیم حامد صاحب (کان پور) (۶) مولانا محمد اقبال قادری صاحب لکھنؤ (۷) مولانا محمد ادریس بستوی صاحب۔ (بستی)

یہ کمیٹی علماء اور وکلاء کے تعاون سے سال میں کم از کم تین چار بار شہر کان پور لکھنؤ، الہ آباد، گورکھپور اور بنارس کے علماء اور وکلاء کے درمیان مذاکرات کی مجلس منعقد کرانے کی کوشش کرے گی اور اس کے لئے موضوعات و مقامات اجتماع کا بھی انتخاب کرے گی اور اس پر ہونے والے مصارف کو مقامی حضرات کے تعاون سے پورا کرے گی۔ ساتھ ہی یہ بھی طے ہوا کہ فی الحال مارچ میں ایک نمائندہ اجتماع بلایا جائے۔

اسی دن امیر الدولہ اسلامیہ ڈگری کالج لال باغ لکھنؤ میں صدر بورڈ کی صدارت میں تفہیم شریعت کے موضوع پر ایک بڑا اجتماع ہوا جس میں بورڈ کے ذمہ داروں، شہر لکھنؤ کے اصحاب افتاء و قضاء اور ہائی کورٹ و سول کورٹ کے مسلم وکلاء نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔

☆ تفہیم شریعت کمیٹی کے تحت مؤرخہ ۱۸/جولائی ۲۰۰۹ء بمقام صدر دفتر بورڈ دہلی میں پروگرام کا از سر نو آغاز کیا گیا یہ پروگرام ''اسلام میں طلاق و تفریق اور اسکی قانونی حیثیت قرآن وسنت کی روشنی میں'' کے عنوان پر کل ہند کنوینر کمیٹی مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے سپریم کورٹ، ہائی کورٹ اور لور کورٹس کے وکلاء اور علماء و فقہاء کے ایک مخصوص و مختصر مجمع سے انتہائی فکر انگیز خطاب کے ذریعہ آغاز فرمایا، جس کے بعد وکلاء نے اس موضوع پر سوالات بھی پیش کئے جن کا مفصل اور مدلل جواب حضرت مولانا نے دیا اور پوری طرح سے وکلاء کو مطمئن کیا۔

دہلی کے کنوینر ڈاکٹر قاسم رسول الیاس صاحب نے بتایا کہ اب پابندی کے ساتھ ہر دوسرے مہینے یہ پروگرام ہوا کرے گا۔ اور اگلا پروگرام انشاءاللہ ''اسلام میں گود لینے کے مسئلہ'' پر ہوگا۔

(۵) دارالقضا کمیٹی:

(۱) بورڈ کی دارالقضاء کمیٹی کی ایک اہم میٹنگ میں ۱۲/اگست ۲۰۰۸ء کو دفتر بورڈ دہلی میں منعقد ہوئی، جس میں مندرجہ ذیل اہم فیصلے ہوئے۔

☆ سونی پت (ہریانہ) اور پھلت (ضلع مظفر نگر، یوپی) میں اب تک دارالقضاء کا قیام نہیں ہو سکا ہے۔

☆ بوڑیہ ضلع جمنا نگر (ہریانہ) میں قیام دارالقضاء کے سلسلہ میں طے کیا گیا کہ شوال ۱۴۲۹ھ میں جب دارالقضاء کمیٹی کی میٹنگ ہو تو اس موقع پر پیر جی حافظ حسین احمد قادری صاحب کو دہلی آنے کی زحمت دی جائے اور ان سے گفتگو کر کے قیام دارالقضاء کے لئے کوئی تاریخ طے کر دی جائے، اس دوران عمل قضا کے لئے کسی مناسب آدمی کو طے کر لیا جائے۔

☆ گذشتہ میٹنگ میں مغربی یوپی نیز دہلی اور اس کے اطراف میں قضاء کا ایک تربیتی کیمپ منعقد کرنا طے پایا تھا، لیکن اس سلسلے میں ابھی تک کوئی پیش رفت نہیں ہو سکی ہے۔

☆ دارالقضاء کمیٹی کی طرف سے ماضی قریب میں صوبہ راجستھان کا بھی کوئی دورہ نہیں ہوسکا، جودھپور میں دارالقضاء کا جو نظام بنایا گیا تھا وہ بھی فی الحال تعطل کا شکار ہے، اس سلسلے میں طے پایا کہ راجستھان کے اراکین بورڈ سے رابطہ کرکے دورے کا پروگرام بنایا جائے۔

☆ اب تک دارالقضاء کے کاموں کے لئے کوئی آرگنائزر بحال نہیں ہوسکا ہے، کمیٹی کے ارکان نے زور دیا کہ آرگنائزر کی بحالی جلد از جلد کی جائے، کیونکہ اس کے بغیر کاموں میں پیش رفت نہیں ہوسکتی۔

☆ بورڈ کے تحت قائم ہونے والے دارالقضاء یا بورڈ سے مربوط دارالقضاؤں کے لئے لائحہ عمل کے بارے میں طے پایا کہ اسے مزید مکمل کرکے کمیٹی کی اگلی میٹنگ میں پیش کیا جائے اور کمیٹی کی منظوری کے بعد ذمہ داران بورڈ کی خدمت میں رائے طلبی کے لئے روانہ کیا جائے۔

☆ نیرول نیوممبئی کے باشندوں کی طرف سے دارالقضاء قائم کرنے کی درخواست آئی تھی، اس کے ساتھ حضرت مولانا عبدالاحد ازہری صاحب قاضی شریعت مالیگاؤں کا تائیدی خط بھی تھا کہ نیرول کے لوگ دارالقضاء قائم کرنے کے لئے سنجیدہ ہیں، امارت شرعیہ بہار واڑیسہ سے قضاء کی تربیت لیے ہوئے ایک باصلاحیت عالم بھی وہاں موجود ہیں جو قاضی بننے کے اہل ہیں اس لئے وہاں دارالقضاء قائم کیا جانا مناسب ہے۔ حضرت صدر بورڈ دامت برکاتہم نے نیرول نیوممبئی میں نصب قاضی کا حکم فرمایا ہے اس لئے ان شاء اللہ ۱۵؍اگست کو وہاں قیام دارالقضاء کی کارروائی ہوگی۔

☆ کنوینر کمیٹی نے بتایا کہ پونہ سے دو پہلے سے قائم دارالقضاء کے لئے بورڈ سے الحاق کی درخواست آئی ہے، ان دونوں مقامات کا بھی جائزہ لیا جائے گا اور کمیٹی کی اگلی میٹنگ میں اس بابت فیصلہ کیا جائے گا۔

☆ کمیٹی نے طے کیا کہ کولہاپور سے قیام دارالقضاء کے لئے آئی ہوئی درخواست اور اورنگ آباد میں دارالقضاء کے نزاع کا جائزہ کمیٹی کا ایک وفد ماہ اکتوبر یا نومبر میں جائے اور ان کی بابت فیصلہ کرے۔

☆ کشمیر میں دارالقضاء کے قیام اور قضاء تربیتی کیمپ کے بارے میں طے پایا کہ کشمیر کے حالات نارمل ہونے کے بعد اس بارے میں کوئی قدم اٹھایا جائے۔

(۲) بورڈ کی دارالقضاء کمیٹی کی دوسری میٹنگ ۷؍جولائی ۲۰۰۹ء کو اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے دفتر دہلی میں منعقد ہوئی، جس میں مندرجہ ذیل اہم فیصلے ہوئے۔

☆ نائب صدر بورڈ حضرت مولانا محمد سالم قاسمی دامت برکاتہم کی جانب سے دیوبند میں قیام دارالقضا کی بابت جو مکتوب آیا تھا اس پر غور کرنے کے بعد کمیٹی نے طے کیا کہ کنوینر کمیٹی دیوبند جاکر حضرت مولانا موصوف سے ملاقات کریں اور دیوبند میں قیام دارالقضا کی تفصیلات پر گفتگو کریں، اس بات کی بھی کوشش کریں کہ قیام دارالقضا کے پروگرام کے ساتھ وہاں تربیت قضاء کا بھی ایک مؤثر پروگرام منعقد کیا جائے۔

☆ بورڈ کے ماتحت دارالقضاؤں اور قاضیوں کے لئے ایک جامع ضابطۂ عمل اور ضابطۂ اخلاق جلد از جلد مرتب کرکے ارکان کمیٹی کو بھیجا جائے اور کمیٹی کی اگلی میٹنگ میں منظور کرکے اسے نافذ کرنے کے لئے اگلی کارروائی کی جائے۔

☆ پونہ کے ایک دارالقضا کو الحاق کی منظوری اور نصب قاضی کا پروانہ صدر بورڈ دامت برکاتہم کی طرف سے جاری کیا جاچکا ہے، دوسرے دارالقضا کے بارے میں کمیٹی نے طے کیا کہ اس کا الحاق بھی بورڈ سے کرلیا جائے لیکن ابھی قاضی صاحب کو فیصلہ کا اختیار نہ دیا جائے بلکہ انھیں پابند کیا جائے کہ فیصلہ کے مرحلہ تک پہنچنے والے مقدمات کی بابت حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی طرف رجوع کریں اور ان کے فیصلے کو جاری کریں۔

☆ بورڈ کے قائم کردہ دارالقضا کے مختلف فیصلوں کے خلاف چونکہ اپیل صدر بورڈ کی خدمت میں آتی ہے لہٰذا صدر بورڈ دامت برکاتہم سے منظوری لے کر بورڈ کے مرکزی آفس میں ایک اپیل بنچ قائم کی جائے جس کے ارکان حضرت مولانا محمد قاسم مظفرپوری، حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، امارت شرعیہ بہار واڑیسہ کے دو قاضیوں (مولانا قاضی جسیم الدین صاحب، مولانا قاضی عبدالجلیل صاحب) میں سے ایک اور عتیق احمد بستوی قاسمی ہوں گے۔

☆ اپیل کی کاپی ان ارکان کو بھیجنے اور بہ وقت ضرورت اپیل بنچ کی

میٹنگ بلانے کی ذمہ داری کنوینر دارالقضا کمیٹی کی ہوگی۔

☆ جنرل سکریٹری صاحب سے رابطہ کرکے جلد از جلد مناسب آدمی کی آرگنائزر کی پوسٹ پر بحالی کرائی ج

دارالقضا تربیتی کیمپ:

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی دارالقضاء کمیٹی کی طرف سے جامعہ اسلامیہ امام ولی اللہ پھلت ،مظفرنگر،(یوپی) میں ایک سہ روزہ تربیت قضاء کا کیمپ مؤرخہ ۸رتا ۱۰رذی قعدہ ۱۴۲۹ ہجری مطابق ۸رتا ۱۰رنومبر ۲۰۰۸ء روز ہفتہ تا پیر منعقد ہوا جس کی رپورٹ علیحدہ سے اس شمارہ میں شامل ہے ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہے۔اس سہ روزہ کیمپ میں حسب ذیل علماء نے شرکت کی اور خطاب بھی فرمایا:

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مظفر پوری، قاضی عبدالجلیل صاحب قاسمی،مولانا عتیق احمد بستوی صاحب،مفتی عبیداللہ اسعدی صاحب اور مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب۔

بورڈ کی طرف سے دو دارالقضاء کا قیام:

۱۰رنومبر ۲۰۰۸ء بروز پیر بعد نماز مغرب جامعۃ الامام ولی اللہ اسلامیہ پھلت کی مسجد میں اجلاس عام ہوا۔اس اجلاس میں بورڈ کی طرف سے پھلت میں دارالقضاء قائم ہوا اور مفتی محمد عاشق صاحب صدیقی کو دارالقضاء پھلت کے لئے قاضی مقرر کیا گیا۔

۱۱رنومبر ۲۰۰۸ء بروز منگل دوپہر میں جامعۃ الامام احمد السرہندی عیدگاہ سونی پت کی مسجد میں اجلاس عام ہوا۔اس اجلاس میں بورڈ کی طرف سے سونی پت میں دارالقضاء قائم ہوا۔اور مفتی محمد ارشاد صاحب ندوی کو قاضی مقرر کیا گیا۔

ان دونوں جگہ دارالقضا کے قیام کے موقع سے اجلاس میں نظام قضاء کی اہمیت،ضرورت،فضیلت اور ہندوستان میں نظام قضاء کی ضرورت پر زور دیا گیا،مولانا عتیق احمد صاحب بستوی،قاضی عبدالجلیل صاحب،مفتی عبیداللہ اسعدی صاحب اور مولانا محمد قاسم صاحب مظفر پوری صاحب نے خطاب کیا۔

☆ بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب نے ملک بھر میں قائم دارالقضاء کی تفصیل طلب کرنے کی بابت دارالقضاء کے تمام قاضیوں کی خدمت میں درج ذیل خط ارسال فرمایا:

محترمی ومکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ بعافیت ہوں گے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کو آپ کے دارالقضاء کی معلومات درکار ہیں،اس سلسلہ میں ذیل میں کچھ سوالات دئے گئے ہیں،آپ سے گذارش ہے کہ مفصل جواب جلد سے جلد عنایت فرمائیں۔

(۱) نام قاضی (۲) دارالقضاء کا پتہ

(۳) تاریخ قیام دارالقضاء

(۴) سال بہ سال مقدمات کی تعداد از آغاز دارالقضاء تا ۲۰۰۷

(۵) مقدمات کی نوعیت ان کی مفصل کیفیت

(۶) کیا کوئی مقدمہ دوسری جگہ بھی منتقل ہوا؟

(۷) کیا کسی فیصلے کے خلاف کوئی اپیل ہوئی ؟

(۸) آپ کے دارالقضاء میں ابتداء سے ابتک جتنے قاضی مقرر ہوئے ان کے نام اور ان کے عہد میں کئے گئے فیصلوں کی تعداد۔

(۹) آپ کے دارالقضاء میں نظام قضاء سے متعلق کتابوں کی تعداد؟

(۱۰) کیا آپ کے دارالقضاء میں تمام ضروری فارم مطبوعہ ہیں؟

(سوال ۵ خصوصی توجہ چاہتا ہے)۔

اس کے بعد بورڈ کی دارالقضاء کمیٹی کے کنوینر نے ملک بھر میں قائم دارالقضاء کے قاضیوں کے نام دارالقضاء کی تفصیلات طلب کرنے کی غرض سے حسب ذیل خط ارسال فرمایا:

مکرم ومحترم! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج بعافیت ہوگا

آپ سے یہ بات مخفی نہیں کہ پورے ملک میں دارالقضاء کا قیام اور استحکام آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے اہم ترین مقاصد میں سے ہے اور یہ

بات بھی واضح ہے کہ ہندوستان میں تحفظ شریعت کی مہم نظام قضاء کے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتی اسی لئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے ذمہ داروں نے اس کام کو اولیت و اہمیت دی، لیکن یہ کام جس قدر ضروری ہے اتنا ہی نازک بھی ہے، اس لئے دارالقضاء کی مہم میں جب تک آپ جیسے بیدار مغز، فکرمند، اور مخلص حضرات کی بھر پور عملی شرکت نہ ہوگی یہ مہم آگے نہیں بڑھ سکتی ہے، اس میں آپ کا ہر نوع کا تعاون از حد ضروری ہے۔

اس وقت آپ کی خدمت چند سوالات پیش کیے جا رہے ہیں، ہمیں امید ہے کہ آپ جلد از جلد ان کے جوابات سے نوازیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کے جوابات اور مشوروں کی روشنی میں دارالقضاء کمیٹی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ بہتر منصوبہ بندی اور عملی اقدامات کر سکے گی۔

(۱) کیا آپ کے علاقہ میں مسلمانوں کے تنازعات (خصوصا عائلی تنازعات) کو شرعی بنیادوں پر حل کرنے کا کوئی نظام کسی بھی نام سے (دارالقضاء، محکمہ شرعیہ، شرعی پنچایت، وغیرہ) موجود ہے

(۲) اگر موجود ہے تو اس کے ذمہ داروں کا نام اور پتہ نیز فون نمبر تحریر فرمائیں

(۳) اگر ایسا کوئی نظام موجود ہے تو اس کی کارکردگی سے آپ کس قدر مطمئن ہیں اور کارکردگی کو بہتر بنانے کے لئے آپ کے ذہن میں کیا مشورے ہیں

(۴) اگر ایسا کوئی نظام موجود نہیں ہے تو اسے کس طرح قائم کیا جاسکتا ہے، اس کے قیام میں کون کون سے افراد اور ادارے تعاون کرسکتے ہیں، ان کے نام اور پتے تحریر فرمائیں، خود آپ اس کام میں کیا تعاون کرسکتے ہیں

(۵) دارالقضاء کی تحریک کو طاقتور اور وسیع بنانے کے لئے آپ کے ذہن میں اگر کچھ مشورے اور خیالات ہوں تو انہیں ضرور تحریر فرمائیں، ان شاء اللہ اس سے ہمیں روشنی ملے گی اور اس کارخیر میں آپ کا گراں قدر حصہ ہوگا

(۳) بورڈ کے دارالقضا کمیٹی کی ایک اہم میٹنگ ۱۸؍ مارچ ۲۰۱۰ء کو ہونے والی ہے جس رودادا نشاء اللہ اگلے شمارے میں دی جائے گی۔

(۶) مجموعہ قوانین اسلامی ترتیب نو کمیٹی:

بورڈ کی مجلس عاملہ نے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی کنوینر شپ میں مجموعہ قوانین اسلامی ترتیب نو کمیٹی کے نام سے ایک کمیٹی تشکیل دی جس کے ذمہ یہ کام سپرد کیا گیا کہ وہ مسلک شافعی، اہل حدیث اور اثنا عشری کے مسائل کو اس کتاب کے حاشیہ میں مرتب کرایا جائے، اس کام کے لئے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کنوینر کمیٹی نے مسلک اثنا عشری کے مسائل کو مرتب کرنے کے لئے بورڈ کے نائب صدر حضرت مولانا ڈاکٹر سید کلب صادق صاحب کو اس سلسلہ میں ایک خط لکھا، اس خط کے بعد محترم نائب صدر بورڈ نے یہ کام بورڈ کے رکن مولانا عقیل الغروی صاحب کے سپرد کیا جو اس وقت تیار ہے۔ اسی طرح مسلک شافعی کے مسائل کو جمع کرنے کا کام جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے مہتمم مولانا عبدالباری ندوی صاحب کے سپرد کیا اور انہوں نے بورڈ کی طرف سے دی گئی اس ذمہ داری کو قبول کرتے ہوئے علماء شافعی پر مشتمل ایک کمیٹی بنا کر یہ کام ان کے ذمہ کر دیا ہے جو تقریبا تیاری کے آخری مرحلہ میں ہے اور اسی طرح مسلک اہل حدیث کے لئے بورڈ کے رکن مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی صاحب کو اس کی ذمہ داری دی گئی انہوں نے بھی اس کام کے لئے علماء اہل حدیث کی ایک کمیٹی بنا کر اس کے سپرد یہ کام کیا ہے، ان کی طرف سے تازہ پیش رفت کی کوئی رپورٹ دفتر کو اب تک موصول نہیں ہوئی ہے۔

بورڈ کے سابق صدر حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحبؒ نے مجموعہ قوانین اسلامی کا انگریزی ترجمہ کروا کر بیک وقت اردو اور انگریزی ایک ساتھ شائع کروایا تھا مگر انگریزی ترجمہ میں بعض نقائص کی بنیاد پر بورڈ نے یہ طے کیا کہ ملک کے مشہور قانون داں اور سپریم کورٹ آف انڈیا کے سابق چیف جسٹس سید شاہ محمد قادری صاحب کو مجموعہ کے انگریزی ترجمہ کے لئے تیار کیا جائے بورڈ کی کوشش پر شاہ قادری صاحب نے اس کی ذمہ داری قبول فرمائی اور انہوں نے مجموعہ کے بعض اہم نکات پر بورڈ کے لوگوں کے ساتھ کئی نشستیں بھی کیں جس کے بعد مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے مؤرخہ ۵؍ نومبر ۲۰۰۸ء کو شاہ قادری صاحب کے ذریعہ تیار کئے گئے نوٹس، مجموعہ قوانین اسلامی کے ساتھ حسب ذیل خط بورڈ کی لیگل سیل

کمیٹی کے تمام ارکان کی خدمت میں بھیجا۔

مکرمی ومحترمی! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے مسلم پرسنل لاء کی نسبت سے جو ''مجموعۂ قوانین اسلامی'' مرتب کیا ہے، وہ ایک بڑا علمی وفقہی کارنامہ ہے، گو پہلے بھی اس کا انگریزی ترجمہ ہوا تھا، لیکن محسوس کیا جارہا تھا کہ دوبارہ اس کا ترجمہ ہونا چاہئے، جو پوری طرح کتاب کے متن کے مطابق ہو، چنانچہ یہ ذمہ داری جسٹس شاہ محمد قادری صاحب سابق جج سپریم کورٹ کے حوالہ کی گئی، انہوں نے ترجمہ سے پہلے اس پوری کتاب کا حرفاً حرفاً مطالعہ کیا، اور ان کی خواہش ہوئی کہ بورڈ کے کسی نمائندہ کے ساتھ وہ اس پر گفتگو کریں، چوں کہ وہ حیدرآباد میں مقیم ہیں؛ اس لئے محترم جناب عبدالرحیم قریشی صاحب اور یہ حقیر ان کے ساتھ بیٹھے، اس سلسلہ میں پانچ چھ نشستیں ہوئیں۔

گفتگو سے محسوس ہوا کہ ماشاء اللہ انہوں نے گہری نظر کے ساتھ پوری کتاب کا مطالعہ کیا ہے، چنانچہ ان کے خیالات کو اشارات کی شکل میں اصل کتاب کے حاشیہ پر لکھ لیا گیا، پھر اس حقیر نے اسے چارٹ کی شکل میں مرتب کرلیا اور اسے جسٹس صاحب اور محترم قریشی صاحب کو پیش کیا تاکہ یہ حضرات دیکھ لیں کہ ان کے خیالات کی صحیح ترجمانی ہوئی ہے یا نہیں؟ چنانچہ جسٹس قادری صاحب نے چارٹ میں ایک دو جگہ کچھ تبدیلیاں بھی کی ہیں، اب وہی چارٹ کمپوزنگ کے بعد آپ کی خدمت میں ارسال ہے تاکہ آپ اسے ملاحظہ فرمالیں، اس کے بعد لیگل کمیٹی کی میٹنگ ہو اور اس میں ان نکات پر گفتگو کی جائے۔

اس میں جتنی باتیں لکھی گئی ہیں، وہ بنیادی طور پر جسٹس صاحب کے خیالات کی ترجمانی ہے، اس میں اس حقیر کا یا محترم قریشی صاحب کا مشورہ شامل نہیں ہے، اس میں کچھ ترمیمات کا تعلق عبارت کی تسہیل سے ہے، کچھ تبدیلیاں عبارت کو مزید واضح کرنے کے لئے ہیں، بعض تبدیلیاں ایسی بھی ہیں، جن کا مقصد عبارت کو زیادہ محتاط بنانا ہے تاکہ عدالتیں اس کا غلط استعمال نہ کریں، بعض عبارتوں میں ظاہری طور پر کچھ تضاد محسوس ہو رہا ہے، ان کو دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے، لیکن بعض مسائل وہ ہیں جو علماء اور ارباب افتاء سے قابل استفسار ہیں، جن میں خاص طور پر نکاح فاسد اور نکاح باطل کی تعریف، احکام کے اعتبار سے دونوں میں فرق اور عارضی موانع نکاح کی وجہ سے نکاح کے فاسد یا باطل ہونے کا مسئلہ ہے، آں محترم اس نقشہ کو ملاحظہ فرما کر اور اصل کتاب سے اس کا مقابلہ کرکے تحریری طور پر اپنی رائے ارسال فرمائیں تاکہ لیگل کمیٹی کی اس سلسلہ میں کوئی میٹنگ رکھی جاسکے، اور اگر ذمہ داران بورڈ مناسب سمجھیں تو جسٹس قادری صاحب کو بھی مدعو کریں اور اس پر گفتگو ہو۔

امید کہ آپ اپنا جواب رجسٹری ڈاک کے ذریعہ بورڈ کے دفتر کے پتہ پر ارسال فرمائیں گے، ----دعاء خیر کا خواستگار ہوں۔

مجموعہ قوانین اسلامی پر غور کرنے کے لئے ایک میٹنگ ۶ر تا ۸ر جولائی ۲۰۰۹ء رکھی گئی تھی جس کے لئے کمیٹی کے کنوینر مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی طرف سے حسب ذیل خط مؤرخہ ۴ر جون ۲۰۰۹ء کو بھیجا گیا:

مکرمی ومحترمی زید مجدکم

السلام علیکم و رحمة الله و برکاته

خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو!

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے زیر اہتمام عائلی مسائل سے متعلق جو ''مجموعہ قوانین اسلامی'' مرتب ہوا ہے، وہ یقیناً بورڈ کا ایک عظیم الشان کارنامہ اور علماء ہند کی یادگار خدمت ہے، اس مجموعہ میں زیر بحث آنے والے بعض مسائل تشنہ تحقیق ہیں، کیوں کہ ان کی بابت فقہاء کی عبارتوں میں بھی ایک گونہ ابہام پایا جاتا ہے، اس سلسلہ میں ایک اہم مسئلہ نکاح باطل اور نکاح فاسد کی تعریف کا ہے، جیسا کہ آں محترم کے علم میں ہے، حنفیہ کے نزدیک بنیادی طور پر نکاح کی دو قسمیں ہیں: نکاح صحیح اور نکاح غیر صحیح، پھر نکاح غیر صحیح کی دو قسمیں کی گئی ہیں: نکاح باطل اور نکاح فاسد، نکاح غیر صحیح کی ان دونوں قسموں کے بارے میں دو باتیں قابل تحقیق ہیں، ایک نکاح باطل اور نکاح

فاسد کی تعریف؛ کیوں کہ فقہاء نے ایسی واضح تعریف۔ غالباً نہیں کی ہے، جو پوری طرح فاسد و باطل کے درمیان امتیاز قائم کردے، دوسری طرف عدالتوں میں یہ تصور چلا آرہا ہے کہ اگر ابدی موانع نکاح کی وجہ سے نکاح ممنوع ہو تو یہ نکاح باطل ہے اور عارضی موانع ہوں تو نکاح فاسد ہے، اس سلسلہ میں ایسی واضح تعریف مطلوب ہے، جو جامع مانع ہو اور باطل و فاسد کے سلسلہ میں فقہاء کی ذکر کی ہوئی تمام مثالوں کو شامل ہو۔

دوسرا مسئلہ باطل و فاسد نکاحوں پر مرتب ہونے والے آثار و احکام کا ہے، خاص کر یہ مسئلہ کہ نکاح فاسد کی وجہ سے نفقہ واجب ہوگا یا نہیں؟ کیوں کہ ایک طرف فقہاء نے صراحت کی ہے کہ نکاح فاسد میں نفقہ واجب نہیں ہوگا، نہ عدت کا اور نہ اس سے پہلے کا، دوسری طرف نکاح بغیر شہود کی صورت میں نفقہ واجب قرار دیا گیا ہے، اور اس صورت کے نکاح فاسد ہونے کی صراحت بھی کتابوں میں موجود ہے، اور فی الجملہ احتباس کی شکل بھی پائی جاتی ہے، جو نفقہ واجب ہونے کی بنیاد ہے۔

چنانچہ ان دونوں امور اور بعض دیگر مسائل پر غور و فکر کے لئے ۶ تا ۸ جولائی روز سوموار تا چہار شنبہ کو آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے مرکزی دفتر دہلی میں ایک خصوصی نشست رکھی گئی ہے، انشاء اللہ ۶ جولائی کی شام بعد نماز مغرب یہ اہم نشست شروع ہوگی، آپ سے گذارش ہے کہ زیر بحث مسئلہ پر اچھی طرح غور و فکر کے بعد اس میں شریک ہوں اور اپنے مفید علمی مشوروں سے نوازیں، اگر اپنے نقطۂ نظر کو لکھ کر بھیج دیں، یا ساتھ لے آئیں تو زیادہ بہتر ہوگا، امید کہ بورڈ کو آپ کے علمی مشوروں سے استفادہ کا موقع ملے گا، دفتر کو اپنی تشریف آوری کے نظام سے بھی مطلع کردیں تو مناسب ہوگا۔

اس کے علاوہ ملک کے بعض اہم مدارس کے ذمہ داروں کے نام اس سلسلہ میں تعاون کے لئے کمیٹی کے کنوینر مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی طرف سے مؤرخہ ۴؍جون ۲۰۰۹ء کو حسب ذیل خط روانہ کیا گیا:

مکرمی و محترمی　　زید مجدکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو!

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے زیر اہتمام عائلی مسائل سے متعلق جو ''مجموعہ قوانین اسلامی'' مرتب ہوا ہے، وہ یقیناً بورڈ کا ایک عظیم الشان کارنامہ اور علماء ہند کی یادگار خدمت ہے، اس مجموعہ میں زیر بحث آنے والے بعض مسائل تشنہ تحقیق ہیں۔ کیوں کہ ان کی بابت فقہاء کی عبارتوں میں بھی ایک گونہ ابہام پایا جاتا ہے، اس سلسلہ میں ایک اہم مسئلہ نکاح باطل اور نکاح فاسد کی تعریف کا ہے، جیسا کہ آں محترم کے علم میں ہے، حنفیہ کے نزدیک بنیادی طور پر نکاح کی دو قسمیں ہیں: نکاح صحیح اور نکاح غیر صحیح، پھر نکاح غیر صحیح کی دو قسمیں کی گئی ہیں: نکاح باطل اور نکاح فاسد، نکاح غیر صحیح کی ان دونوں قسموں کے بارے میں دو باتیں قابل تحقیق ہیں، ایک نکاح باطل اور نکاح فاسد کی تعریف؛ کیوں کہ فقہاء نے ایسی واضح تعریف۔ غالباً نہیں کی ہے، جو پوری طرح فاسد و باطل کے درمیان امتیاز قائم کردے، دوسری طرف عدالتوں میں یہ تصور چلا آرہا ہے کہ اگر ابدی موانع نکاح کی وجہ سے نکاح ممنوع ہو تو یہ نکاح باطل ہے اور عارضی موانع ہوں تو نکاح فاسد ہے، اس سلسلہ میں ایسی واضح تعریف مطلوب ہے، جو جامع مانع ہو اور باطل و فاسد کے سلسلہ میں فقہاء کی ذکر کی ہوئی تمام مثالوں کو شامل ہو۔

دوسرا مسئلہ باطل و فاسد نکاحوں پر مرتب ہونے والے آثار و احکام کا ہے، خاص کر یہ مسئلہ کہ نکاح فاسد کی وجہ سے نفقہ واجب ہوگا یا نہیں؟ کیوں کہ ایک طرف فقہاء نے صراحت کی ہے کہ نکاح فاسد میں نفقہ واجب نہیں ہوگا، نہ عدت کا اور نہ اس سے پہلے کا، دوسری طرف نکاح بغیر شہود کی صورت میں نفقہ واجب قرار دیا گیا ہے، اور اس صورت کے نکاح فاسد ہونے کی صراحت بھی کتابوں میں موجود ہے، اور فی الجملہ احتباس کی شکل بھی پائی جاتی ہے، جو نفقہ واجب ہونے کی بنیاد ہے۔

ان دونوں امور پر ۶ تا ۸ جولائی ۲۰۰۹ء کو بورڈ کی لیگل کمیٹی غور کرے گی، اس لئے آپ سے درخواست ہے کہ اس سلسلہ میں آپ اپنی تحقیق تحریری شکل میں مؤرخہ ۳۰ جون ۲۰۰۹ء تک بھیج دیں؛ تاکہ اس سے فائدہ اٹھایا جاسکے، آپ کا یہ تعاون ایک دینی اور شرعی مسئلہ میں اہم تعاون ہوگا، اور آپ اس کے لئے عنداللہ ماجور ہوں گے۔

اس کے بعد بعض وجوہات کی بنیاد پر ۶؍تا ۸؍جولائی کو ہونے والی میٹنگ کوملتوی کرنا پڑا جس کے لئے کمیٹی کے کنوینر مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے مؤرخہ ۱۹؍جون ۲۰۰۹ء کوحسب ذیل خط روانہ کیا:

مکرمی ومحترمی! زیدمجدکم

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو۔

آں محترم سے گذارش کی گئی تھی کہ مؤرخہ ۶؍جولائی بعد نماز مغرب تا ۸؍جولائی ۲۰۰۹ء آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے مرتب کردہ ''مجموعۂ قوانین اسلامی'' کی بعض دفعات پر غور کرنے کے لئے دفتر بورڈ دہلی میں تشریف آوری کی زحمت فرمائیں؛ لیکن بعض وجوہ سے اس وقت یہ میٹنگ ملتوی کی جاتی ہے، ان شاء اللہ جلد ہی دوبارہ نشست رکھی جائے گی، امید کہ بورڈ کواس اہم کام میں آپ کا مخلصانہ علمی تعاون حاصل رہے گا، دعاء خیر کا طالب ہوں۔

(۷) بورڈ کے وفد کی ارجن سنگھ سے ملاقات:

۲۴؍فروری کی شام چار چالیس پر مرکزی وزیر برائے فروغ انسانی وسائل شری ارجن سنگھ سے بورڈ کے ایک وفد نے محترم جناب محمد عبدالرحیم قریشی کی قیادت میں ملاقات کی جس میں بورڈ کے خازن جناب پروفیسر ریاض عمر صاحب اور رکن بورڈ جناب محمد ادیب صاحب تھے جہاں درج ذیل میمورنڈم پیش کیا گیا:

Shri Arjun Singh
Minister for Human Resources
Govt. of India
New Delhi

Sub:- **Proposal to introduce bill for es**

tablishing Central Madarassa Board-Opposition by the muslim all over the country Reg.

Dear Sir,

The All India Muslim Personal Law Board which met at Bhatkal (Karnataka) on Feb 7, 2009 had noted with regret that in spite of the opposition by the muslims, the government is proceeding to legislate in this regard. The Executive Committee has reiterated its demand that the government should not do anything to control and to interfere with the administrative or academic matters of deeni madaris and should stop its endeavor to form the Central Madarassa Board. The Executive Committee felt that any attempt in this direction will certainly amount to infringement of fundamental rights of the muslim minority enshrined in Art. 25, 26 and 30 of our Constitution.

Hence we again request you to shelve the proposal to form Central Madarassa Board and to publicly declare that the government has no intention of forming any Madarassa Board

Yours sincerely

1- M.A. Rahim Quraishi (Asst. Gen Sec)

2- Prof. Riaz Umar (Treasurer)

3- Md.Asaduddin Owaisi, M.P. (Member)

4- Mohd. Adeeb, M.P. (Member)

مجوزہ مدرسہ بورڈ کے تعلق سے بورڈ کے وفد کی مرکزی وزیر برائے فروغ انسانی وسائل سے ملاقات کی روداد:

اس ملاقات میں ارجن سنگھ جی سے ہونے والی گفتگو پر مشتمل تفصیلی رپورٹ حسب ذیل ہے:

جناب محمد ادیب صاحب ایم پی رکن بورڈ نے بورڈ کے وفد سے ملاقات کے لئے مرکزی وزیر برائے فروغ انسانی وسائل شری ارجن سنگھ سے ۲۴رفروری ۲۰۰۹ء کو شام چار چالیس کا وقت مقرر کروایا تھا، اس وفد میں محمد عبدالرحیم قریشی صاحب، پروفیسر ریاض عمر صاحب اور محمد ادیب صاحب شامل تھے۔ جناب اسدالدین اویسی صاحب ایم پی لوک سبھا اقلیتی تعلیمی بل پر بحث کی وجہ سے شامل نہ ہوسکے، وفد کی ملاقات شری ارجن سنگھ سے پانچ بجے شام ان کے مکان پر ہوئی۔ وفد کی جانب سے بتایا گیا کہ مرکزی وزراء میں وہ ایک ایسی شخصیت ہیں جن کے بارے میں عام تاثر یہ ہے کہ وہ اقلیتوں اور خاص طور پر مسلم اقلیت کے مسائل کے بارے میں ہمدردانہ رویہ رکھتے ہیں اور بجا طور پر مسلمان یہ امید رکھتے ہیں کہ ان کی وزارت ایسا کوئی قدم نہیں اٹھائے گی جو مسلمانوں کے لئے ناپسندیدہ ہو لیکن مرکزی مدرسہ بورڈ کے سلسلہ میں یہ بات غلط ثابت ہورہی ہے کیونکہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور علماء کرام کی جانب سے مرکزی مدرسہ بورڈ کے قیام کی مخالفت کے باوجود اس سلسلہ میں ان کی وزارت قانون سازی کرنے جارہی ہے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ میں اس پر گہرے تاسف کا اظہار کیا گیا اور یہ طے کیا گیا کہ مرکزی مدرسہ بورڈ کے قیام کے خلاف جو موقف آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور مسلمانوں کا ہے اس سے دوبارہ مرکزی حکومت کے متعلقہ ارباب کو واقف کرایا جائے۔ اسی سلسلہ میں یہ وفد مل رہا ہے۔ وفد نے ایک تحریر بھی ان کے حوالہ کی جو درج ذیل ہے۔

شری ارجن سنگھ نے بتایا کہ ان کی کوشش مدرسوں کے تعلیمی امور میں مداخلت کی نہیں بلکہ مدرسوں کو مالی حیثیت سے مستحکم کرنا ہے، ان سے کہا گیا کہ مالی استحکام کو بنیاد بنا کر دینی مدارس کے امور میں مداخلت شروع ہوجائے اور آئندہ کسی ایسی پارٹی کی حکومت برسراقتدار آئے جو اقلیتوں کے وجود اور ان کی انفرادیت کی مخالف ہو تو انہی اقدامات کے ذریعہ مدارس کی دینی حیثیت اور شناخت ختم کی جاسکتی ہے، شری ارجن سنگھ نے کہا پارلیمنٹ مزید دو دن چلے گی اور اس کے بعد ختم ہوجائے گی، پارلیمنٹ کے جاریہ اجلاس میں مرکزی مدرسہ بورڈ کے تعلق سے کوئی مسودہ قانون پیش نہیں ہوگا اور اگر آئندہ اس سلسلہ میں کوئی کوشش کرنی ہو تو مسلمانوں کے اہم اداروں اور شخصیتوں کو پوری طرح اعتماد میں لے کر ایسا قدم اٹھایا جائے گا اور کوشش اس بات کی بھی کی جائے گی کہ ایسے کسی قانون کا سہارا لے کر دینی مدارس کی دینی حیثیت اور شناخت کو ختم نہ کیا جاسکے، انہوں نے وفد سے کہا کہ وہ جسٹس محمد سہیل اعجاز صدیقی صدر نشین کمیشن برائے اقلیتی تعلیمی ادارہ جات سے ملاقات کرے کیونکہ وہ اس سلسلہ میں قانون کا مسودہ مرتب کررہے ہیں اور وہ اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں سے واقف ہیں، وفد کو اس بات کا اطمینان حاصل ہوگیا کہ پارلیمنٹ کے جاریہ اجلاس میں مرکزی مدرسہ بورڈ کے بارے میں کوئی مسودہ قانون پیش نہیں ہوگا۔ اور جاریہ اجلاس کے بعد لوک سبھا تحلیل ہوجائے گی اور لوک سبھا کے عام الیکشن کے پروگرام کا اعلان ہوگا اور عام الیکشن کے بعد جو جماعت یا جماعتیں حکومت بنائے گیں ان پر منحصر ہوگا کہ وہ مدرسہ بورڈ کے قیام کے سلسلہ میں قدم اٹھائے اور اس وقت بورڈ کو موزوں اور پرزور نمائندگی کرنی ہوگا۔

اسی وفد نے جسٹس سہیل اعجاز صدیقی صاحب سے ان کے مکان پر ملاقات کی ان پر واضح کیا گیا کہ مسلمان ان تعلیمی اداروں میں حکومت کی مداخلت کو قطعی برداشت نہیں کریں گے جہاں عالم فاضل اور مفتی تیار ہوتے ہیں، ان سے کہا گیا کہ مسلمانوں کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ تعلیمی ادارے اور تعلیمی نظام ہمیشہ حکومت کی مداخلت اور دراندازی سے آزاد رہا ہے، خلافت عباسیہ میں مشہور تعلیمی ادارے اور جامعات قائم ہوئیں لیکن یہ تمام جامعات حکومت کی مداخلت سے آزاد ہیں اور یہی روایت ہندوستان

میں بھی مسلمانوں کی آمد کے بعد جاری رہی۔ طاقتور مغل بادشاہوں نے بھی کبھی دینی تعلیم کے اداروں میں مداخلت کی کوئی کوشش نہیں کی جسٹس سہیل صدیقی صاحب نے بتایا کہ انہیں دراصل ان مسلمان بچوں کی فکر ہے جو غریب بستیوں سے تعلق رکھتے ہیں اور جہاں ان کی تعلیم کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں پایا جاتا، انہوں نے چند مقامات کا تذکرہ کیا اور بتایا کہ چند مقامات پر یہ بچے شیشومندر میں تعلیم حاصل کرنے پر مجبور ہیں جہاں انہیں نہ کوئی فیس دینی پڑتی ہے اور نہ کتابیں خریدنی پڑتی ہیں، ان کی کوشش یہ ہے کہ اس طرح کے بچوں کے لئے مدرسے قائم ہوں اور یہ مدرسے اپنا الحاق مرکزی مدرسہ بورڈ سے کریں، ان سے کہا گیا کہ ایسی صورت میں ان کو یہ واضح کرنا پڑے گا کہ وہ صرف ان مدارس کا الحاق مرکزی مدرسہ بورڈ سے چاہتے ہیں جہاں تحتانوی درجات کی تعلیم ہوتی ہے اور اس تعلق سے ان کو واضح طور پر قانون میں دفعات فراہم کرنا چاہئے اور مسلم عوام کو واقف کرانا چاہئے، انہوں نے وفد کو ان کی جانب سے مرتبہ مسودہ قانون کی نقل حوالہ کی اور کہا کہ اس کا بغور جائزہ لے کر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور بورڈ کے ارکان اپنی رائے سے انہیں مطلع کریں۔ یہ مسودہ قانون جائزے کے لئے صدر بورڈ اور جنرل سکریٹری صاحب کو روانہ کیا گیا۔

وفد ملاقات کے بعد پریس ریلیز:

اس ملاقات کے بعد ۲۵ رفروری ۲۰۰۹ء کو درج ذیل پریس نوٹ جاری کیا گیا:

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے ایک وفد نے کل شری ارجن سنگھ وزیر برائے فروغ انسانی وسائل سے ملاقات کی اور مرکزی مدرسہ بورڈ کے تعلق سے مسلمانان ہند کے شدید مخالفانہ احساسات سے واقف کرایا اور بتایا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور کئی علماء کرام کی مخالفت کے باوجود مرکزی حکومت مرکزی مدرسہ بورڈ کے قیام کے لئے کوششیں جاری رکھی ہوئی ہے۔ وفد نے جو محمد عبدالرحیم قریشی صاحب اسسٹنٹ جنرل سکریٹری بورڈ، پروفیسر ریاض عمر صاحب خازن بورڈ اور رکن بورڈ جناب محمد ادیب صاحب ایم پی پر مشتمل تھا نے کہا دینی مدارس کے تعلیمی یا انتظامی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت اقلیتوں کو دئے گئے حقوق کی خلاف ورزی کے مترادف ہوگی۔ دستور کے دفعات ۲۵، ۲۶ اور ۳۰ کی رو سے مذہب پر عمل کرنے اور مذہبی امور کے تعلق سے ادارے قائم کرنے اور بلا کسی بیرونی مداخلت کے اداروں کو چلانے کا حق ملک کی تمام مذہبی اکائیوں کو حاصل ہے۔ اسی طرح دستور یہ حق بھی عطا کرتا ہے کہ اقلیتیں اپنی پسند کے تعلیمی ادارے قائم کرسکتے اور چلاسکتے ہیں۔ مرکزی مدرسہ بورڈ کا قیام مسلم اقلیت کو ان حقوق سے محروم کرنے کے مترادف ہوگا۔ مرکزی وزیر شری ارجن سنگھ نے وفد کو بتایا کہ مرکزی مدرسہ بورڈ کے قیام کے سلسلہ میں کوئی قانون سازی پارلیمنٹ کے اس اجلاس میں نہیں ہوگی اور ۲۶ رفروری کو پارلیمنٹ کا اجلاس ختم ہوجائے گا۔ ایسی قانون سازی عام انتخابات کے بعد نئی پارلیمنٹ کرسکے گی لیکن حکومت ایسا کوئی قدم اٹھانے سے پہلے مسلمانوں کے اہم اداروں کو اعتماد میں لے گی۔

(۸) بورڈ کے وفد کی وزیراعظم سے ملاقات:

مؤرخہ ۱۵ رستمبر ۲۰۰۹ء کو آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا ایک مؤقر وفد وزیراعظم سے ملا اور حسب ذیل میمورنڈم پیش کیا:

Hon'ble Shri Manmohan Singh

Prime Minister of India

New Delhi

Respected Sir,

We, on behalf of All India Muslim Personal Law Board, congratulate you for your re-assumption of august office of prime ministership of this greatest democracy of the world for the second term and we hope and expect that you will do your best to bring prosperity to the country to lessen the difficulties experienced by poor and

Homosexuality, even if between two consenting adults, is immoral and unhealthy and it may embolden homosexuals to entice, target or sexually assault immature boys who have just attained the age of majority with impunity. The homosexual act has been the cause of many deadly diseases most known of which is AIDS/HIV which was previously known as GRIDS (Gay Related Immune Deficiency Syndrome). We have also to realize that Indian society is basically a religious society and in many religions - Islam, Christianity, Hinduism etc. - it is regarded as a sin. In other religions also it is not permitted and a person involved in it is disliked and looked down with hatred. From all three angles health, public morality and religious sentiments, homosexuality should not be decriminalized. Sec. 377 of the IPC which criminalizes unnatural offences acts as a deterrence against homosexuality. From constitutional and legal aspects the judgment of the Delhi High Court suffers from mis-guided interpretations and wrong assumptions.

We earnestly request you not to repeat the deprived segments of the people, to solve problems faced by minorities and particularly the muslim minority and to strengthen non denominational secular and pluralistic character of our country.

At present we are inviting your attention towards some urgent issues and request you to take steps in the matters presented in this memorandum

1. DELHI HIGH COURT JUDGMENT ON HOMOSEXUALTY:- The Delhi High Court in its judgment of July. 2, 2009 has decriminalized homosexual act between two consenting adults. In this matter the Supreme Court has issued a notice to the Union of India to inform the apex court about its stand on homosexuality. In a statement to the press, soma days before, the Law Minister Mr. Veerappa Moily has applauded the judgment of the Delhi High Court but the Home Minster Mr. Chidambaram has in a press statement stated that the Government of India has still not finalised its stand on the subject and his clarification went a long way to calm restlessness of the people and their anger on the government..

confusion prevailing amongst different Ministries of UPA govt. on the issue of homosexuality as was done before the High Court. In the Delhi High Court, the Health Ministry and Home Ministry took divergently opposite stands and filed contradictory affidavits before the High Court. The High Court judgment has far reaching cmsegaences as it upholds the contentions of homosexuals to human rights to dignity and paves the way for its acceptability in the society, irrespective of social mores and religious values adhered to by a group of people. In its anxiety to be ultra liberal, the High Court has undermined the following aspects of homosexual behavior,

(i) Naaz Foundation, the petitioners, have admitted in the petition that homosexuals are High risk HIV/AIDS patients and the presence of penal previsions of India Penal Code prevent then from reaching to such patents for treatment, the fact that homosexuals are high risk HIV/AIDS patients is admitted by them.

(ii) The judgement accepts two propositions as Gospels of Truth namely, (a) that homosexuality is not a disorder or disease (b) that it is just expression of human sexuality and (c) that since it is natural, it can not be cured, ignoring wealth of literature emanating from experts holding diametrically opposite views.

(iii) That the High Court has implicitly accepted the theory that acts of homosexuality with a person below the Age of 16 years will still remain crime. Therefore, see 377 of IPC in diluted form remains on statute book. By such method the High Court has transgressed in the field of legislation for which it never processed sufficient data. Amendments to see 377 of IPC should be canied out in democratic process by the concerned legislature after examining all pros and cons of piece of legislation and inviting public debate thereon. Such indirect way of amending see 377 of IPC by judiciary is, to say the best, undemocratic.

We emphatically on behalf of, not only muslims but in accordance with the sentiments of all Indian communities, demand of the Government of India to oppose the Delhi High Court judgment on homosexuality and take a very strong stand

Prof. Riaz Umar (Treasurer)
Y.H.Muchhala.Sr.Adv (Convenor, Legal Cell)
Jb Asaduddin Owaisi MP
(Moulana) Abdul Wahab Khilji
Jb Mohd Adeeb M.P
(Moulana) Asrarul Haq Quasmi M.P
(Moulana) Nusrat Ali

SOME IMPORTANT ASPECTS OF HOMOSEXUALITY

'In an effort to effect public policy and gain acceptance the assertion often is made that homosexuals deserve equal rights just as other minority groups, and should not punished for or forbidden from, expressing their homosexuality. The fight for the acceptance of homosexuality often is compared to 'civil rights' movement of minorities. Using this camouflage of innate civil liberties homosexual activists were able to direct attention away from the behaviour and focus it on the rights.'

The argument goes like this, 'just as a person cannot help being male or female or black or white, a homosexual cannot help being homosexual. He is born this way and as such he should be treated equally. 'However, this argument fails to for retaining Sec. 377 in the Indian Panel Court as it is. This will be in consonance with the moral and cultural ethos of the whole Indian society and will save the country from outburst of gay related diseases which have become problematic in many western societies.

2. **NEW WAKF BILL:-** It has been reported that the Government of India is going to move a new Wakf Bill in the winter session of Parliament. It will be better if this Bill is made public to solicit opinion and remarks of the muslims. We on behalf of All India Muslim Personal Law Board request you to give instruction for furnishing a copy of the Bill to the Board and to finalize it after the Board apprises the Government of India of its reaction on it.

We again request you to take immediate measures in the matters described above and particularly in the matter relating to homosexuality.

New Delhi Sep. 15, 2009

(Ml) Syed Nizamuddin (General Secretary)
Jb Abdus Sattar Y. Shaikh (Secretary)
Mohd Abdul Rahim Quraishi (Secretary)

comprehend the 'true civil right movements. The law already protects the civil rights of everyone - black, white, male, female, homosexual or heterosexual. Homosexuals enjoy the same civil rights every one else does. The contention arises when specific law deprives all citizens of certain behavior (e.g., sodomy etc). These laws are the same for all members of society'.

Prior to 1973, homosexuality was viewed by both the public and the medical community as a sickness and it was described so in the Diagnostic and Statistical manual of Mental Disorders, the official reference book used by the American Psychiatric Association. In 1973, however it was removed as a disorder, based on the claim that it did not fulfill the 'distress and social disability' criteria that were used to define a disorder.

The first significant published study that indicated a possible biological role for homosexuality came from Simon LeVay, who was then at the Salk Institute for Biological Studies in San Diego, California (USA). In 1991, Dr. LeVay reported differences between the brains of homosexual and heterosexual men. LeVay reported that clusters of neurons (INAH) in homosexual men were the same size as clusters in women, both of which were significantly smaller than clusters in heterosexual men. This difference was interpreted as strong evidence of a biological link to homosexuality. It is pertinent to note here that all (19) homosexual subjects used in the study had of complications of AIDS. All men with AIDS have decreased testosterone levels as the result of the disease itself, so it should be expected that those who suffered from AIDS would have smaller INAH. Levay has admitted,

'It is important to stress what I didn't find. I did not prove that homosexuality is genetic, or find a genetic cause for being gay. I didn't show that gay men are born that way, the most common mistake people make in interpreting my work. Nor did I locate a gay centre in brain'.

One of the most frequently cited studies used in promoting the genetics of sexual orientation is a 1952 study by Kalimann who reported a concordance rate of 100%

homosexual

- 9.2% of non-twin biological siblings reported homosexual orientations.

'The most glaring observation is that clearly not 100% of the identical twins, inherited homosexuality'. If there was, in fact, a 'gay gene' then all of the identical twins should have homosexual orientation. The biological brothers and adoptive brothers showed approximately the same rates. This suggests that there is no genetic component but rather an environmental component shared in families.

A more recently published twin study by King and McDonald finds significantly lower rates than reported by Bailey and Pillard.

Two years after Simon LeVay's report, a group led by Dean H. Hamer of the National Cancer Institute allegedly linked male homosexuality to a gene on the x chromosome. His team investigated 114 families of homosexual men and collected family history information from 75 gay male individuals and 40 gay brother pairs. In many families, gay man had gay relatives through maternal lines. Thus they

for sexual orientation among monozygotics (identical twins). However Kalimann subsequently conjectured that this perfect concordance was an artifact possibly due to the fact that his sample was drawn largely from mentally ill and institutionalized men. But Kalimann's research opened the door to twin studies in regard to sexual orientation.

Muchael Bailey and Richard Pillard researchers at Northwestern University and the Boston University School & Medicines carried out a similar experiment examining 56 pairs of identical twin, 54 pairs of fraternal twins, 142 non-twin brothers of twins and 57 pairs of adoptive brothers. They were looking to see if homosexuality was passed on through familial lines. Their reported findings are;

- 2% of identical (monozygotic) twin of homosexual men were homosexual.
- 22% of fraternal (diozygotic) twins were like wise homosexual
- 11% of adoptive brothers of homosexual were

concluded that a gene for homosexuality might be found on the X chromosome, which is passed from mother alone. Then they used DNA linkage analysis in an effort to find a correlation between inheritance and homosexual orientation. Of the 40 pairs of homosexual brothers he analyzed, Hamer found that 33 exhibited a matching DNA region called q 28 - a gene located at the tip of the long arm of the X chromosome and Hamer and his team speculated that this finding indicated 'statistical confidence level of more than 99 percent that at least one sub type of male sexual orientation is genetically influenced'.

It is important to note that Hamer did not claim to have found a 'gay gene' or even the set of genes that might contribute to a propensity for homosexuality.

One of the most significant problem with Hamer's approach is that his team did not feel that it was necessary to check whether any of the heterosexual men in these families shared the marker in question. Additionally Hamer never explained why the other seven pairs of brothers did not display the same genetic marker. If this is 'the gene' for homosexuality, then one must assume all homosexuals would posses that particular marker - and yet that was not the case in Hamer's study.

George Rice and his colleagues from Canada looked intently at the gene X q 28 and observed that the results do not support an x-linked gene underlying male homosexuality.

The so called 'gay gene' has not been identified and neither the map for the X nor the Y chromosome contains any 'gay gene'.

CHANGEABILITY OF HOMOSEXUALS

An individual with diabetes has no hope of changing that condition. Likewise a child born with Down's syndrome will carry that chromosomal abnormality through out his or her life. These individuals are product of the gene they inherited from their parents.

Homosexuality appears appear to be vastly different. Many people have been able to successfully change their sexual orientations.

Robert Spitzer conducted a study to see if homosexuals can change their sexual

explain why the incidence of STD is much lower among lesbians than among homosexuals or heterosexual men. Few studies have been done on the incidence of STD among homosexuals. However, homosexuals a likely to suffer one or more diseases, Gonorrhea, Chlamyonal Pharyngites and Procitis, Syphilis, Herpes, Hepatitis B, Gay Bowl Syndrome, Genital Warts, and AIDS - Multi drug - resistance MRSA infection (USA 300 MRSA is common among homosexuals in the West), HPV (Human Papiloma Virus), anal carcinoma (anal cancer) etc.

SEXUAL ABUSE - CONTRIBUTING FACTOR FOR HOMOSEXUALITY

In 2001, the Journal, Archives of Sexual Behavior published a study entitled 'Comparative Data of Childhood and Adolescence Molestations in Heterosexual and Homosexual Persons'. It stated that 46% of homosexual men in contrast to 7% the heterosexual men reported homosexual molestation.

Many studies have found, 'Adolescent boys, particularly those victimized by males, were upto 7 times orientation to heterosexuality and observed that majority of participants reported change from a predominantly or exclusively homosexual orientation before therapy to a predominantly or exclusively heterosexual orientation. It is to be noted that the rational for removing homosexuality from DSM in 1973 was based in part on the clarification as formulated by Robert Spitzer. He later on conducted the studies refer to here.

The two years study conducted by the National Association for Research and Therapy of Homosexuality also came to the same conclusion.

It is also to be considered that had homosexuality a genetic base, it would not have existed now. The individuals who have partners of the same sex are biologically unable to reproduce. Hence the homosexual population would have eventually disappeared altogether long ago.

SEXUALLY TRANSMITTED DISEASES AMONG HOMOSEXUALS

During the last 35 years, the health care needs of homosexuals have been receiving increasing attention. Many infections are transmitted via the penis, which may

more likely to identify themselves as homosexual or bisexual than peers who had not been abused.

(۹) بورڈ کے جاری کردہ پریس ریلیز

(۱) بورڈ کی مجلس عاملہ کا فیصلہ:

☆ نئی دہلی، ۷/جولائی ۲۰۰۸ء

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا اجلاس ۶/جولائی ۲۰۰۸ء کو بورڈ کے مرکزی دفتر دہلی میں زیر صدارت صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب منعقد ہوا جس میں زیر بحث ایجنڈہ پر گفتگو ہوئی، اس کے علاوہ ڈاکٹر طاہر محمود صاحب کی جانب سے لاکمیشن کو دی گئی اس تجویز کی سخت الفاظ میں مذمت کی گئی جس میں انہوں نے کہا کہ لاکمیشن مسلمانوں سے متعلق اقدامات کرتے ہوئے یونیفارم پرسنل لا کی تدوین کرے جو بلا لحاظ مسلک وفرقہ تمام مسلمانوں پر قابل اطلاق ہو اور یہ کہ سول میرج کے قوانین میں ترمیم کر کے مسلمانوں کو ان قوانین کے تحت شادی کرنے پر راغب کیا جائے۔ مجلس عاملہ کا احساس ہے کہ ان تجاویز کے پیچھے کچھ مذموم محرکات کام کر رہے ہیں اور ان کا مقصد یونیفارم سول کوڈ کی تدوین کے لئے راستہ ہموار کرنا معلوم ہوتا ہے تا کہ مسلمانوں کو شریعت کے احکامات کے مطابق اپنے خاندانی نزاعات کو طے کروانے کے بنیادی حق سے محروم کیا جائے۔ یہ ملک سے شرعی قوانین کو ختم کرنے کی گھناؤنی سازش کا حصہ ہے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ یکساں شرعی قانون کی تدوین (Codification) کے خلاف ہے کیونکہ اس سے ریاست کو شریعت کے احکامات میں ترمیم و تبدیلی، تنسیخ و اضافہ کا اختیار حاصل ہو جائے گا اور صورتحال یہ ہے کہ پارلیامنٹ میں ایسا کوئی نظر نہیں آتا اور آئندہ بھی نظر آنے کے امکانات تقریبا مفقود ہیں جو پارلیامنٹ میں شرعی احکامات کے مطالب ومفہوم اور ان کی مصلحتوں کو پیش کر سکے اور یہ واضح کر سکے کہ یہ دین اسلام کا اٹوٹ حصہ ہے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا یہ اجلاس ڈاکٹر طاہر محمود صاحب کی تجاویز کے خلاف ان سخت احساسات کے ساتھ لاکمیشن اور مرکزی وزارت قانون سے پرزور اپیل کرتا ہے کہ وہ ان تجاویز کو فوری رد کرے اور عام اعلامیہ جاری کیا جائے کہ کمیشن یا حکومت مسلم پرسنل لا میں مداخلت کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی اور اسی طرح ان کا ارادہ مسلمانوں کو سول میرج کی طرف راغب کرنے کا نہیں ہے، حکومت کا ایسا اعلان ڈاکٹر طاہر محمود صاحب کی تجاویز سے پیدا شدہ اندیشوں کو دور کرنے میں فائدہ مند ہوگا۔"

(۲) بورڈ نکاح کے لازمی رجسٹریشن کا مخالف ہے

بعض اخبارات نے یہ تأثر قائم کرنے کی کوشش کی کہ پرسنل لا بورڈ کو نکاح کے لازمی رجسٹریشن سے کوئی اختلاف نہیں ہے اور بورڈ کو بوڑھی قیادت سے الگ کیا جائے، اس بے بنیاد خبر کے بعد بورڈ کے ترجمان و معاون جنرل سکریٹری محترم جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب کی طرف سے درج ذیل وضاحتی بیان جاری کیا گیا جو پورے ملک کے اخبارات میں شائع ہوا جو حسب ذیل ہے۔

☆ نئی دہلی: ۷/جولائی ۲۰۰۸ء

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے پریس نوٹ میں کہا گیا ہے کہ شادیوں کے لازمی رجسٹریشن کے سلسلہ میں بورڈ کے موقف کے بارے میں بعض غلط فہمیاں پیدا ہونے کا امکان ہے کیونکہ بعض خبروں میں بورڈ کے موقف کو صحیح انداز میں پیش نہیں کیا گیا۔ محمد عبدالرحیم قریشی صاحب اسسٹنٹ جنرل سکریٹری و ترجمان آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے بتایا کہ جہاں اصولی طور پر **آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ شادیوں کے رجسٹریشن کے خلاف نہیں ہے وہیں یہ بورڈ اس رجسٹریشن کو لازمی قرار دینے کا سخت مخالف ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس رجسٹریشن کو لازمی قرار دینے سے ملک کی ایک قابل لحاظ آبادی جس میں ہندو مسلمان سبھی شامل ہیں تکالیف اور مصیبت کا شکار ہوگی** اور اس لحاظ سے رجسٹریشن کو لازمی قرار دینے کی مخالف صرف مسلمانوں کے کسی مسئلہ کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ بلا لحاظ مذہب ملک کے دیہاتوں اور دور دراز علاقوں میں بسنے والی ساری ہندوستانی آبادی کو جو امکانی مصیبتیں آئیں گی اور جرمانوں کا جو بار برداشت کرنا پڑے گا ان کے پیش نظر بورڈ رجسٹریشن کو لازمی بنانے کا

مخالف ہے کیونکہ رجسٹریشن کا نظام زیادہ سے زیادہ ضلع، تعلقہ یا بلاک کے صدر مقام پر ہے اور وہاں تک ایک غریب دیہاتی، زرعی مزدور اور چھوٹے موٹے کاروبار کرنے والے کے لئے شادی کرنے کے بعد اپنی بیوی اور دونوں طرف کے دو دو گواہوں کے ساتھ پہنچ کر رجسٹریشن کے لئے چار پانچ دن قیام کرنا تقریباً ناممکن ہے، یہی وجہ ہے کہ مہاراشٹر میں ۲۰۰۲ء میں لازمی رجسٹریشن کا قانون بننے کے بعد آج تک بھی یہ قانون غیر شہری علاقوں میں نافذ نہیں ہوسکا ہے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا موقف یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے پاس نکاح کی ضروری تفصیلات پر مشتمل ریکارڈ، قاضی، یا نکاح خواں تیار کرتے ہیں اور ان کے پاس یہ ریکارڈ محفوظ رہتا ہے اس لئے قاضی صاحبان اور نکاح خواں حضرات کو قانونی حیثیت میں رجسٹریشن کے قانون سے جوڑا جائے اور ان کے مرتبہ ریکارڈ کو رجسٹریشن تسلیم کیا جائے تو کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔ البتہ صرف دور افتادہ علاقوں کے دیہاتوں میں شاید ایسا ممکن نہ ہو سکے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا موقف بہت ہی معقول اور آسانی سے سمجھ میں آنے والی بنیاد پر قائم ہے۔ جس کو ہر ذی شعور ہندوستانی صحیح تسلیم کرے گا۔ محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے مزید کہا کہ بورڈ کے اجلاس عاملہ کی خبروں میں بعض اخبارات نے صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب کے حوالہ سے بوڑھی قیادت کی فعالیت کو موضوع بحث بنایا ہے اور افسوس اس بات کا ہے کہ یہ خبر UNI جیسے باوقار ادارے سے جاری ہوئی ہے۔ یہ سوال نہ کلکتہ کے اجلاس عمومی میں زیر بحث آیا اور نہ ایسی کوئی بات دہلی کے ۶/ جولائی کے منعقدہ اجلاس میں صدر محترم نے فرمائی۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اس خبر کو ایک ایسے ادارے نے جاری کیا ہے جس کا کوئی نمائندہ بورڈ کے اجلاس کے موقع پر موجود نہیں تھا اور جس کے کسی نمائندہ نے اجلاس کے بعد سہی، بورڈ کے ذمہ داروں سے کوئی گفتگو نہیں کی۔

(۳) بنات والا صاحب ایک نڈر اور بے باک سیاسی لیڈر تھے

☆ ۲۶/ جون ۲۰۰۸ء

نئی دہلی: آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب نے ٹیلیفون پر اپنے ایک تعزیتی بیان میں فرمایا کہ بورڈ کے تاسیسی رکن جناب غلام محمود بنات والا صاحب کے اچانک انتقال کی خبر سے بیحد صدمہ پہنچا۔ ان کے انتقال سے ملت اسلامیہ ہندیہ بنات والا صاحب جیسے سیاسی سوجھ بوجھ رکھنے والے بے باک ونڈر قائد و رہنما سے محروم ہوگئی۔ مرحوم بورڈ کے کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے اور بڑی گرمجوشی سے حصہ لیتے، بورڈ کے ہر پروگرام میں بڑی پابندی سے شرکت فرماتے تھے۔ بورڈ کے عام اجلاس میں ان کی تقریر بہت پسند کی جاتی تھی۔ ہر موضوع پر وہ پوری تیاری کے ساتھ شریک ہوتے اور بڑی فاضلانہ گفتگو فرماتے، دور دور تک اس قحط الرجال میں ان کا بدل نظر نہیں آتا، اللہ تعالیٰ غیب سے ملت اسلامیہ کو اس کا بدل عطا فرمائے اور مرحوم کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔

مسلم پرسنل لا بورڈ کے سکریٹری محترم جناب عبدالستار یوسف شیخ صاحب نے فون پر اپنے تعزیتی بیان میں فرمایا کہ وہ شروع دن سے بورڈ کے تاسیسی و عاملہ کے رکن تھے، انتہائی شریف و نیک انسان تھے، اور پارلیمنٹ کے قابل ترین ممبر بھی تھے، مسلم پرسنل لا کے مسائل کو پارلیمنٹ میں پوری قوت کے ساتھ اٹھاتے اور پارلیمنٹ میں اس کو کافی اہمیت بھی دی جاتی، مسلم مسائل کو حل کرنے میں بورڈ کی میٹنگوں میں ان کی رائے کو فوقیت دی جاتی تھی، وہ بورڈ کے بہترین اور مضبوط معاون تھے۔ شاہ بانو کیس میں پیش پیش رہے۔ ان کی تقاریر کو سننے کے لئے مجمع ساکت و جامد گھنٹوں انتظار کرتا اور بڑی جامع تقریر کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے اور ملت اسلامیہ ہندیہ کو ان کا بدل عطا فرمائے۔ آمین

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر دفتر دہلی میں بورڈ کے سرگرم و فعال رکن محترم جناب غلام محمود بنات والا صاحب کے اچانک انتقال پر ایک تعزیتی نشست منعقد ہوئی جس میں مولانا محمد کامل قاسمی، دفتر انچارج بورڈ مولانا وقارالدین لطیفی، متین احمد صاحب لیکچرار جامعہ ملیہ اسلامیہ، مولانا حامد صدیقی ندوی اور جملہ کارکنان دفتر بورڈ شریک ہوئے۔ اس نشست میں باتفاق رائے یہ تجویز منظور کی گئی کہ: جناب غلام محمود بنات والا صاحب ایک نڈر اور بے باک رہنما اور قائد تھے، قومی وملکی

مفادات کو ہمیشہ مقدم رکھتے، حق بات کہنے میں کبھی پیچھے نہیں ہٹتے، ان کی ان ہی خوبیوں کی وجہ سے دوست اور دشمن سب ان کے قدر داں تھے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے قیام کے دن سے ہی اس کے سرگرم وفعال رکن تھے۔ بورڈ کے پلیٹ فارم سے لے پالک کا مسئلہ، ایمرجنسی، یونیفارم سول کوڈ، لازمی نسبندی، شاہ بانو مقدمہ، نکاح نابالغان جیسے مسائل پر پوری دلچسپی لی اور الحمدللہ ان مسائل پر بورڈ کی کامیابی میں مرحوم بنات والا صاحب کا بڑا بنیادی اور اہم رول رہا ہے۔ بلاشبہ مرحوم بے شمار خوبیوں کے مالک تھے، اپنی پوری زندگی انہوں نے قوم وملت کی فلاح و بہبود کے لئے وقف کردی تھی، اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔

(۴) داڑھی اور برقعہ پر جسٹس کاٹجو کا بدبختانہ ریمارک

ابھی حالیہ دنوں میں سپریم کورٹ کے جج جسٹس کاٹجو کے داڑھی والے فیصلہ کو لے کر ایک عجیب انتشار کی سی کیفیت پیدا ہوگئی تھی اسی کے تناظر میں بورڈ کے جنرل سکریٹری صاحب کی طرف سے حسب ذیل پریس بیان جاری کیا گیا:

☆ نئی دہلی ۳۱/مارچ ۲۰۰۹ء

ایک مسلم طالب علم کے داڑھی رکھنے کے خلاف اور مسلمانوں کی داڑھی اور برقعے کو طالبان سے جوڑ کر طالبانی ذہنیت کی علامت قرار دینے کے سپریم کورٹ کے جج جسٹس مارکنڈے کاٹجو کے فیصلہ کو مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے بدبختانہ قرار دیتے ہوئے اس کی سخت الفاظ میں مذمت کی اور کہا کہ فرقہ پرست سیاسی لیڈروں کی جانب سے داڑھی کو دہشت گردی سے جوڑنے کی بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ اپنے سیاسی مفادات کے تحت مسلمانوں پر الزام لگاتے ہیں مگر سپریم کورٹ جیسی اعلی ترین عدالت کے ایک جج سے ایسی توقع نہیں رکھی جا سکتی کہ وہ سیاسی لیڈروں کی زبان استعمال کرتے ہوئے مسلمانوں پر بے بنیاد الزامات عائد کریں گے۔ مولانا سید نظام الدین صاحب نے کہا کہ جب ملک میں کسی اسکول یا کالج یا سرکاری دفاتر میں سکھ بھائیوں کے داڑھی رکھنے پر کوئی پابندی نہیں ہے تو ایسی پابندی مسلمانوں پر کیوں لگائی جارہی ہے، اگر سکھ مت کے اندر داڑھی رکھنا مذہب کا جز ہے تو مذہب اسلام میں بھی داڑھی رکھنا مذہبی اعتبار سے ضروری ہے۔ اگر مسلمانوں کی ایک تعداد داڑھی نہیں رکھتی ہو تو سکھ بھائیوں کی بھی ایک تعداد داڑھی منڈاتی ہے اور اس بنیاد پر کوئی نہیں کہتا کہ داڑھی رکھنا سکھ مذہب کا جز نہیں ہے، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری نے مزید کہا کہ داڑھی کے مسئلہ پر ایرفورس کے مسلم آفیسر کے معاملہ میں فیصلہ کرتے ہوئے سپریم کورٹ کے ایک جج نے کہا تھا کہ اسلام میں داڑھی رکھنا فرض نہیں سنت ہے گویا سنت پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے۔ یہ بات انتہائی غلط اور اسلام کی تعلیمات کی غلط تشریح و تاویل ہے۔ مذہب اسلام، مسلمانوں کو فرض اور سنت دونوں پر عمل کرنے کی ہدایت دیتا ہے اور لازم قرار دیتا ہے اس طرح داڑھی مسلمانوں کے لئے مذہبی اعتبار سے ضروری ہے۔ مولانا نظام الدین صاحب نے جسٹس کاٹجو کے اس ریمارک کی بھی مذمت کی کہ مذہب کی آزادی کے بنیادی حق کو زیادہ وسعت نہیں دی جاسکتی۔ افسوس ہے کہ جسٹس کاٹجو اس دستوری حقیقت کا انکار کررہے ہیں کہ بنیادی حقوق کو اتنی اہمیت حاصل ہے کہ اگر کسی قانون یا حکم نامے کے ذریعہ ان میں سے کسی حق میں کمی واقع ہوتی ہے یا یہ حق ختم ہوتا ہے تو عدالتیں اس قانون یا حکم نامہ کو رد کرنے اور بے اثر قرار دینے کا اختیار رکھتی ہیں۔ مولانا سید نظام الدین صاحب نے حکومت ہند سے مطالبہ کیا کہ جس طرح سکھوں کو داڑھی رکھنے کی اجازت ہے، اسی طرح مسلمانوں کو تمام سرکاری شعبوں اور محکموں میں داڑھی رکھنے کی اجازت دی جائے اور سرکاری یا سرکار سے امداد پانے والے تمام تعلیمی اداروں کو ہدایت جاری کی جائے کہ وہ مسلم طلبا کو داڑھی رکھنے کی اجازت دیں۔ انہوں نے کہا کہ جسٹس کاٹجو کا یہ فیصلہ ہندوستان کی عدلیہ کی تاریخ میں سیاہ ترین فیصلوں میں شمار کیا جائیگا۔

(۵) ہم چاہتے ہیں کہ حکومت اور عدالت مسلمانوں کے درد کو سمجھے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے وفد کی وزیر قانون سے ملاقات

داڑھی کے موضوع پر بورڈ کے سکریٹری حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب کی قیادت میں بورڈ کے ایک وفد نے مرکزی وزیر قانون سے

ملاقات کی اور اس ملاقات کے بعد حسب ذیل پریس بیان جاری کیا گیا:

☆ نئی دہلی: ۸/اپریل ۲۰۰۹ء

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ چاہتا ہے کہ حکومت اور عدالت کے ساتھ ہندوستان کے لوگ مسلمانوں کے درد کو سمجھیں اور جسٹس مارکنڈے کاٹجو نے اپنی زبان سے مسلمانوں کے دلوں کو زخمی کیا ہے، اس کا مرہم تلاش کیا جائے۔ ان الفاظ کے ساتھ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے سکریٹری مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب سجادہ نشین خانقاہ مونگیر نے وزیر قانون مسٹر ہنس راج بھاردواج کے سامنے ان اخباری تراشوں کو پیش کیا، جس میں جسٹس مارکنڈے کاٹجو کے ریمارکس چھپے ہیں انہوں نے کہا کہ یہ ریمارکس غیر واقعی اور بے حد دلآزار ہیں، اخبار میں اس طرح کی چیز آتی ہے، تو فرقہ پرستوں کے حوصلے بلند ہوتے ہیں، اور وہ سمجھتے ہیں کہ سپریم کورٹ میں ان کے محافظ موجود ہیں، اس موقع پر وفد کے مؤقر ارکان نے گفتگو میں حصہ لیا۔ وزیر قانون مسٹر ہنس راج بھاردواج نے بتایا کہ انہیں اخبار میں چھپے ان ریمارکس کا علم ہے، اور اگر اخبار کی رپورٹنگ صحیح ہے تو یہ ریمارکس افسوسناک ہیں، انہوں نے کہا کہ میں ان معاملات پر واقفیت حاصل کر رہا ہوں، تاکہ واقعی صورت حال سامنے آسکے، حضرت مولانا فضل الرحیم مجددی صاحب نے فرمایا کہ ایک نازک معاملہ یہ ہے کہ اس ریمارکس پر جو نقصان مسلمانوں کو ہوا ہے اس کی بھرپائی کس طرح ہوگی۔ جناب کمال فاروقی صاحب نے کہا کہ عدلیہ کی غیر جانبداری ہر حال میں باقی رہنی ضروری ہے، عدلیہ کا شاندار ریکارڈ بہرحال قائم رہنا چاہئے۔ حضرت علامہ عقیل الغروی صاحب نے کہا کہ اس سلسلہ میں خود کانگریس پارٹی کو اپنے موقف کی صراحت کرنی چاہئے، وفد میں شریک مولانا محمود مدنی صاحب ایم پی، مولانا عمید الزماں کیرانوی قاسمی صاحب جنرل سکریٹری مسلم مجلس مشاورت، جناب محمد جعفر صاحب نائب امیر جماعت اسلامی ہند، مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب رکن عاملہ بورڈ، مولانا مفتی اعجاز ارشد صاحب نے گفتگو میں حصہ لیا، وزیر قانون نے بات چیت کے اہم نکتوں پر واضح رائے دی، انہوں نے یہ بھی کہا کہ گاندھی نہرو اور مولانا آزاد نے جو ذہن بنایا تھا ہم لوگ اسی ذہن کے آدمی ہیں، انہوں نے جس سیاسی اور سماجی کلچر کی تعمیر کی تھی اب ہندوستان میں قابل لحاظ تعداد کو اس کلچر سے مناسبت نہیں ہے، جبکہ یہ طے ہے کہ ہمارا ملک اس کلچر کے ساتھ ہی ترقی کرسکتا ہے۔

(۶) صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی گفتگو کو پروفیسر طاہر محمود صاحب نے غلط انداز پر پیش کیا:

داڑھی کے موضوع پر جناب پروفیسر طاہر محمود صاحب کی طرف سے صدر بورڈ سے ٹیلیفونی گفتگو کی روشنی میں ایک بیان آیا جس نے موضوع کو ہی الٹ کر رکھ دیا چنانچہ بورڈ کے سکریٹری حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب نے اس بیان کی تحقیق فرمائی اور حسب ذیل بیان مؤرخہ ۱۸/اپریل ۲۰۰۹ء پریس کو جاری فرمایا:

☆ نئی دہلی: ۸/اپریل ۲۰۰۹ء

سپریم کورٹ کے جسٹس مارکنڈے کاٹجو کے داڑھی اور برقعہ پر غیر ضروری ریمارکس کے نتیجہ میں مسلمانوں میں اضطراب تازہ تھا کہ ۱۶/اپریل کو اردو اخبارات میں جناب پروفیسر طاہر محمود کے پریس ریلیز نے عجیب صورتحال پیدا کردی، جناب طاہر محمود صاحب نے مسلمانوں کے اضطراب کے پس منظر میں اپنے صاحبزادہ کے ہمراہ جسٹس مارکنڈے کاٹجو سے ملاقات اور صدر مسلم پرسنل لا بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب کو اس ملاقات کی تفصیلات سے واقف کرایا گیا اور پروفیسر صاحب کے ذرائع نے پریس ریلیز جاری کیا جس کا خلاصہ یہ بھی تھا کہ صدر بورڈ سے پروفیسر طاہر محمود صاحب کی گفتگو کے بعد جسٹس کاٹجو کی مذمت کا جاری سلسلہ اب بند ہونا چاہئے اس پس منظر میں مسلم پرسنل لا بورڈ کے سکریٹری جناب حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب سجادہ نشین خانقاہ رحمانی مونگیر سے صدر محترم بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع ندوی صاحب کی فون پر گفتگو ہوئی صدر محترم نے بتایا کہ انہوں نے پروفیسر طاہر محمود صاحب کے اس اقدام کی تحسین کی ہے کہ انہوں نے جسٹس مارکنڈے کاٹجو سے ملکر مسلمانوں اور انصاف پسندوں کے شدید احساسات ان تک پہونچائے اس کے سوا کوئی بات نہیں ہوئی، حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ جناب طاہر محمود

صاحب نے یہ صراحت کی ہے کہ سپریم کورٹ نے صرف دو لفظ میں فیصلہ کیا ہے، تحریری طور پر اور کچھ نہیں کہا ہے یہ صحیح ہے کہ جناب کاٹجو نے ریمارکس زبانی دیئے ہیں جس سے پوری ملت کو نقصان پہونچا ہے مسٹر جسٹس کاٹجو کے ریمارکس نمایاں طور پر نیشنل ڈیلیز میں آچکی ہے جن سے ان فرقہ پرستوں کے حوصلے بلند ہوئے ہیں جو دہشت گردی کا سرا مسلمانوں سے جوڑتے ہیں، اگر اخبارات کی رپورٹنگ صحیح ہے تو جو بات جسٹس کاٹجو نے کہی ہے بد ترین مسلم دشمنوں نے بھی نہیں کہی تھی اگر اخبارات کی رپورٹنگ غلط ہے تو جسٹس کاٹجو تردید کر سکتے تھے، جسٹس کاٹجو کی پروفیسر طاہر محمود صاحب کی گفتگو کے جو حصے اخبارات میں آئے ہیں ان میں سب سے اہم یہ ہے کہ جسٹس صاحب نے فرمایا کہ میری بات صحیح طور پر سمجھی نہیں گئی، یہ کوئی معذرت ہے بھی نہیں، بلکہ یہ جملہ ان لوگوں کو "ناسمجھ" قرار دے رہا ہے، جنہوں نے جسٹس کے نامناسب ریمارکس پر اظہار خیال کیا ہے۔

(۷) مجلس عاملہ کا اجلاس کالی کٹ میں:

☆ ۲۶ / جون ۲۰۰۹ء نئی دہلی:

ہندوستانی مسلمانوں کی سب سے بڑی مشترکہ و متحدہ تنظیم آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنی عاملہ کا ۸۰ واں (اسیواں) اجلاس کالی کٹ کیرالہ میں طلب کیا ہے، بورڈ کی عاملہ کا یہ اجلاس ۱۲ / جولائی ۲۰۰۹ء کو صبح نو بجے اسماء ٹاور ماوٗر روڈ کالی کٹ میں ہوگا جس میں مسلم پرسنل لا بورڈ کی اہمیت و ضرورت پر صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب کا ایک اہم خطاب ہوگا جس میں خاص طور پر نئے حالات و مسائل کے تناظر میں بورڈ کے بنیادی کام، مسلم پرسنل لا کی حفاظت، اس کا نفاذ اور اس کی تطبیق و نفاذ کے بارے میں اظہار خیال کا موضوع شامل ہوگا۔

عاملہ میں سب سے زیادہ اہمیت کے ساتھ جن ایشوز پر غور ہوگا ان میں لبراہن کمیشن کا مسئلہ اور مختلف عدالتوں میں جو مقدمات اور کیسیز مسلم پرسنل لا کے تعلق سے چل رہے ہیں ان سب پر تفصیل کے ساتھ غور و خوض ہوگا کیونکہ ہندوستان کی مختلف عدالتوں میں ایسے بہت سے مقدمات چل رہے ہیں جو کسی نہ کسی درجہ میں بورڈ کی شرعی و قانونی مداخلت کے متقاضی ہیں، عاملہ کی اس میٹنگ میں بورڈ کی چار مرکزی کمیٹیوں کی رپورٹیں بھی پیش ہوں گی اور ان پر صلاح و مشورہ کیا جائے گا، اسی اجلاس میں ہندوستان کی مختلف ریاستوں میں خواتین کے مسائل سے متعلق سمینار و سمپوزیم منعقد کرنے کے مجوزہ پروگراموں پر بھی غور ہوگا نیز شمالی و جنوبی ہندوستان میں قاضیوں کی تربیت و ٹریننگ کے لئے خصوصی پروگرام منعقد کرنے پر بھی مشورے ہوں گے، مسلم سماج کے سدھار اور سوسائٹی سے تمام برائیوں کو دور کرنے کے لئے اصلاح معاشرہ کے ریاستی کنوینرس کے پروگرام منعقد کرنے پر بھی بات چیت ہوگی۔

عاملہ بورڈ کے اکیسویں اجلاس عام کی تاریخ و جگہ طے کرنے کے بارے میں بھی فیصلہ کرے گی، عاملہ میں جنوب کی ریاستوں کے ذمہ دار ارکان شریک رہیں گے۔

اجلاس کا دعوت نامہ ارکان عاملہ اور خصوصی مدعوئین کو بھیج دیا گیا ہے۔

(۸) ہم جنسی کو جائز قرار دینا انتہائی شرمناک، دہلی ہائی کورٹ کے فیصلے پر جنرل سکریٹری بورڈ کا بیان

☆ (نئی دہلی: ۴ / جولائی ۲۰۰۹ء)

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب نے دہلی ہائی کورٹ کے حالیہ فیصلے پر جس میں ہم جنسی کو باہمی رضامندی کی بنیاد پر جائز قرار دیا گیا ہے۔ اپنے پریس بیان میں سخت ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم جنسی چاہے دو عورتوں کے درمیان ہو یا دو مردوں کے درمیان ایک ناپاک عمل ہے۔ مذہب اسلام میں یہ قطعی حرام ہے اور اس کے علاوہ یہ ایک غیر فطری اور غیر اخلاقی عمل بھی ہے جس کو انسانیت کی اعلیٰ صفات کے خلاف مانا گیا ہے۔ ایسے شرمناک عمل کو انسانی حقوق کے دائرے میں لانا اور اس کو جائز قرار دینا نہایت افسوس ناک اور شرمناک ہے۔ اس سے انسانی سماج میں بے حیائی اور بداخلاقی کی ہمت افزائی ہوتی ہے۔ اس لیے مرکزی حکومت کو چاہئے کہ تعزیرات ہند کے قانون کو برقرار رکھتے ہوئے دہلی ہائی کورٹ کے فیصلے کو چیلنج کرے۔ حکومت کے ذمہ داروں کی طرف سے ڈھیلا ڈھالا بیان اور اتفاق رائے کی بات کرنا

صحیح نہیں ہے۔وزیراعظم،وزیرقانون اور یوپی اے کی چیئرپرسن کواس مسئلے پر خاص توجہ دینا چاہئے اور کسی طرح اپنے ملک میں اس طرح کے ناپاک عمل کی اجازت نہ دینی چاہئے۔یہ انسانوں کے مذہبی عقیدے،انسانی فطرت اورصحت عامہ کے اصول کے خلاف ہے۔معزز ججیز حضرات کوخود غور کرنا چاہئے کہ اگر ہم مغربی تہذیب کی پیروی میں اپنے ملک کے اندراس طرح کے فیصلے کریں اور ایسے ناپاک عمل کی اجازت دیں تو ایسے فیصلے ہندوستانی سماج کوکہاں لے جائیں گے۔

جنرل سکریٹری بورڈ نے مزید کہا کہ ملک کی تمام مسلم تنظیموں اور دیگر مذاہب کی ایسی تنظیمیں جوملک میں ایک اچھا معاشرہ دیکھنا چاہتی ہیں وہ اس فیصلے کی پرزور مذمت کریں کہ ہم اس کو ہر حال میں مذہبی،اخلاقی اور سماجی اعتبار سے نہایت نقصان دہ اور فساد وبگاڑ کا سبب سمجھتے ہیں۔اس طرح کے فیصلوں کو ہرگز نافذ نہ ہونے دیا جائے۔

(۹) ہم جنسی کے موضوع پر بورڈ کے وفد کی وزیراعظم سے ملاقات

☆ نئی دہلی ۱۶؍ستمبر ۲۰۰۹ء

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے ایک وفد نے مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری بورڈ کی قیادت میں کل وزیراعظم جناب منموہن سنگھ سے ملاقات کی اور مطالبہ کیا کہ بالغ افراد کے درمیان باہمی رضامندی سے ہم جنسی یعنی لواطت کے فعل کو جائز قرار دینے کے دہلی ہائی کورٹ کے فیصلہ کے خلاف حکومت ہندسپریم کورٹ میں سخت موقف اختیار کرے۔اس فیصلہ کے نتیجہ میں ہم جنسی میں مبتلا افراد ناپختہ کار نوجوانوں کو جو ابھی بالغ ہوئے ہیں بہلا پھسلا کر بلاخوف و بلاجھجک اپنی جنسی ہوس کا نشانہ بنائیں گے ہندوستانی معاشرہ بنیادی طور پر مذہبی معاشرہ ہے اور اس ملک میں موجود تمام مذاہب میں ہم جنسی کے فعل کو گناہ اور پاپ تصور کیا جاتا ہے۔ دہلی ہائی کورٹ میں درخواست گزار ناز فاؤنڈیشن نے خود یہ اعتراف کیا ہے کہ ہم جنسی میں ملوث افراد عموماً ایڈس کے مرض میں مبتلا ہوجاتے ہیں اس لئے صحت عامہ،اخلاق عامہ اور مذہبی احساسات کے نقاط نظر سے ہم جنسی کے فعل کو جائز قرار نہیں دیا جاسکتا،گفتگو کے آغاز میں جنرل سکریٹری بورڈ مولانا سید نظام الدین صاحب نے جناب منموہن سنگھ صاحب کو دوبارہ وزارت عظمی کے عہدہ پر فائز ہونے پر مبارکباد پیش کی اور کہا کہ آپ کے دور میں ملک نے معاشی،مالیاتی اور تعلیمی اعتبارات سے ترقی کی ہے اور ہندوستان کا شمار ترقی یافتہ ممالک میں ہونے لگا ہے اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہندوستان اپنے اخلاقی معیار اور بلندی کو بھی دنیا کے سامنے رکھے اور ہم جنسی جیسے غیر اخلاقی فعل کے خلاف آپ کی حکومت سخت موقف اختیار کرے۔وزیراعظم کو وفد نے بتایا کہ دہلی ہائی کورٹ نے چند مفوضات کی بنیاد پر فیصلہ دیا ہے یہ کہ ہم جنسی کا رجحان پیدائشی طور پر ہوتا ہے اور یہ رجحان لا علاج ہے۔دہلی ہائی کورٹ نے جدید سائنسی اور طبی تحقیقات کے وافر ذخیرہ کو نظر انداز کردیا جن کے ذریعہ ان مفروضات کی تردید ہوتی ہے۔دہلی ہائی کورٹ نے اپنے فیصلہ میں اس بات کو تو قبول کیا ہے کہ ۱۶؍سال کی عمر سے کم عمر کے بچوں کے ساتھ ہم جنسی جرم کی حیثیت رکھے گی اور یہ عمل جرم سمجھا جائیگا مگر یہ فیصلہ کہ اس سے بڑی عمر کے افراد کے درمیان یہی فعل جرم قرار نہیں پائے گا تعجب خیز اور افسوسناک ہے دہلی ہائی کورٹ نے اس فیصلہ کے ذریعہ قانون سازی کے میدان میں دخل اندازی کی ہے جبکہ قانون سازی پارلیمنٹ اسمبلیز اور کونسلس کا کام ہے اور بالواسطہ طریقہ پر قانون تعزیرات ہند کی دفعہ ۳۷۷ میں ترمیم کا جو عمل دہلی ہائی کورٹ نے کیا ہے وہ سراسر غیر جمہوری ہے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے وفد نے کہا کہ ہم صرف مسلمانوں کی جانب سے نہیں بلکہ ہندوستان کے تمام مذہبی طبقات کے احساسات کو پیش نظر رکھتے ہوئے حکومت ہند سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہم جنسی کی مخالفت میں سپریم کورٹ میں واضح اور سخت موقف منموہن سنگھ حکومت اختیار کرے،یہ بات سارے ہندوستانی سماج کے اخلاقی رجحانات کے مطابق ہوگی اور ملک کو ہم جنسیت کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے امراض سے بچائے گی جن سے آج مغربی ممالک پریشانی میں مبتلا ہیں۔اس وفد میں سکریٹریز محمد عبدالرحیم قریشی صاحب ، جناب عبدالستار یوسف شیخ صاحب، خازن جناب پروفیسر ریاض عمر صاحب، کنوینر لیگل سیل کمیٹی

جناب یوسف حاتم مچھالا صاحب ایڈوکیٹ، رکن بورڈ مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب کے علاوہ تین ارکان پارلیمنٹ جناب اسدالدین اویسی صاحب، مولانا محمد اسرارالحق قاسمی صاحب اور جناب محمد ادیب صاحب و نیز جنرل سکریٹری جماعت اسلامی ہند مولانا نصرت علی صاحب شامل تھے۔

وفد نے وزیراعظم منموہن سنگھ صاحب سے اس بات کا بھی مطالبہ کیا کہ مسلم اوقاف کے تعلق سے جو مسودہ قانون پارلیمنٹ کے آئندہ اجلاس میں پیش کیا جانے والا ہے اسکی کاپی بورڈ کو فراہم کی جائے اور بورڈ کی رائے کے بعد پارلیمنٹ میں پیش کیا جائے، وزیراعظم نے وفد کو بتایا کہ یہ بل ابھی پوری طرح سے تیار نہیں ہوا ہے خود ان کی رائے ہے کہ بل کے مکمل ہونے کے بعد اس کے تعلق سے مسلمانوں کا ردعمل معلوم کیا جائے اور یقیناً اس کی نقل بورڈ کو فراہم کی جائے گی لیکن ابھی تک خود ان کے سامنے یہ بل نہیں آیا ہے مگر وہ اوقاف کی جائیدادوں کی صیانت اور صحیح استعمال کی فکر رکھتے ہیں۔

مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری بورڈ نے وزیراعظم سے کہا کہ شادیوں کے لازمی رجسٹریشن کے قوانین بعض ریاستوں میں بن چکے ہیں اور اطلاع یہ ہے کہ مرکز بھی اس طرح کا قانون بنانے والا ہے، لیکن اس قانون پر چھوٹے دیہاتوں اور دیہاتوں کے غریب افراد اور دوردراز کے علاقوں میں روبہ عمل لانا بہت دشوار بلکہ تقریباً ناممکن ہے، ہم نکاح رجسٹریشن کے خلاف نہیں ہیں بلکہ اسکو لازمی کرنے کے خلاف ہیں اسمیں لازمی کی شرط نہ رکھی جائے۔ وزیراعظم نے کہا کہ ان دشواریوں کو دور کرنے کی کوشش کی جارہی ہے بورڈ نے وزیراعظم سے کہا کہ ملک کے جن طبقات میں شادی کے موقع پر باضابطہ تحریری ریکارڈ مرتب کیا جاتا ہے اور محفوظ رکھا جاتا ہے ان طبقات کے بارے میں یہ ذمہ داری شادی کی مذہبی رسومات کو انجام دینے والوں کے سر ڈالی جائے کہ وہ جو تحریری ریکارڈ تیار کرتے ہیں اسکی ایک نقل متعلقہ دفتر کو روانہ کردیں اس سے کافی سہولت ہوگی اور دشواریوں پر قابو پایا جاسکے گا۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے وفد کا یہ احساس ہے کہ وزیراعظم منموہن سنگھ نے دونوں معاملات پر مثبت ردعمل کا اظہار کیا ہے انہوں نے نئے قانون وقف کے بل کی کاپی بورڈ کو فراہم کرنے سے اتفاق کیا اور ہم جنسی کے بارے میں انہوں نے یہ تیقن دیا کہ حکومت ہند سپریم کورٹ کے سامنے ایک ہی موقف کا اظہار کرے گی اور یہ موقف ہندوستان کی تہذیب و تمدن اور اخلاقی رجحانات کے ہم آہنگ ہوگا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ دہلی ہائی کورٹ کے سامنے حکومت ہند وزارت داخلہ اور وزارت صحت نے باہم متضاد موقف کا اظہار کیا تھا۔

(۱۰) لبراہن کمیشن رپورٹ پر بورڈ کا پریس بیان

☆ نئی دہلی: ۴؍جنوری ۲۰۱۰ء

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے حکومت ہند سے مطالبہ کیا ہے کہ بابری مسجد کے انہدام کے جرم کے ارتکاب پر جو فوجداری کیسیس رائے بریلی اور لکھنؤ کی خصوصی عدالتوں میں ہیں ان میں سازش مجرمانہ کی دفعہ لگائی جائے کیونکہ جسٹس لبراہن کمیشن نے اپنی چھان بین میں سازش کا پتہ چلایا ہے۔ بورڈ کے جنرل سکریٹری مولانا سید نظام الدین صاحب نے وزیراعظم جناب منموہن سنگھ سے ایک خط میں یہ مطالبہ لکھنؤ میں منعقدہ بورڈ کے اجلاس کے حوالے سے کیا جس میں جسٹس لبراہن کمیشن کی رپورٹ زیرغور آئی تھی۔ یہاں اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ سی۔بی۔آئی نے تفتیش کے بعد ان دونوں کیسیس میں مشترکہ چارج شیٹ داخل کی تھی جس میں سازش مجرمانہ کی دفعہ موجود تھی۔ جب یہ چارج شیٹ دو عدالتوں کے درمیان تقسیم کی گئی تو اس وقت یہ دفعہ دونوں چارج شیٹس سے نکال دی گئی۔ یہ بات بھی بڑے افسوس کی ہے کہ حکومت ہند اور اس کے ادارے سی۔بی۔آئی کی جانب سے ان فوجداری کیسیس کی شنوائی تیزی سے آگے نہیں بڑھائی جارہی ہے، رائے بریلی کے کیس میں، جس میں مسٹر لال کرشن اڈوانی، مرلی منوہر جوشی، اوما بھارتی اور ونئے کٹیار جیسے ملزمان شامل ہیں، کارروائی انتہائی سست رفتاری کے ساتھ چل رہی ہے اب تک صرف چند گواہوں کے بیانات کروائے گئے ہیں، لکھنؤ کے کیس کی شنوائی اب تک شروع نہیں ہوئی حالانکہ ہائی کورٹ سے حکم التواء کو بآسانی ہٹا کر سماعت شروع کروائی جاسکتی ہے۔ اس صورتحال کے پیش نظر جہاں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے سازش کے

بارے میں وہ شہادتیں جو سی۔ بی۔ آئی نے جمع کی تھیں اور جو جسٹس لبراہن کمیشن کے ریکارڈ میں موجود ہے اس کو ان دونوں کیسیس میں شامل کرنے کا مطالبہ کیا ہے وہیں یہ مطالبہ بھی حکومت ہند سے کیا ہے کہ سی۔ بی۔ آئی رائے بریلی کیس کی شنوائی روزآنہ کروائے اور حکم التواء ہٹوا کر لکھنؤ میں سماعت شروع کروانے کی ہدایت حکومت جاری کرے۔ جنرل سکریٹری مولانا سید نظام الدین صاحب نے وزیر اعظم کے نام اپنے مکتوب میں اس طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ جسٹس لبراہن نے جن (۶۸) اشخاص کو بابری مسجد کے انہدام کے لئے ذمہ دار قرار دیا ہے ان میں کئی ان کیسیس میں ملزم نہیں بنائے گئے ہیں۔ اس لئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے حکومت ہند سے مطالبہ کیا ہے کہ جن کو ملزم نہیں بنایا گیا ہے، ان کے خلاف موزوں ایف۔ آئی۔ آر درج کروائی جائے اور اس کی تفتیش سی۔ بی۔ آئی کے حوالے کی جائے کہ وہ تیزی سے اس کام کو مکمل کر کے خاطیوں کو قانون کے حوالے کرے۔ بابری مسجد کے تعلق سے اس کی ملکیت کا مقدمہ بڑی اہمیت کا حامل ہے، یہ مقدمہ الہ آباد ہائی کورٹ کی لکھنؤ بنچ پر چل رہا ہے اس میں شہادتیں اور دستاویزات پیش کرنے کی کارروائی کے مکمل ہونے کے بعد اکثر فریقوں کی جانب سے بحث بھی ہو چکی ہے صرف چند فریقوں کی بحث باقی تھی کہ اس عدالت کے سینئر جج، جسٹس رفعت عالم صاحب کا تبادلہ بحیثیت چیف جسٹس مدھیہ پردیش کر دیا گیا جس کی وجہ سے کارروائی رکی ہوئی ہے، ان کی جگہ جس جج کا تقرر کیا جائے گا وہ شہادت اور دستاویزات کی اسٹڈی کے بعد تمام فریقوں کی بحث سنے گا اور بحث کی کارروائی از سر نو شروع ہوگی جس سے اس مقدمہ کا فیصلہ آنے میں تاخیر ہوگی۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے حکومت ہند سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اس کی سماعت روزآنہ کروائے اور کوئی ایسا قدم نہ اٹھائے جس سے اس سماعت کی رفتار متاثر ہو اور اس میں رکاوٹ پیدا ہو۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری مولانا سید نظام الدین صاحب نے بابری مسجد کے معاملہ پر ایسے ہی خطوط مرکزی وزیر داخلہ مسٹر پی۔ چدمبرم اور مرکزی وزیر قانون مسٹر ویرپا موئیلی کو روانہ کئے ہیں۔

(۱۰) وفیات:

(۱) بورڈ کے بیسویں اجلاس عام کلکتہ سے اکیسویں اجلاس عام لکھنؤ تک آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اپنے اہم ارکان میں سے

(۱) محترم جناب عبدالغنی محتشم صاحب جو رکن عاملہ تھے، مرحوم قوم کے بڑے خیر خواہ تھے، ملت کی فلاح و بہبود کی خاطر ہر طرح کے تعاون اور قربانی کے لئے پیش پیش رہتے تھے، کئی اداروں سے ذمہ دارانہ طور پر وابستہ تھے۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی مجلس شوریٰ کے ایک اہم رکن تھے۔ تجارت آپ کا پیشہ تھا لیکن دل ملت کی فلاح و بہبود کی خاطر وقف تھا۔

(۲) بورڈ کے اہم رکن اساسی، وقف دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے جانشین حضرت مولانا انظر شاہ کشمیری مسعودی صاحب کا انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال سے ایک طرف وقف دارالعلوم دیوبند کے لئے نا قابل تلافی نقصان ہے تو دوسری طرف پوری ملت اسلامیہ ہند یہ بالخصوص آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا ایک نا قابل تلافی نقصان ہوا ہے۔

(۳) بورڈ کے اہم بنیادی رکن، ایک نڈر اور بے باک رہنما اور قائد، قومی و ملکی مفادات کو ہمیشہ مقدم رکھنے والے، حق بات کہنے میں کبھی پیچھے نہیں ہٹنے والے، جناب غلام محمود بنات والا صاحب جن کی ان ہی خوبیوں کی وجہ سے دوست اور دشمن سب ان کے قدرداں تھے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے قیام کے دن سے ہی اس کے سرگرم و فعال رکن تھے۔ بورڈ کے پلیٹ فارم سے لے پالک کا مسئلہ، ایمرجنسی، یونیفارم سول کوڈ، لازمی نسبندی، شاہ بانو مقدمہ، نکاح نابالغان جیسے مسائل پر پوری دلچسپی لی اور الحمد للہ ان مسائل پر بورڈ کی کامیابی میں مرحوم بنات والا صاحب کا بڑا بنیادی اور اہم رول رہا ہے۔ بلاشبہ مرحوم بے شمار خوبیوں کے مالک تھے، اپنی پوری زندگی انہوں نے قوم و ملت کی فلاح و بہبود کے لئے وقف کر دی تھی، ملت اسلامیہ کو ان کی جدائیگی کا غم بھی سہنا پڑا۔

(۴) بورڈ کے اہم بنیادی رکن، ملک کے مشہور و معروف، جرأت مند، بے باک و نڈر سیاستداں، قوم و ملت کی فلاح و بہبود کی خاطر ہمہ وقت سرگرم رہنے والے اور شروع دن سے ہی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے

کارواں میں شریک محترم جناب سید سلطان صلاح الدین اویسی صاحب قائد مجلس اتحاد المسلمین آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے قیام کے دن سے ہی اس کے سرگرم و فعال رکن تھے۔ بورڈ کے پلیٹ فارم سے لے پالک کا مسئلہ، ایمرجنسی، یونیفارم سول کوڈ، لازمی نسبندی، شاہ بانو مقدمہ، نکاح نابالغان جیسے مسائل پر پوری دلچسپی لی اور الحمد للہ ان مسائل پر بورڈ کی کامیابی میں مرحوم بنات والا صاحب کا بڑا بنیادی اور اہم رول رہا ہے۔ بلا شبہ مرحوم بے شمار خوبیوں کے مالک تھے، اپنی پوری زندگی انہوں نے قوم وملت کی فلاح و بہبود کے لئے وقف کردی تھی جو ۳۰ر ستمبر ۲۰۰۸ کو مالک حقیقی سے جاملے۔

(۵) بورڈ کے رکن اور ملت کے بڑے ہمدرد و خیر خواہ نیز کلکتہ کی معروف شخصیت الحاج محمد منظور علی صاحب، (۶) مشہور قانون داں اور بورڈ کے رکن اساسی محترم جناب منظور عالم ایڈوکیٹ صاحب جے پور راجستھان (۷) بورڈ کے رکن مولانا مفتی امتیاز احمد صاحب دار القرآن سرخیز روڈ احمد آباد گجرات (۸) بورڈ کے رکن مولانا عبد اللطیف صاحب آسام، (۹) رکن بورڈ جناب مولانا عبد الحنان صاحب، بانی و ناظم جامعہ اسلامیہ قاسمیہ بالا ساتھ سیتامڑھی، بہار، (۱۰) بورڈ کے اہم و معزز رکن تاسیسی جناب ڈاکٹر سید عبد المنان صاحب، حیدر آباد (۱۱) رکن میقاتی بورڈ اور مسلم لیگ کیرالا کے صدر جناب محمد علی شہاب تھنگل صاحب کیرالا، (۱۲) مولانا اخلاق حسین قاسمی صاحب رکن بورڈ دہلی (۱۳) مفتی عبد القدوس رومی صاحب آگرہ، (۱۴) مولانا ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری صاحب، بنارس (۱۵) مفتی جمال الدین صاحب، الور، راجستھان کا انتقال ہوگیا۔ **اور** (۱۶) حضرت مولانا حمید الدین عاقل حسامی صاحب امیر شریعت آندھرا پردیش و بانی دار العلوم حیدر آباد طویل علالت کے بعد ۱۲ر مارچ ۲۰۱۰ صبح سوا چار بجے رفیق اعلی سے جاملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون حضرت مولانا آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے کارواں میں شروع دن سے عملی طور پر شریک تھے اور آپ اس بورڈ کے رکن تاسیسی ورکن عاملہ تھے، آپ کی زندگی کا سب سے اہم کارنامہ دار العلوم حیدر آباد کا قیام ہے۔ آپ نے ہر آن قوم وملت کی خدمت کو اپنا مقصد بنائے رکھا، ہر مشکل وقت میں امت کی رہبری فرمائی، آپ کی خدمات ملک وملت کے لیے ہمیشہ بے لوث رہیں، ذاتی مفادات پر ہمیشہ ملت کے مفادات کو مقدم رکھا، یہی وجہ ہے کہ آج بلا تفریق مذہب وملت ہر شخص و ہر طبقہ آپ کی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور عوام و خواص سب میں یکساں مقبولیت حاصل ہے، تعلیمی تربیت، اصلاح وتصوف، وعظ و نصیحت اور تزکیہ کے حوالے سے بھی آپ کی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اور انشاء اللہ او پر والے کی ذات سے یہی امید ہے کہ آپ کی خدمات آخرت کے لیے زاد راہ ثابت ہونگی، اللہ آپ کی مغفرت فرمائے، آپ کے درجات بلند فرمائے۔

اس کے علاوہ غیر ارکان میں سے اس دوران صدر بورڈ محترم کے بھتیجہ مولانا سید حسین حسنی صاحب مقیم حال دہلی، رکن بورڈ پیر جی حافظ حسین احمد صاحب بوڑیہ ہریانہ کے بہنوئی، مدرسہ شمس العلوم شاہدرہ کے بانی و مہتمم مولانا زبیر احمد جامعی صاحب، رکن بورڈ جناب مولانا بدر الدین اجمل قاسمی صاحب کے والد محترم جناب الحاج محمد اجمل علی صاحب آسام، رکن بورڈ مولانا محمد الیاس محی الدین بھٹکلی ندوی صاحب کے والد محترم جناب محی الدین صاحب، مولانا فضیل احمد قاسمی صاحب جنرل سکریٹری مرکزی جمعیۃ العلماء دہلی، رکن بورڈ علامہ عقیل الغروی صاحب (دہلی) کے والد محترم، رکن بورڈ جناب محمد ادیب صاحب، ایم پی (دہلی) کی والدۂ محترمہ، ملک کے ممتاز و بزرگ عالم دین حضرت مولانا ابومحفوظ الکریم معصومی صاحب کلکتہ جو بورڈ کے بیسویں اجلاس کلکتہ کے سرپرست تھے، شاہی جامع مسجد دہلی کے سابق امام وخطیب مولانا سید عبد اللہ بخاری صاحب (دہلی)، مولانا حبیب ریحان خان ازہری ندوی بھوپالی صاحب (بھوپال)، مولانا حکیم عزیز الرحمٰن صاحب (برادر اکبر ڈاکٹر مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی صاحب مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)، سابق رکن بورڈ جناب امین الحسن رضوی صاحبؒ کے بھائی جناب منظور الحسن رضوی صاحب، بورڈ کے نائب صدر اور سابق امیر جماعت اسلامی ہند مولانا محمد سراج الحسن صاحب رائچور کی اہلیہ محترمہ، رکن بورڈ مولانا قاری محمد عثمان منصور پوری صاحب کی والدہ محترمہ، بورڈ کے نائب صدر اور وقف دار العلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب کی اہلیہ محترمہ اور دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحب اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔ اللہ تعالی ان تمام مرحومین و مرحومات کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے، آمین۔

بورڈ میں زیر بحث آئے اہم موضوعات پر ایک نظر

(تاریخ مجالس عاملہ کی روشنی میں)

ترتیب وپیشکش: محمد وقارالدین لطیفی ندوی

اصلاح معاشرہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنی مجلس عاملہ کے اجلاسوں میں اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں کسی بھی ناحیہ سے غور کیا، یا کچھ کرنے کا فیصلہ کیا، یا کنوینر نے اپنی رپورٹ پیش کی، یا علاقائی کنوینروں کی نامزدگی، یا باقاعدہ مرکزی کمیٹی کی تشکیل، یا اس کے ہمہ جہت پہلوؤں میں سے کسی بھی پہلو پر بورڈ نے غور کیا ہے یا کوئی لائحہ عمل طے کیا، الغرض اس سلسلہ میں جو بھی کوششیں کی گئیں وہ سب درج ذیل تاریخی اشاریہ میں محفوظ ومذکور ہے۔

تاریخ	مقام	تاریخ	مقام
۱۰/جولائی ۱۹۷۷ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی	۶،۷/مئی ۱۹۷۸ء	مسلم مسافر خانہ چارباغ لکھنؤ
۲۰/نومبر ۱۹۸۰ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی	یکم تا ۴/دسمبر ۱۹۸۵ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی
۲۳/فروری ۱۹۸۶ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی	۱۳/جولائی ۱۹۸۶ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی
۴/مارچ ۱۹۸۹ء	حلیم مسلم ڈگری کالج کانپور	۱۴/ستمبر ۱۹۹۱ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی
۲۴/نومبر ۱۹۹۱ء	انصاری آڈیٹوریم جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی	۱۱/اگست ۱۹۹۲ء	گلمرگ ہوٹل امین آباد لکھنؤ
۱۵/مئی ۱۹۹۳ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	۹،۱۰/اکتوبر ۱۹۹۳ء	جامعہ ہدایت جے پور راجستھان
۳۰/نومبر ۱۹۹۴ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی	۶/اکتوبر ۱۹۹۵ء	الفضل احمد نگر، گجرات
۱۶/جنوری ۱۹۹۶ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	۷/جولائی ۱۹۹۶ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی
۲۸/مارچ ۱۹۹۷ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی	۲۳/نومبر ۱۹۹۷ء	سلیمانیہ ہال دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۲۵/اپریل ۱۹۹۸ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی	۲۰/ستمبر ۱۹۹۸ء	سلیمانیہ ہال دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۹/دسمبر ۱۹۹۸ء	عارف ہوٹل شاہ نجف روڈ لکھنؤ	۲۸/مئی ۲۰۰۰ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی
۲۷/اکتوبر ۲۰۰۰ء	دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور	۱۸/اگست ۲۰۰۱ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی
۲۲/ستمبر ۲۰۰۲ء	سلیمانیہ ہال دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	۵،۶/اپریل ۲۰۰۳ء	سلیمانیہ ہال دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۸/اکتوبر ۲۰۰۳ء	امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ	۴/جولائی ۲۰۰۴ء	ڈربی ہال کانپور
۲۹/اپریل ۲۰۰۵ء	دارالعلوم تاج المساجد بھوپال	۲۸/اگست ۲۰۰۵ء	مرکزی دفتر بورڈ دہلی
۲۶/نومبر ۲۰۰۶ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی	۲۲/اپریل ۲۰۰۷ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی
۱۴/جولائی ۲۰۰۷ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی	۲۹/فروری ۲۰۰۸ء	جمنا بینکٹ ہال کلکتہ
۶/جولائی ۲۰۰۸ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی	۷/فروری ۲۰۰۹ء	جامعہ اسلامیہ بھٹکل کاروار کرناٹک
۱۲/جولائی ۲۰۰۹ء	مالا بار ہوٹل، کالی کٹ (کوزی کوڈ) کیرالا	۲۰/دسمبر ۲۰۰۹ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

دارالقضا کا قیام

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنی مجلس عاملہ کے اجلاسوں میں دارالقضا کے سلسلہ میں کسی بھی پہلو سے غور کیا تحریک دارالقضا کو وسعت دینے، نظام قضا کو قائم کرنے یا اس سلسلہ میں اقدامات کا فیصلہ کیا، یا کنویز نے اپنی رپورٹ پیش کی، یا اس کے مختلف پہلوؤں میں سے کسی بھی پہلو پر غور کیا، یا کوئی لائحہ عمل طے کیا، الغرض دارالقضا کے سلسلہ میں جتنی بھی کوششیں ہوئیں وہ سب ذیل کی تاریخوں میں محفوظ ہیں۔ اور وہاں ان کی تفصیل ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

۲۰/اگست ۱۹۹۰ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	۱۱/اگست ۱۹۹۲ء	گلمرگ ہوٹل امین آباد لکھنؤ
۹/۱۰/اکتوبر ۱۹۹۳ء	جامعہ ہدایت جے پور راجستھان	۶/اکتوبر ۱۹۹۵ء	الفضل احمد نگر، گجرات
۱۶/جنوری ۱۹۹۶ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	۲۸/مارچ ۱۹۹۷ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی
۲۳/نومبر ۱۹۹۷ء	سلیمانیہ ہال دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	۲۵/اپریل ۱۹۹۸ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی
۱۸/جولائی ۱۹۹۹ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	۱۸/اگست ۲۰۰۱ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی
۲۲/ستمبر ۲۰۰۲ء	سلیمانیہ ہال دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	۵/۶/اپریل ۲۰۰۳ء	سلیمانیہ ہال دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۱۸/اکتوبر ۲۰۰۳ء	امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ	۴/جولائی ۲۰۰۴ء	ڈربی ہال کانپور
۲۹/اپریل ۲۰۰۵ء	دارالعلوم تاج المساجد بھوپال	۲۶/نومبر ۲۰۰۶ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی
۲۲/اپریل ۲۰۰۷ء	انڈیا اسلامک کلچرل سینٹر لودھی روڈ نئی دہلی	۲۵/نومبر ۲۰۰۷ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی
۶/جولائی ۲۰۰۸ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی	۷/فروری ۲۰۰۹ء	جامعہ اسلامیہ بھٹکل، کاروار، کرناٹک
۱۲/جولائی ۲۰۰۹ء	مالا بار ہوٹل، کالی کٹ (کوزی کوڈ) کیرالا	۲۰/دسمبر ۲۰۰۹ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بابری مسجد

آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ نے مجلس عاملہ کے اجلاسوں میں بابری مسجد کے سلسلہ میں کسی بھی پہلو سے غور کیا، اس کے اسباب شہادت یا اس کے حقیت مقدمہ یا ملکیت کے مقدمہ، یا مسجد کی جگہ کو بلیٹ پروف بنانے کا معاملہ، یا شنکر آچاریہ کے ذریعہ مصالحتی کوششوں کی تفصیل، یا قانونی طور پر دیگر پیش رفت وغیرہ، یا کنو نیز نے میٹنگوں میں اپنی رپورٹ پیش کی، یا بورڈ نے اس کے مختلف کیس کے کسی بھی پہلو پر غور کیا، یا کوئی لائحہ عمل طے کیا، الغرض بابری مسجد کے تعلق سے اب تک جو بھی کوششیں ہوئیں ان سب کی تفصیل ذیل کی تاریخوں میں محفوظ ہیں۔

۲۳ر فروری ۱۹۸۶ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی	۳ر دسمبر ۱۹۹۰ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی
۲۴ر نومبر ۱۹۹۱ء	انصاری آڈیٹوریم جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی	۱۱ر اگست ۱۹۹۲ء	گلمرگ ہوٹل امین آباد لکھنؤ
۹ر جنوری ۱۹۹۳ء	نیو ہورائزن اسکول بستی حضرت نظام الدین نئی دہلی	۱۵ر مئی ۱۹۹۳ء	دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۹/۱۰ر اکتوبر ۱۹۹۳ء	جامعہ ہدایت جے پور راجستھان	۵ر دسمبر ۱۹۹۳ء	گلف گیسٹ ہاؤس بستی حضرت نظام الدین نئی دہلی
یکم مئی ۱۹۹۴ء	دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	۳۰ر نومبر ۱۹۹۴ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی
۱۶ر جنوری ۱۹۹۶ء	دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	۷ر جولائی ۱۹۹۶ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی
۲۸ر مارچ ۱۹۹۷ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی	۲۳ر نومبر ۱۹۹۷ء	سلیمانیہ ہال دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۲۵ر اپریل ۱۹۹۸ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی	۹ر دسمبر ۱۹۹۸ء	عارف ہوٹل شاہ نجف روڈ لکھنؤ
۱۸ر جولائی ۱۹۹۹ء	دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	۲۱ر جنوری ۲۰۰۱ء	انڈیا انٹرنیشنل سینٹر لودھی اسٹریٹ نئی دہلی
۱۸ر اگست ۲۰۰۱ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی	۳ر نومبر ۲۰۰۱ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی
۱۰ر مارچ ۲۰۰۲ء	جامعہ ہمدرد نئی دہلی	۲۲ر ستمبر ۲۰۰۲ء	سلیمانیہ ہال دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۵/۶ر اپریل ۲۰۰۳ء	سلیمانیہ ہال دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	۶ر جولائی ۲۰۰۳ء	سلیمانیہ ہال دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۱۸ر اکتوبر ۲۰۰۳ء	امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ	۴ر جولائی ۲۰۰۴ء	ڈربی ہال کانپور
۲۵ر دسمبر ۲۰۰۴ء	دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	۲۹ر اپریل ۲۰۰۵ء	دار العلوم تاج المساجد بھوپال
۲۸ر اگست ۲۰۰۵ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی	۸ر مارچ ۲۰۰۶ء	دار العلوم سبیل الرشاد بنگلور
۲۳ر اپریل ۲۰۰۶ء	جامعہ ہمدرد یونیورسٹی نئی دہلی	۲۶ر نومبر ۲۰۰۶ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی
۲۲ر اپریل ۲۰۰۷ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی	۱۴ر جولائی ۲۰۰۷ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی

۲۵/نومبر ۲۰۰۷ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی		۲۹/فروری ۲۰۰۸ء	جمنا بینکٹ ہال کلکتہ
۶/جولائی ۲۰۰۸ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی		۷/فروری ۲۰۰۹ء	جامعہ اسلامیہ بھٹکل کاروار کرناٹک
۱۲/جولائی ۲۰۰۹ء	مالابار ہوٹل، کالی کٹ (کوزی کوڈ) کیرالا		۲۰/دسمبر ۲۰۰۹ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

لبراہن کمیشن (بابری مسجد)

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنی مجلس عاملہ کے اجلاسوں میں لبراہن کمیشن (بابری مسجد) کے سلسلہ میں کسی بھی پہلو سے غور کیا، یا کچھ کرنے کا فیصلہ کیا، یا کنوینر نے اپنی رپورٹ پیش کی، کمیشن کی کارروائی میں تاخیر، یا مجرمین کی کمیشن میں حاضری کا مسئلہ اوران کے بیانات درج کرانے کا مسئلہ یا جسٹس لبراہن کی پیش کردہ رپورٹ پرغور یااس کے کسی بھی پہلو پر بورڈ نے غور کیایا کوئی لائحہ عمل طے کیاان سب کا ذکر درج ذیل تاریخی اشاریہ میں محفوظ ہے۔

۲۰/ستمبر ۱۹۹۸ء	سلیمانیہ ہال دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ		۱۸/جولائی ۱۹۹۹ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۱۸/اگست ۲۰۰۱ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی		۲۵/دسمبر ۲۰۰۴ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۲۹/اپریل ۲۰۰۵ء	دارالعلوم تاج المساجد بھوپال		۷/فروری ۲۰۰۹ء	جامعہ اسلامیہ بھٹکل کاروار کرناٹک
۱۲/جولائی ۲۰۰۹ء	مالابار ہوٹل، کالی کٹ کیرالا		۲۰/دسمبر ۲۰۰۹ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بابری مسجد پر بورڈ کا شرعی موقف

جب جب مخالف طاقتوں نے بابری مسجد کی شہادت اوراس کے بارے میں کنفیوژ کرنے کی کوشش کی تب تب آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے بابری مسجد پر اپنا شرعی موقف کو پوری قوت کے ساتھ ظاہر کیااور باطل طاقتوں کومنہ کی کھانی پڑی جس کی تفصیل ذیل کی تاریخوں میں محفوظ ہے۔

۳/دسمبر ۱۹۹۰ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی		۱۱/اگست ۱۹۹۲ء	گلمرگ ہوٹل امین آباد لکھنؤ
۹/جنوری ۱۹۹۳ء	نیوہورائزن اسکول بستی حضرت نظام الدین نئی دہلی		۱۰/مارچ ۲۰۰۲ء	جامعہ ہمدرد نئی دہلی
۶/جولائی ۲۰۰۳ء	سلیمانیہ ہال دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ			

لازمی نکاح رجسٹریشن

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنی مجلس عاملہ کے اجلاسوں میں لازمی نکاح رجسٹریشن کے سلسلہ میں کسی بھی پہلو سے غور کیا، یا کچھ کرنے کا فیصلہ کیا، یا کنوینر نے اپنی رپورٹ پیش کی یااس کے کسی بھی پہلو پر بورڈ نے غور کیا ہے یا کوئی لائحہ عمل طے کیاالغرض لازمی نکاح رجسٹریشن کے سلسلہ میں جوبھی کوششیں کیں وہ سب درج ذیل تاریخی اشاریہ میں محفوظ ومضمر ہیں۔

۶/دسمبر ۱۹۸۱ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی		۶/نومبر ۱۹۸۲ء	بچوں کا گھر دریا گنج، نئی دہلی

۱۹/اگست ۱۹۸۳ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی	۲۰/اگست ۱۹۹۰ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۲۵/نومبر ۲۰۰۷ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی	۲۹/فروری ۲۰۰۸ء	جمنا بینکٹ ہال کلکتہ
۶/جولائی ۲۰۰۸ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی	۷/فروری ۲۰۰۹ء	جامعہ اسلامیہ بھٹکل کاروار کرناٹک
۱۲/جولائی ۲۰۰۹ء	مالابار ہوٹل، کالی کٹ کیرالا	۲۰/دسمبر ۲۰۰۹ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

نفقہ مطلقہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنی مجلس عاملہ کے مختلف اجلاس میں نفقہ مطلقہ کے جن جن پہلوؤں، گوشوں پر غور کیا، عدالتوں کی طرف سے ہونے والے غلط فیصلوں کے تناظر میں جن اقدامات کا فیصلہ کیا، یا کچھ کرنے کا فیصلہ کیا یا کنوینز لیگل کمیٹی اس سلسلہ میں کوئی رہنمائی کی وغیرہ سب کی تفصیل درج ذیل تاریخی اشاریہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۴/۵/جولائی ۱۹۷۳ء	قیام گاہ جناب بشیر احمد صاحب ایڈوکیٹ الہ آباد	۱۱/اگست ۱۹۷۴ء	قیام گاہ جناب کرنل عبدالقیوم صاحب متصل موتی مسجد، بھوپال
۱۰/جولائی ۱۹۷۷ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی	۶/۷/مئی ۱۹۷۸ء	مسلم مسافر خانہ چار باغ لکھنؤ
۱۸/مارچ ۱۹۸۰ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی	۲۰/نومبر ۱۹۸۰ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی
۶/دسمبر ۱۹۸۱ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی	۶/نومبر ۱۹۸۲ء	بچوں کا گھر دریا گنج، نئی دہلی
۱۹/اگست ۱۹۸۳ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی	یکم مارچ ۱۹۸۴ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۱۴/مئی ۱۹۸۵ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی	یکم تا ۴/دسمبر ۱۹۸۵ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی
۲/فروری ۱۹۸۶ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی	۱۳/جولائی ۱۹۸۶ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی
۱۴/دسمبر ۱۹۸۶ء	صابو صدیق مسافر خانہ بمبئی	۲۵/اپریل ۱۹۸۷ء	جامعہ رحیمیہ درگاہ حضرت شاہ ولی اللہ نئی دہلی
۲۰/ستمبر ۱۹۸۷ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	۱۸/ستمبر ۱۹۸۸ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۲۰/اگست ۱۹۹۰ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	۲۳/نومبر ۱۹۹۷ء	سلیمانیہ ہال دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۱۸/جولائی ۱۹۹۹ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	۳/نومبر ۲۰۰۱ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی
۲۸/اگست ۲۰۰۵ء	مرکزی دفتر بورڈ دہلی	۲۲/اپریل ۲۰۰۷ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی
۲۰/دسمبر ۲۰۰۹ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ		

متبنیٰ بل

آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ نے اپنی مجلس عاملہ کے مختلف اجلاس میں متبنیٰ کے سلسلہ میں جن جن پہلوؤں، گوشوں پر غور کیا، عدالتوں کی طرف سے ہونے والے غلط فیصلوں اور حکومت کی طرف سے اس سلسلہ میں کوئی قانون کی تدوین کا ناپاک ارادہ یا کبھی کوئی عملی اقدام کی کوشش کی تو بورڈ نے ہمیشہ اس کے خلاف آواز اٹھائی اور حکومت کے سامنے اپنا موقف پیش کیا، یا کچھ کرنے کا فیصلہ کیا یا کنوینز لیگل کمیٹی نے اس سلسلہ میں کوئی رہنمائی وغیرہ کی سب کی تفصیل درج ذیل تاریخی اشاریہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۴/۵/جولائی ۱۹۷۳ء	قیام گاہ جناب بشیر احمد صاحب ایڈوکیٹ الہ آباد	۱۱/اگست ۱۹۷۴ء	قیام گاہ جناب کرنل عبدالقیوم صاحب متصل موتی مسجد، بھوپال
۱۰/جولائی ۱۹۷۷ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی	۶/۷/مئی ۱۹۷۸ء	مسلم مسافر خانہ چارباغ لکھنؤ
۱۸/مارچ ۱۹۸۰ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی	۱۹/اگست ۱۹۸۳ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی
۱۶/جنوری ۱۹۹۶ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	۲۶/نومبر ۲۰۰۶ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی
۲۲/اپریل ۲۰۰۷ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی	۱۴/جولائی ۲۰۰۷ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی
۲۹/فروری ۲۰۰۸ء	جمنا بینکٹ ہال کلکتہ	۷/فروری ۲۰۰۹ء	جامعہ اسلامیہ بھٹکل کاروار کرناٹک
۱۲/جولائی ۲۰۰۹ء	مالابار ہوٹل، کالی کٹ کیرالا	۲۰/دسمبر ۲۰۰۹ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

یونیفارم سول کوڈ

آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ نے اپنی مجلس عاملہ کے مختلف اجلاس میں یونیفارم سول کوڈ کے سلسلہ میں جن جن پہلوؤں، گوشوں پر غور کیا، عدالتوں کی طرف سے ہونے والے غلط فیصلوں اور حکومت کی طرف سے اس سلسلہ میں کوئی قانون کی تدوین کا ناپاک ارادہ یا کبھی کوئی عملی اقدام کی کوشش کی تو بورڈ نے ہمیشہ اس کے خلاف آواز اٹھائی اور حکومت کے سامنے اپنا موقف پیش کیا، یا کچھ کرنے کا فیصلہ کیا یا کنوینز لیگل کمیٹی نے اس سلسلہ میں کوئی رہنمائی وغیرہ کی سب کی تفصیل درج ذیل تاریخی اشاریہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۷/۱۸/اپریل ۱۹۷۶ء	مسجد درگاہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مہندیان نئی دہلی	۱۸/مارچ ۱۹۸۰ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی
۱۴/مئی ۱۹۸۵ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی	۴/نومبر ۱۹۸۶ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی
۱۴/دسمبر ۱۹۸۶ء	صابوصدیق مسافر خانہ بمبئی	یکم مارچ ۱۹۸۷ء	جامعہ رحیمیہ میر درد روڈ نئی دہلی
۲۵/اپریل ۱۹۸۷ء	جامعہ رحیمیہ درگاہ حضرت شاہ ولی اللہ نئی دہلی	۲۰/اگست ۱۹۹۰ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۸/مئی ۱۹۹۱ء	دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ		۱۸/جون ۱۹۹۵ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی
۶/اکتوبر ۱۹۹۵ء	الفضل احمد نگر، گجرات		۲۵/اپریل ۱۹۹۸ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی

جبری نس بندی

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنی مجلس عاملہ کے اجلاسوں میں جبری نس بندی کے سلسلہ میں کسی بھی پہلو غور کیا، یا کچھ کرنے کا فیصلہ کیا، یا حکومت نے کوئی ایسی اسکیم نافذ کرنے کی کوشش کی، یا اس کے سلسلہ میں کبھی کوئی قانون کی تدوین کا ناپاک ارادہ یا کبھی کوئی عملی اقدام کی کوشش کی تو بورڈ نے ہمیشہ اس کے خلاف آواز اٹھائی اور حکومت کے سامنے اپنا جو موقف پیش کیا،، یا اس کے کسی بھی پہلو پر بورڈ نے غور کیا، یا اس سلسلہ میں کوئی لائحہ عمل طے کیا، یا لیگل سیل کمیٹی کے کنوینر نے اپنی رپورٹ پیش کیا، الغرض جبری نس بندی کے سلسلہ میں جو بھی کوششیں کیں وہ سب درج ذیل تاریخی اشاریہ میں محفوظ و مذکور ہیں۔

۱۷/۱۸/اپریل ۱۹۷۶ء	مسجد درگاہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مہندیان نئی دہلی		۱۰/جولائی ۱۹۷۷ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی

مجموعہ قوانین اسلامی

مجموعہ قوانین اسلامی کی تیاری کا کیا پس منظر ہے، اس کی تیاری کن حالات میں ہوئی اس کی خواندگی اور انگریزی ترجمہ وطباعت، اس کے بعد مسلک شوافعی، اہل حدیث اور فقہ جعفری کے مسائل کی شمولیت وغیرہ جیسے اہم امور پر تبادلہ خیال اور اس سلسلہ میں کمیٹی کی تشکیل اور اس کی رپورٹ وغیرہ۔ الغرض مجموعہ قوانین اسلامی کے سلسلہ میں جو بھی کوششیں اب تک ہوئیں ان سب کی تفصیل درج ذیل تاریخی اشاریہ میں محفوظ و مذکور ہیں۔

۱۳/جولائی ۱۹۸۶ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی		۲۴/نومبر ۱۹۹۱ء	انصاری آڈیٹوریم جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی
۱۱/اگست ۱۹۹۲ء	گلمرگ ہوٹل امین آباد لکھنؤ		۱۵/مئی ۱۹۹۳ء	دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۳۰/نومبر ۱۹۹۴ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی		۱۸/جون ۱۹۹۵ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی
۱۶/جنوری ۱۹۹۶ء	دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ		۷/جولائی ۱۹۹۶ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی
۲۸/مارچ ۱۹۹۷ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی		۲۳/نومبر ۱۹۹۷ء	سلیمانیہ ہال دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۲۵/اپریل ۱۹۹۸ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی		۹/دسمبر ۱۹۹۸ء	عارف ہوٹل شاہ نجف روڈ لکھنؤ
۱۸/جولائی ۱۹۹۹ء	دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ		۱۸/اگست ۲۰۰۱ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی
۲۲/اپریل ۲۰۰۷ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی		۶/جولائی ۲۰۰۸ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی
۷/فروری ۲۰۰۹ء	جامعہ اسلامیہ بھٹکل کاروار کرناٹک		۱۲/جولائی ۲۰۰۹ء	مالا بار ہوٹل، کالی کٹ کیرالا
۲۰/دسمبر ۲۰۰۹ء	دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ			

مدارس

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنی مجلس عاملہ کے مختلف اجلاس میں دینی مدارس کے سلسلہ میں جن جن پہلوؤں، گوشوں پر غور کیا، حکومت کی طرف سے اس سلسلہ میں کوئی قانون کی تدوین یا کسی بورڈ کے تحت شمولیت کا ناپاک ارادہ یا کبھی کوئی عملی اقدام کی کوشش کی، بورڈ نے ہمیشہ اس کے خلاف آواز اٹھائی اور حکومت کے سامنے اپنا موقف پیش کیا اور اس سلسلہ میں کچھ کرنے کا فیصلہ کیا یا کنوینر کمیٹی نے اس سلسلہ میں کوئی رہنمائی وغیرہ کی سب کی تفصیل درج ذیل تاریخی اشاریہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۰رنومبر ۱۹۹۴ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی		۲۸رمئی ۲۰۰۰ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی
۱۸راگست ۲۰۰۱ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی		۲۲رستمبر ۲۰۰۲ء	سلیمانیہ ہال دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۶/۵راپریل ۲۰۰۳ء	سلیمانیہ ہال دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ		۱۸راکتوبر ۲۰۰۳ء	امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ
۲۶رنومبر ۲۰۰۶ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی		۲۲راپریل ۲۰۰۷ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی
۲۹رفروری ۲۰۰۸ء	جمنا بینکٹ ہال کلکتہ		۷رفروری ۲۰۰۹ء	جامعہ اسلامیہ بھٹکل کاروار کرناٹک
۱۲رجولائی ۲۰۰۹ء	مالا بار ہوٹل، کالی کٹ کیرالا		۲۰ردسمبر ۲۰۰۹ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو

ہم جنسی

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنی مجلس عاملہ کے مختلف اجلاس میں ہم جنسی کے سلسلہ میں جن جن پہلوؤں، گوشوں پر غور کیا، یا کوئی عملی اقدام کیا، اور اس کے خلاف آواز اٹھائی نیز حکومت کے سامنے اپنا موقف پیش کیا اور اس سلسلہ میں عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا، کنوینر کمیٹی نے اس سلسلہ میں کوئی رہنمائی وغیرہ کی سب کی تفصیل درج ذیل تاریخی اشاریہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۲رجولائی ۲۰۰۹ء	مالا بار ہوٹل، کالی کٹ (کوزی کوڈ) کیرالا			

داڑھی

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنی مجلس عاملہ کے مختلف اجلاس میں داڑھی کے مسئلہ پر اور حالیہ دنوں میں سپریم کورٹ کے جج جسٹس کاٹجو کے ذریعہ داڑھی کے سلسلہ غلط ریمارک پر بورڈ نے کیا عملی اقدام کیا، اور اس کے خلاف کس طرح آواز اٹھائی نیز اس سلسلہ میں حکومت کے سامنے اپنا موقف پیش کیا ان سب کی تفصیل درج ذیل تاریخی اشاریہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۷رفروری ۲۰۰۹ء	جامعہ اسلامیہ بھٹکل کاروار کرناٹک		۱۲رجولائی ۲۰۰۹ء	مالا بار ہوٹل، کالی کٹ کیرالا

یوپی خاتمہ زمینداری

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنی مجلس عاملہ کے اجلاسوں میں یوپی خاتمہ زمینداری کے سلسلہ جب کبھی غور کیا، یا کچھ کرنے کا فیصلہ کیا، یا لیگل کمیٹی کے کنوینر نے اس سلسلہ میں اپنی رپورٹ پیش کی، یا بورڈ اس کے لئے کوئی لائحہ عمل طے کیا الغرض یوپی خاتمہ زمینداری کے سلسلہ میں جو بھی کوششیں کیں وہ سب درج ذیل تاریخی اشاریہ میں محفوظ ومضمر ہیں۔

۶ر دسمبر ۱۹۸۱ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی		۶ر نومبر ۱۹۸۲ء	بچوں کا گھر دریا گنج، نئی دہلی
۱۹ر اگست ۱۹۸۳ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی		۲۸ر مئی ۲۰۰۰ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی
۴ر جولائی ۲۰۰۴ء	ڈربی ہال کانپور		۲۹ر اپریل ۲۰۰۵ء	دارالعلوم تاج المساجد بھوپال
۲۸ر اگست ۲۰۰۵ء	مرکزی دفتر بورڈ دہلی		۷ر فروری ۲۰۰۹ء	جامعہ اسلامیہ بھٹکل کاروار کرناٹک

نکاح نامہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنی مجلس عاملہ کے اجلاسوں میں نکاح نامہ کی تیاری کے سلسلہ میں جب کبھی غور کیا، یا کچھ کرنے کا فیصلہ کیا، یا کمیٹی کے کنوینر نے اس سلسلہ میں اپنی رپورٹ پیش کی، الغرض نکاح نامہ کے سلسلہ میں جو بھی کوششیں کیں وہ سب درج ذیل تاریخی اشاریہ میں محفوظ ہیں اور وہاں ان کی تفصیل ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

یکم مارچ ۱۹۸۷ء	جامعہ رحیمیہ میر درد روڈ نئی دہلی		۴ر مارچ ۱۹۸۹ء	حلیم مسلم ڈگری کالج کانپور
۲۷ر اکتوبر ۲۰۰۰ء	دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور		۲۲ر ستمبر ۲۰۰۲ء	سلیمانیہ ہال دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۶/۵ر اپریل ۲۰۰۳ء	سلیمانیہ ہال دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ		۲۵ر دسمبر ۲۰۰۴ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۶ر جولائی ۲۰۰۸ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی			

اوقاف

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنی مجلس عاملہ کے مختلف اجلاس میں وقف اور قانون وقف کے سلسلہ میں جن جن پہلوؤں، گوشوں پر غور کیا پارلیمنٹ کے ذریعہ نئے قانون کی تدوین یا حکومت کی طرف سے اس سلسلہ میں کسی کمیٹی کے ذریعہ حکومت نے کبھی کوئی غلط عملی اقدام کی کوشش کی تو بورڈ نے ہمیشہ اس کے خلاف آواز اٹھائی اور حکومت کے سامنے اپنا موقف پیش کیا، یا کنوینر لیگل کمیٹی نے اس سلسلہ میں کوئی رہنمائی وغیرہ کی سب کی تفصیل درج ذیل تاریخی اشاریہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۰ر نومبر ۱۹۷۵ء	مہاراشٹر کالج بلاسٹی روڈ بمبئی		۱۷ر دسمبر ۱۹۷۸ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی

۱۸/مارچ ۱۹۸۰ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی	۲۰/نومبر ۱۹۸۰ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی
۶/دسمبر ۱۹۸۱ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی	۶/نومبر ۱۹۸۲ء	بچوں کا گھر دریا گنج، نئی دہلی
۱۹/اگست ۱۹۸۳ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی	۲۴/اگست ۱۹۸۴ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی
۱۴/مئی ۱۹۸۵ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی	۲۵/اپریل ۱۹۸۷ء	جامعہ رحیمیہ درگاہ حضرت شاہ ولی اللہ نئی دہلی
۱۶/اپریل ۱۹۸۸ء	جامعہ رحیمیہ میر درد روڈ نئی دہلی	۱۴/ستمبر ۱۹۹۱ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی
۱۱/اگست ۱۹۹۲ء	گلمرگ ہوٹل امین آباد لکھنؤ	۹/جنوری ۱۹۹۳ء	نیو ہورائزن اسکول بستی حضرت نظام الدین نئی دہلی
۹،۱۰/اکتوبر ۱۹۹۳ء	جامعہ ہدایت، جے پور، راجستھان	۷/جولائی ۱۹۹۶ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی
۲۸/مارچ ۱۹۹۷ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی	۲۳/نومبر ۱۹۹۷ء	سلیمانیہ ہال دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۲۰/ستمبر ۱۹۹۸ء	سلیمانیہ ہال دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	۱۸/جولائی ۱۹۹۹ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۲۲/اپریل ۲۰۰۷ء	انڈیا اسلامک کلچرل سینٹر لودھی روڈ نئی دہلی	۱۴/جولائی ۲۰۰۷ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی
۶/جولائی ۲۰۰۸ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی	۷/فروری ۲۰۰۹ء	جامعہ اسلامیہ بھٹکل، کاروار، کرناٹک
۱۲/جولائی ۲۰۰۹ء	مالابار ہوٹل، کالی کٹ کیرالا		

تحفظ شریعت (شریعت بیداری مہم)

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنی مجلس عاملہ کے اجلاسوں میں تحفظ شریعت (شریعت بیداری مہم) کے سلسلہ میں جب کبھی کسی پہلو سے غور کیا، یا اس سلسلہ میں عملی اقدام کا فیصلہ کیا، یا اس کے ہمہ جہت پہلوؤں میں سے کسی بھی پہلو پر بورڈ نے کبھی غور کیا یا کوئی لائحہ عمل طے کیا، الغرض تحفظ شریعت (شریعت بیداری مہم) کے سلسلہ میں بورڈ نے جو بھی کوششیں کیں وہ سب درج ذیل تاریخی اشاریہ میں محفوظ مذکور ہیں۔

۲۳/فروری ۱۹۷۵ء	ہوٹل ہندوستان گاندھی نگر، بنگلور، کرناٹک	۱۸/مارچ ۱۹۸۰ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی
۱۴/مئی ۱۹۸۵ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی	۱۸/اگست ۱۹۸۵ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی
۲/فروری ۱۹۸۶ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی	۴/نومبر ۱۹۸۶ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی
۱۴/دسمبر ۱۹۸۶ء	صابو صدیق مسافر خانہ بمبئی	۲۵/اپریل ۱۹۹۸ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی
۲۰/ستمبر ۱۹۹۸ء	سلیمانیہ ہال دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	۹/دسمبر ۱۹۹۸ء	عارف ہوٹل شاہ نجف روڈ لکھنؤ
۲۹/اپریل ۲۰۰۵ء	دارالعلوم تاج المساجد بھوپال	۲۸/اگست ۲۰۰۵ء	مرکزی دفتر بورڈ دہلی

مسلم خواتین

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنی مجلس عاملہ کے اجلاسوں میں مسلم خواتین کے سلسلہ میں کسی بھی پہلو سے غور کیا، یا اس سلسلہ میں کچھ کرنے کا فیصلہ کیا، یا اس کے ہمہ جہت پہلوؤں میں سے کسی بھی پہلو پر بورڈ نے غور کیا ہے یا کوئی لائحہ عمل طے کیا وہ سب درج ذیل تاریخی اشاریہ میں محفوظ ہے۔

۱۶/اپریل ۱۹۸۸ء	جامعہ رحیمیہ میر درد روڈ نئی دہلی		۱۸/ستمبر ۱۹۸۸ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۴/مارچ ۱۹۸۹ء	حلیم مسلم ڈگری کالج کانپور		۱۴/ستمبر ۱۹۹۱ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی
۷/جولائی ۱۹۹۶ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی		۲۸/اگست ۲۰۰۵ء	مرکزی دفتر بورڈ دہلی
۶/جولائی ۲۰۰۸ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی			

محمڈن لا کا جائزہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنی مجلس عاملہ کے اجلاسوں میں رائج و نافذ محمڈن لا کے جائزہ کی ضرورت محسوس کی، یا اس سلسلہ میں عملی اقدام کا فیصلہ کیا، یا لیگل کمیٹی کے کنوینر نے اپنی رپورٹ پیش کی، یا کوئی لائحہ عمل طے کیا، الغرض محمڈن لا کے جائزہ کے سلسلہ میں جو بھی کوششیں کیں وہ سب درج ذیل تاریخی اشاریہ میں محفوظ ہیں۔

۴/۵/جولائی ۱۹۷۳ء	قیام گاہ جناب بشیر احمد صاحب ایڈوکیٹ الہ آباد		۲۳/فروری ۱۹۷۵ء	ہوٹل ہندوستان گاندھی نگر، بنگلور، کرناٹک

دستور ہند کی دفعات پر غور

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنی مجلس عاملہ کے اجلاسوں میں دستور ہند کی دفعات کے کسی بھی پہلو پر غور کیا، یا اس کے ہمہ جہت پہلوؤں میں سے کسی بھی پہلو پر بورڈ نے غور کیا ہے یا اس سلسلہ میں کوئی لائحہ عمل طے کیا، الغرض دستور ہند کی دفعات پر غور کے سلسلہ میں جو بھی کوششیں کیں وہ سب درج ذیل تاریخی اشاریہ میں محفوظ ہیں۔

۶/۷/مئی ۱۹۷۸ء	مسلم مسافر خانہ چار باغ لکھنؤ		۱۷/دسمبر ۱۹۷۸ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی
۱۸/مارچ ۱۹۸۰ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی		۱۹/اگست ۱۹۸۳ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی
۱۴/مئی ۱۹۸۵ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی			

مساجد و مقابر کی حفاظت

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنی مجلس عاملہ کے اجلاسوں میں مساجد و مقابر کی حفاظت کے سلسلہ میں جب کبھی کسی پہلو سے غور کیا، یا اس سلسلہ میں عملی اقدام کا فیصلہ کیا، یا اس کے ہمہ جہت پہلوؤں میں سے کسی بھی پہلو پر بورڈ نے کبھی غور کیا یا کوئی لائحہ عمل طے کیا، الغرض مساجد و مقابر کی حفاظت کے سلسلہ میں جو بھی کوششیں کیں وہ سب درج ذیل تاریخی اشاریہ میں محفوظ ہیں۔

۱۷/دسمبر ۱۹۷۸ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی		۲۰/نومبر ۱۹۸۰ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی
۲۴/نومبر ۱۹۹۱ء	انصاری آڈیٹوریم جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی		۸/فروری ۲۰۰۰ء	سلیمانیہ ہال دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۲۸/مئی ۲۰۰۰ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی		۲۷/اکتوبر ۲۰۰۰ء	دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور
۲۵/اپریل ۲۰۰۲ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی			

قوانین (ایکٹ)

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنی مجلس عاملہ کے اجلاسوں میں ملکی قوانین کے سلسلہ میں جب کبھی کسی پہلو سے غور کیا، یا اس سلسلہ میں عملی اقدام کا فیصلہ کیا، یا اس کے ہمہ جہت پہلوؤں میں سے کسی بھی پہلو پر بورڈ نے کبھی غور کیا یا کبھی اس سلسلہ میں حکومت کے سربراہوں سے اس مسئلہ پر نمائندگی کی گئی، یا اس کے لئے کوئی لائحہ عمل طے کیا، الغرض! ملکی قوانین سلسلہ میں بورڈ نے جو بھی کوششیں کیں وہ سب درج ذیل تاریخی اشاریہ میں محفوظ ہیں۔

۴/۵/جولائی ۱۹۷۳ء	قیام گاہ جناب بشیر احمد صاحب ایڈوکیٹ الہ آباد		۱۰/اگست ۱۹۷۴ء	قیام گاہ جناب کرنل عبدالقیوم صاحب متصل موتی مسجد، بھوپال
۳۰/نومبر ۱۹۷۵ء	مہاراشٹر کالج بلاسٹی روڈ بمبئی		۱۸/مارچ ۱۹۸۰ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی
۲۰/نومبر ۱۹۸۰ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی		۶/دسمبر ۱۹۸۱ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی
۶/نومبر ۱۹۸۲ء	بچوں کا گھر دریا گنج، نئی دہلی		۱۴/ستمبر ۱۹۹۱ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی
۱۱/اگست ۱۹۹۲ء	گلمرگ ہوٹل امین آباد لکھنؤ		۱۷/ستمبر ۱۹۹۵ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۲۲/اپریل ۲۰۰۷ء	انڈیا اسلامک کلچرل سینٹر لودھی روڈ نئی دہلی			

لیگل سیل

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنی مجلس عاملہ کے اجلاسوں میں لیگل سیل کے سلسلہ میں مذکورہ عناوین کے علاوہ کسی قانونی معاملے کے کسی بھی پہلو پر غور کیا، یا کنوینر نے اپنی رپورٹ پیش کی، یا اس کے ہمہ جہت پہلوؤں میں سے کسی بھی پہلو پر بورڈ نے غور کیا ہے یا کوئی لائحہ عمل طے کیا، الغرض لیگل سیل کے سلسلہ میں جو بھی کوششیں کیں وہ سب درج ذیل تاریخی اشاریہ میں محفوظ ہیں۔

۶/دسمبر ۱۹۸۱ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی		یکم مارچ ۱۹۸۴ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۲۴/اگست ۱۹۸۴ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی		۲۳/فروری ۱۹۸۶ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی
۴/نومبر ۱۹۸۶ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی		۲۰/ستمبر ۱۹۸۷ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۸؍ستمبر ۱۹۸۸ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	۲۰؍اگست ۱۹۹۰ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۱۱؍اگست ۱۹۹۲ء	گلمرگ ہوٹل امین آباد لکھنؤ	۹؍۱۰؍اکتوبر ۱۹۹۳ء	جامعہ ہدایت جے پور راجستھان
یکم مئی ۱۹۹۴ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	۱۸؍جون ۱۹۹۵ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی
۱۷؍ستمبر ۱۹۹۵ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	۶؍اکتوبر ۱۹۹۵ء	الفضل احمد نگر، گجرات
۱۶؍جنوری ۱۹۹۶ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	۷؍جولائی ۱۹۹۶ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی
۲۵؍اپریل ۱۹۹۸ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی	۲۰؍ستمبر ۱۹۹۸ء	سلیمانیہ ہال دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۹؍دسمبر ۱۹۹۸ء	عارف ہوٹل شاہ نجف روڈ لکھنؤ	۲۹؍اپریل ۲۰۰۵ء	دارالعلوم تاج المساجد بھوپال
۲۲؍اپریل ۲۰۰۷ء	انڈیا اسلامک کلچرل سینٹر لودھی روڈ نئی دہلی	۱۴؍جولائی ۲۰۰۷ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی
۶؍جولائی ۲۰۰۸ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی		

صدر جمہوریہ، وزیر اعظم، وزیر قانون اور دیگر سیاسی قائدین سے ملاقاتیں

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنی مجلس عاملہ کے اجلاسوں میں جب کبھی ضرورت محسوس کی کہ سربراہان حکومت سے کسی بھی مسئلہ پر ملاقات کی جائے اور ملت اسلامیہ ہندیہ کی نمائندگی کی جائے تو نے حکومت سے نمائندگی کی اور ذیل کی نشستوں میں ان کی تفصیل موجود ہے۔

۴؍۵؍جولائی ۱۹۷۳ء	قیام گاہ جناب بشیر احمد صاحب ایڈوکیٹ الہ آباد	۱۰؍جولائی ۱۹۷۷ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی
۶؍۷؍مئی ۱۹۷۸ء	مسلم مسافر خانہ چارباغ لکھنؤ	۱۷؍دسمبر ۱۹۷۸ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی
۱۸؍مارچ ۱۹۸۰ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی	۲۰؍نومبر ۱۹۸۰ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی
۶؍دسمبر ۱۹۸۱ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی	۱۹؍اگست ۱۹۸۳ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی
۲۴؍۲۵؍اگست ۱۹۸۴ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی	۱۴؍مئی ۱۹۸۵ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی
۱۸؍اگست ۱۹۸۵ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی	۲؍فروری ۱۹۸۶ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی
۲۳؍فروری ۱۹۸۶ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی	۱۴؍دسمبر ۱۹۸۶ء	صابو صدیق مسافر خانہ بمبئی
۲۵؍اپریل ۱۹۸۷ء	جامعہ رحیمیہ درگاہ حضرت شاہ ولی اللہ نئی دہلی	۲۰؍اگست ۱۹۹۰ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۳؍دسمبر ۱۹۹۰ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی	۱۴؍ستمبر ۱۹۹۱ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی
۹؍جنوری ۱۹۹۳ء	نیو ہورائزن اسکول بستی حضرت نظام الدین نئی دہلی	۱۵؍مئی ۱۹۹۳ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۸؍جون ۱۹۹۵ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی		۱۷؍ستمبر ۱۹۹۵ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۲۸؍مارچ ۱۹۹۷ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی		۲۵؍اپریل ۱۹۹۸ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی
۱۸؍جولائی ۱۹۹۹ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ		۸؍فروری ۲۰۰۰ء	سلیمانیہ ہال دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۲۸؍مئی ۲۰۰۰ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی		۲۷؍اکتوبر ۲۰۰۰ء	دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور
۱۰؍مارچ ۲۰۰۲ء	جامعہ ہمدرد نئی دہلی		۲۵؍اپریل ۲۰۰۲ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی
۲۲؍ستمبر ۲۰۰۲ء	سلیمانیہ ہال دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ		۴؍جولائی ۲۰۰۴ء	ڈربی ہال کانپور
۲۸؍اگست ۲۰۰۵ء	مرکزی دفتر بورڈ دہلی		۸؍مارچ ۲۰۰۶ء	دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور
۲۶؍نومبر ۲۰۰۶ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی		۲۵؍نومبر ۲۰۰۷ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی
۲۹؍فروری ۲۰۰۸ء	جمنا بینکٹ ہال کلکتہ		۶؍جولائی ۲۰۰۸ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی
۷؍فروری ۲۰۰۹ء	جامعہ اسلامیہ بھٹکل، کاروار، کرناٹک		۱۲؍جولائی ۲۰۰۹ء	مالا بار ہوٹل، کالی کٹ کیرالا
۲۰؍دسمبر ۲۰۰۹ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ			

متفرقات

تاریخ	مقام	زیر بحث آئے موضوعات
۴/۵؍جولائی ۱۹۷۳ء	قیام گاہ جناب بشیر احمد صاحب ایڈوکیٹ ۳۳؍اے پرشوتم دوس ٹنڈن روڈ، الہ آباد	پرسنل لا سے متعلق کتابچوں کی تیاری اور طباعت پر غور۔
۱۱؍اگست ۱۹۷۴ء	قیام گاہ جناب کرنل عبدالقیوم صاحب متصل موتی مسجد، بھوپال	☆ (موت ٹیکس) Death Duty یعنی مہر کو دیگر قرضوں کی طرح مستثنیٰ نہ کیا جانا
۱۸؍مارچ ۱۹۸۰ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی	☆ وزارت قانون کے تحت ایک مسلم سیل کی تشکیل پر غور ☆ مسلم پرسنل لا کی تحریک کو عام کیا جائے
۲۴؍اگست ۱۹۸۴ء	ویسٹرن کورٹ نئی دہلی	☆ نیشنل پریس ☆ مسلم پرسنل لا کے خلاف مختلف مضامین) خاص مقصد کے تحت شائع کئے جاتے ہیں اس پر غور
یکم تا ۴؍دسمبر ۱۹۸۵ء	بچوں کا گھر دریا گنج نئی دہلی	☆ صوبائی ایکشن کمیٹیاں
۴؍مارچ ۱۹۸۹ء	حلیم مسلم ڈگری کالج کانپور	☆ فقہ اکیڈمی کے قیام پر غور

۸/مئی ۱۹۹۱ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	☆جزوقتی جنرل سکریٹری کا انتخاب
۹/۱۰/اکتوبر ۱۹۹۳ء	جامعہ ہدایت جے پور راجستھان	☆مرکزی میڈیا واچ کا قیام ☆ ویمنس سیل کا قیام ☆ قانونی جائزہ کمیٹی کا قیام
۳۰/نومبر ۱۹۹۴ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی	☆ ۲۱/۲۲/نومبر کی درمیانی شب ندوہ پر پولیس چھاپہ پر مذمتی قرارداد اور حکمت عملی
۱۸/جون ۱۹۹۵ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی	☆ ائمہ مساجد اور سرکاری تنخواہ یافتہ امام
۶/اکتوبر ۱۹۹۵ء	الفضل احمد نگر، گجرات	☆اماموں کی تنخواہوں کا مسئلہ
۹/دسمبر ۱۹۹۸ء	عارف ہوٹل شاہ نجف روڈ لکھنؤ	☆مولانا علی میاں کے گھر شرپسندوں کے داخلہ پر
۱۸/جولائی ۱۹۹۹ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	☆ پریس کونسل آف انڈیا بسلسلہ من گھڑت و بے بنیاد الزام مولانا علی میاں پر ☆ میڈیا واچ سیل
۲۸/مئی ۲۰۰۰ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی	☆ خطبات جمعہ ☆ میڈیا سیل ☆ معاشرتی مسائل پر لیکچر سیریز
۲۱/جنوری ۲۰۰۱ء	انڈیا انٹرنیشنل سینٹر لودھی اسٹریٹ نئی دہلی	☆فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے تحفظ اور دستور ہند کی بنیادی خصوصیات
۳/نومبر ۲۰۰۱ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی	☆ مالیگاؤں کے فسادات اور افغانستان کے بے گناہ جانوں کا اتلاف پر اظہار تعزیت و ہمدردی
۱۰/مارچ ۲۰۰۲ء	جامعہ ہمدرد نئی دہلی	☆ گجرات کے بہیمانہ فسادات
۲۱/جون ۲۰۰۲ء	دارالعلوم حیدرآباد	☆صدر بورڈ کے انتخاب کے طریقہ کار
۵/۶/اپریل ۲۰۰۳ء	سلیمانیہ ہال دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	عراق پر امریکی حملے کی مذمت
۸/مارچ ۲۰۰۶ء	دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور	☆ شہر بنارس میں ایک مندر، ریلوے پلیٹ فارم اور دیگر مقامات پر ہوئے بم دھماکوں کی مذمت ☆، ڈنمارک کے ایک اخبار میں اہانت آمیز کارٹون کی اشاعت کی بابت
۶/جولائی ۲۰۰۸ء	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی	ضابطہ اخلاق، بورڈ کے آڈٹ شدہ حسابات کی پیشی
۷/فروری ۲۰۰۹ء	جامعہ اسلامیہ بھٹکل کاروار کرناٹک	☆ ایسے ارکان جو معذور یا اجلاسوں میں شرکت نہ کرتے ہوں ان کی رکنیت پر غور، ☆ ملکی سطح پر بورڈ کے اہم ارکان کے دوروں کا پروگرام
۲۰/دسمبر ۲۰۰۹ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	☆ اکیسواں اجلاس عام ☆ ای میل ڈائریکٹری ☆ عدالتوں سے شریعت کے خلاف ہونے والے فیصلوں پر غور

بورڈ کے اجلاس عام میں زیر بحث آئے موضوعات پر ایک نظر

(تاریخ اجلاس عام کی روشنی میں)

مرتب: محمد وقارالدین لطیفی ندوی

اصلاح معاشرہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنی اجلاس عام کے اجلاسوں میں اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں کسی بھی ناحیہ سے غور کیا، یا کچھ کرنے کا فیصلہ کیا، یا کنویز نے اپنی رپورٹ پیش کی، یا علاقائی کنویزوں کی نامزدگی، یا باقاعدہ مرکزی کمیٹی کی تشکیل، یا اس کے ہمہ جہت پہلوؤں میں سے کسی بھی پہلو پر بورڈ نے غور کیا ہے یا کوئی لائحہ عمل طے کیا، الغرض اس سلسلہ میں جو بھی کوششیں کی گئیں وہ سب درج ذیل تاریخی اشاریہ میں محفوظ و مذکور ہے۔

تاریخ	مقام		تاریخ	مقام
۱۵/۱۶/اکتوبر ۱۹۷۷ء	رانچی		۱۰/۱۱/جون ۱۹۷۸ء	پونا مہاراشٹر
۶/۷/اپریل ۱۹۸۵ء	اسلامیہ ہائی اسکول کلکتہ		۴/۵/مارچ ۱۹۸۹ء	کانپور
۹/۱۰/اکتوبر ۱۹۹۳ء	جامعہ ہدایت جے پور		۷/۸/اکتوبر ۱۹۹۵ء	الفضل احمد آباد، گجرات
۲۸/۲۹/۳۰/اکتوبر ۱۹۹۹	حج ہاؤس بمبئی		۲۸/۲۹/اکتوبر ۲۰۰۰ء	دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور
۲۱/۲۲/۲۳/جون ۲۰۰۲ء	دارالعلوم حیدرآباد		یکم و ۲/مارچ ۲۰۰۳ء	جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر
۲۹/اپریل تا یکم مئی ۲۰۰۵ء	دارالعلوم تاج المساجد بھوپال		۱۰/تا ۱۲/جنوری ۲۰۰۷ء	بیت الحجاج چنئی (مدراس)
۲۹/فروری تا دو مارچ ۲۰۰۸ء	کلکتہ			

دارالقضا

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے اجلاسوں میں دارالقضا کے سلسلہ میں کسی بھی پہلو سے غور کیا، تحریک دارالقضا کو وسعت دینے، نظام قضا کو قائم کرنے یا اس سلسلہ میں اقدامات کا فیصلہ کیا، یا کنویز نے اپنی رپورٹ پیش کی، یا اس کے مختلف پہلوؤں میں سے کسی بھی پہلو پر غور کیا، یا کوئی لائحہ عمل طے کیا، الغرض دارالقضا کے سلسلہ میں جتنی بھی کوششیں ہوئیں وہ سب ذیل کی تاریخوں میں محفوظ ہیں۔ اور وہاں ان کی تفصیل ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

۶/۷/اپریل ۱۹۸۵ء	اسلامیہ ہائی اسکول کلکتہ		۲۳/۲۴/نومبر ۱۹۹۱ء	دہلی

۹/۱۰/اکتوبر ۱۹۹۳ء	جامعہ ہدایت جے پور	۲۸/۲۹/۳۰/اکتوبر ۱۹۹۹ء	حج ہاؤس بمبئی
۲۱/۲۲/۲۳/جون ۲۰۰۲ء	دارالعلوم حیدرآباد	یکم و۲/مارچ ۲۰۰۳ء	جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر
۲۹/اپریل تا یکم مئی ۲۰۰۵ء	دارالعلوم تاج المساجد بھوپال	۱۰/تا۱۲/جنوری ۲۰۰۷ء	بیت الحجاج چنئی (مدراس)
۲۹/فروری تا دومارچ ۲۰۰۸ء	کلکتہ		

بابری مسجد

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے اجلاسوں میں بابری مسجد کے سلسلہ میں کسی بھی پہلو سے غور کیا، اس کے اسباب شہادت یا اس کے حقیت مقدمہ یا ملکیت کے مقدمہ، یا مسجد کی جگہ کو بلیٹ پروف بنانے کا معاملہ، یا شنکر آچاریہ کے ذریعہ مصالحتی کوششوں کی تفصیل، یا قانونی طور پر دیگر پیش رفت وغیرہ، یا کنویز نے میٹنگوں میں اپنی رپورٹ پیش کی، یا بورڈ نے اس کے مختلف کیس کے کسی بھی پہلو پر غور کیا، یا کوئی لائحہ عمل طے کیا، الغرض بابری مسجد کے تعلق سے اب تک جو بھی کوششیں ہوئیں ان سب کی تفصیل ذیل کی تاریخوں میں محفوظ ہیں۔

۲۳/۲۴/نومبر ۱۹۹۱ء	دہلی	۹/۱۰/اکتوبر ۱۹۹۳ء	جامعہ ہدایت جے پور
۷/۸/اکتوبر ۱۹۹۵ء	الفضل احمد آباد، گجرات	۲۸/۲۹/اکتوبر ۲۰۰۰ء	دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور
۲۱/۲۲/۲۳/جون ۲۰۰۲ء	دارالعلوم حیدرآباد	یکم و۲/مارچ ۲۰۰۳ء	جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر
۲۹/اپریل تا یکم مئی ۲۰۰۵ء	دارالعلوم تاج المساجد بھوپال	۱۰/تا۱۲/جنوری ۲۰۰۷ء	بیت الحجاج چنئی (مدراس)
۲۹/فروری تا دومارچ ۲۰۰۸ء	کلکتہ		

لبراہن کمیشن

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے اجلاسوں میں لبراہن کمیشن (بابری مسجد) کے سلسلہ میں کسی بھی پہلو سے غور کیا، یا کچھ کرنے کا فیصلہ کیا، یا کنویز نے اپنی رپورٹ پیش کی، کمیشن کی کارروائی میں تاخیر، یا مجرمین کی کمیشن میں حاضری کا مسئلہ اوران کے بیانات درج کرانے کا مسئلہ یا جسٹس لبراہن کی پیش کردہ رپورٹ پر غور یا اس کے کسی بھی پہلو پر بورڈ نے غور کیا یا کوئی لائحہ عمل طے کیا ان سب کا ذکر درج ذیل تاریخی اشاریہ میں محفوظ ہے۔

۲۸/۲۹/اکتوبر ۲۰۰۰ء	دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور	یکم و۲/مارچ ۲۰۰۳ء	جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر
۲۹/اپریل تا یکم مئی ۲۰۰۵ء	دارالعلوم تاج المساجد بھوپال	۱۰/تا۱۲/جنوری ۲۰۰۷ء	بیت الحجاج چنئی (مدراس)
۲۹/فروری تا دومارچ ۲۰۰۸ء	کلکتہ		

لازمی نکاح رجسٹریشن

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے اجلاسوں میں لازمی نکاح رجسٹریشن کے سلسلہ میں کسی بھی پہلو سے غور کیا، یا کچھ کرنے کا فیصلہ کیا، یا کنوینر نے اپنی رپورٹ پیش کی یا اس کے کسی بھی پہلو پر بورڈ نے غور کیا ہے یا کوئی لائحہ عمل طے کیا الغرض لازمی نکاح رجسٹریشن کے سلسلہ میں جو بھی کوششیں کیں وہ سب درج ذیل تاریخی اشاریہ میں محفوظ ومضمر ہیں۔

۲۸/۲۹ر دسمبر ۱۹۸۳ء	نیو کالج مدراس		۱۰ر تا ۱۲ر جنوری ۲۰۰۷ء	بیت الحجاج چنئی (مدراس)
۲۹ر فروری تا دو مارچ ۲۰۰۸ء	کلکتہ			

نفقہ مطلقہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے مختلف اجلاسوں میں نفقہ مطلقہ کے جن جن پہلوؤں، گوشوں پر غور کیا، عدالتوں کی طرف سے ہونے والے غلط فیصلوں کے تناظر میں جن اقدامات کا فیصلہ کیا، یا کچھ کرنے کا فیصلہ کیا یا کنوینر لیگل کمیٹی اس سلسلہ میں کوئی رہنمائی کی وغیرہ سب کی تفصیل درج ذیل تاریخی اشاریہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۲/۲۳ر فروری ۱۹۷۵ء	بنگلور		۱۵/۱۶ر اکتوبر ۱۹۷۷ء	رانچی
۲ر مئی ۱۹۸۱ء	شالیمار باغ، حیدرآباد			

متبنیٰ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے مختلف اجلاسوں میں متبنیٰ کے سلسلہ میں جن جن پہلوؤں، گوشوں پر غور کیا، عدالتوں کی طرف سے ہونے والے غلط فیصلوں اور حکومت کی طرف سے اس سلسلہ میں کوئی قانون کی تدوین کا ناپاک ارادہ یا کبھی کوئی عملی اقدام کی کوشش کی تو بورڈ نے ہمیشہ اس کے خلاف آواز اٹھائی اور حکومت کے سامنے اپنا موقف پیش کیا، یا کچھ کرنے کا فیصلہ کیا یا کنوینر لیگل کمیٹی نے اس سلسلہ میں کوئی رہنمائی وغیرہ کی سب کی تفصیل درج ذیل تاریخی اشاریہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۷/۲۸ر دسمبر ۱۹۷۲ء پہلا تاریخی کنونشن	بمبئی		۲۲/۲۳ر فروری ۱۹۷۵ء	بنگلور
۱۵/۱۶ر اکتوبر ۱۹۷۷ء	رانچی		۱۰ر تا ۱۲ر جنوری ۲۰۰۷ء	بیت الحجاج چنئی (مدراس)
۲۹ر فروری تا دو مارچ ۲۰۰۸ء	کلکتہ			

یونیفارم سول کوڈ

آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ نے اپنے مختلف اجلاسوں میں یونیفارم سول کوڈ کے سلسلہ میں جن جن پہلوؤں، گوشوں پر غور کیا، عدالتوں کی طرف سے ہونے والے غلط فیصلوں اور حکومت کی طرف سے اس سلسلہ میں کوئی قانون کی تدوین کا ناپاک ارادہ یا کبھی کوئی عملی اقدام کی کوشش کی تو بورڈ نے ہمیشہ اس کے خلاف آواز اٹھائی اور حکومت کے سامنے اپنا موقف پیش کیا، یا کچھ کرنے کا فیصلہ کیا یا کنوینر لیگل کمیٹی نے اس سلسلہ میں کوئی رہنمائی وغیرہ کی سب کی تفصیل درج ذیل تاریخی اشاریہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۷/۲۸/دسمبر ۱۹۷۲ء پہلا تاریخی کنونشن	بمبئی	۱۵/۱۶/اکتوبر ۱۹۷۷ء	رانچی
۱۵/۱۶/دسمبر ۱۹۸۶ء	مسافر خانہ بمبئی	۴/۵/مارچ ۱۹۸۹ء	کانپور
۷/۸/اکتوبر ۱۹۹۵ء	الفضل احمد آباد، گجرات	۲۸/۲۹/۳۰/اکتوبر ۱۹۹۹ء	حج ہاؤس بمبئی

مدارس

آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ نے اپنے مختلف اجلاسوں میں دینی مدارس کے سلسلہ میں جن جن پہلوؤں، گوشوں پر غور کیا، حکومت کی طرف سے اس سلسلہ میں کوئی قانون کی تدوین یا کسی بورڈ کے تحت شمولیت کا ناپاک ارادہ یا کبھی کوئی عملی اقدام کی کوشش کی، بورڈ نے ہمیشہ اس کے خلاف آواز اٹھائی اور حکومت کے سامنے اپنا موقف پیش کیا اور اس سلسلہ میں کچھ کرنے کا فیصلہ کیا یا کنوینر کمیٹی نے اس سلسلہ میں کوئی رہنمائی وغیرہ کی سب کی تفصیل درج ذیل تاریخی اشاریہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۱/۲۲/۲۳/جون ۲۰۰۲ء	دارالعلوم حیدرآباد	یکم و ۲/مارچ ۲۰۰۳ء	جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر
۲۹/اپریل تا یکم مئی ۲۰۰۵ء	دارالعلوم تاج المساجد بھوپال	۱۰/تا ۱۲/جنوری ۲۰۰۷ء	بیت الحجاج چنئی (مدراس)
۲۹/فروری تا دو مارچ ۲۰۰۸ء	کلکتہ		

نکاح نامہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ نے اپنے مختلف اجلاسوں میں نکاح نامہ کی تیاری کے سلسلہ میں جب کبھی غور کیا، یا کچھ کرنے کا فیصلہ کیا، یا کمیٹی کے کنوینر نے اس سلسلہ میں اپنی رپورٹ پیش کی، الغرض نکاح نامہ کے سلسلہ میں جو بھی کوششیں کیں وہ سب درج ذیل تاریخی اشاریہ میں محفوظ ہیں اور وہاں ان کی تفصیل ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

۲۸/۲۹/۳۰/اکتوبر ۱۹۹۹ء	حج ہاؤس بمبئی	۲۸/۲۹/اکتوبر ۲۰۰۰ء	دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور
۲۹/اپریل تا یکم مئی ۲۰۰۵ء	دارالعلوم تاج المساجد بھوپال		

اوقاف

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے مختلف اجلاسوں میں وقف اور قانون وقف کے سلسلہ میں جن جن پہلوؤں، گوشوں پر غور کیا پارلیمنٹ کے ذریعہ نئے قانون کی تدوین یا حکومت کی طرف سے اس سلسلہ میں کسی کمیٹی کے ذریعہ حکومت نے کبھی کوئی غلط عملی اقدام کی کوشش کی تو بورڈ نے ہمیشہ اس کے خلاف آواز اٹھائی اور حکومت کے سامنے اپنا موقف پیش کیا، یا کنوینر لیگل کمیٹی نے اس سلسلہ میں کوئی رہنمائی وغیرہ کی سب کی تفصیل درج ذیل تاریخی اشاریہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۲؍مئی ۱۹۸۱ء	شالیمار باغ، حیدرآباد		۶/۷؍اپریل ۱۹۸۵ء	اسلامیہ ہائی اسکول کلکتہ
۱۶/۱۵؍دسمبر ۱۹۸۶ء	مسافرخانہ بمبئی		۱۰/۹؍اکتوبر ۱۹۹۳ء	جامعہ ہدایت جے پور
۲۹؍فروری تا دو مارچ ۲۰۰۸ء	کلکتہ			

تحفظ مسلم پرسنل لا (شریعت بیداری مہم)

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے مختلف اجلاسوں میں تحفظ شریعت (شریعت بیداری مہم) کے سلسلہ میں جب کبھی کسی پہلو سے غور کیا، یا اس سلسلہ میں عملی اقدام کا فیصلہ کیا، یا اس کے ہمہ جہت پہلوؤں میں سے کسی بھی پہلو پر بورڈ نے کبھی غور کیا یا کوئی لائحہ عمل طے کیا، الغرض تحفظ شریعت (شریعت بیداری مہم) کے سلسلہ میں بورڈ نے جو بھی کوششیں کیں وہ سب درج ذیل تاریخی اشاریہ میں محفوظ مذکور ہیں۔

۲۸/۲۷؍دسمبر ۱۹۷۲ء پہلا تاریخی کنونشن	بمبئی		۲۳/۲۲؍فروری ۱۹۷۵ء	بنگلور
۸/۷؍اکتوبر ۱۹۹۵ء	الفضل احمدآباد، گجرات		۲۹؍اپریل تا یکم مئی ۲۰۰۵ء	دارالعلوم تاج المساجد بھوپال

لیگل سیل

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے مختلف اجلاسوں میں لیگل سیل کے سلسلہ میں مذکورہ عناوین کے علاوہ کسی قانونی معاملے کے کسی بھی پہلو پر غور کیا، یا کنوینر نے اپنی رپورٹ پیش کی، یا اس کے ہمہ جہت پہلوؤں میں سے کسی بھی پہلو پر بورڈ نے غور کیا ہے یا کوئی لائحہ عمل طے کیا، الغرض لیگل سیل کے سلسلہ میں جو بھی کوششیں کیں وہ سب درج ذیل تاریخی اشاریہ میں محفوظ ہیں۔

۱۱/۱۰؍جون ۱۹۷۸ء	پونا مہاراشٹر		۲۹/۲۸؍دسمبر ۱۹۸۳ء	نیو کالج مدراس
۶/۷؍اپریل ۱۹۸۵ء	اسلامیہ ہائی اسکول کلکتہ		۱۰/۹؍اکتوبر ۱۹۹۳ء	جامعہ ہدایت جے پور
۲۹/۲۸؍اکتوبر ۲۰۰۰ء	دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور		۲۳/۲۲/۲۱؍جون ۲۰۰۲ء	دارالعلوم حیدرآباد

۱۰/ تا ۱۲/ جنوری ۲۰۰۷ء	بیت الحجاج چنئی (مدراس)		۲۹/ فروری تا دو مارچ ۲۰۰۸ء	کلکتہ

مسلم خواتین

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے مختلف اجلاسوں میں مسلم خواتین کے سلسلہ میں کسی بھی پہلو سے غور کیا، یا اس سلسلہ میں کچھ کرنے کا فیصلہ کیا، یا اس کے ہمہ جہت پہلوؤں میں سے کسی بھی پہلو پر بورڈ نے غور کیا ہے یا کوئی لائحہ عمل طے کیا وہ سب درج ذیل تاریخی اشاریہ میں محفوظ ہے۔

۱۰/ ۱۱/ جون ۱۹۷۸ء	پونا مہاراشٹر		۹/ ۱۰/ ۱۱/ اکتوبر ۱۹۹۳ء	جامعہ ہدایت جے پور

تفہیم شریعت

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے مختلف اجلاسوں میں تفہیم شریعت کے سلسلہ میں جب کبھی کسی پہلو سے غور کیا، یا اس سلسلہ میں عملی اقدام کا فیصلہ کیا، یا اس کے ہمہ جہت پہلوؤں میں سے کسی بھی پہلو پر بورڈ نے کبھی غور کیا یا کوئی لائحہ عمل طے کیا، الغرض تفہیم شریعت کے سلسلہ میں بورڈ نے جو بھی کوششیں کیں وہ سب درج ذیل تاریخی اشاریہ میں محفوظ مذکور ہیں۔

۱۰/ ۱۱/ جون ۱۹۷۸ء	پونا مہاراشٹر		۲۹/ اپریل تا یکم مئی ۲۰۰۵ء	دارالعلوم تاج المساجد بھوپال
۱۰/ تا ۱۲/ جنوری ۲۰۰۷ء	بیت الحجاج چنئی (مدراس)		۲۹/ فروری تا دو مارچ ۲۰۰۸ء	کلکتہ

قوانین (ایکٹ)

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے مختلف اجلاسوں میں ملکی قوانین کے سلسلہ میں جب کبھی کسی پہلو سے غور کیا، یا اس سلسلہ میں عملی اقدام کا فیصلہ کیا، یا اس کے ہمہ جہت پہلوؤں میں سے کسی بھی پہلو پر بورڈ نے کبھی غور کیا یا کبھی اس سلسلہ میں حکومت کے سربراہوں سے اس مسئلہ پر نمائندگی کی گئی، یا اس کے لئے کوئی لائحہ عمل طے کیا، الغرض! ملکی قوانین سلسلہ میں بورڈ نے جو بھی کوششیں کیں وہ سب درج ذیل تاریخی اشاریہ میں محفوظ ہیں۔

تاریخ	مقام	زیر بحث آئے موضوعات
۱۰/ ۱۱/ جون ۱۹۷۸ء	پونا مہاراشٹر	سیلنگ ایکٹ۔
۲/ مئی ۱۹۸۱ء	شالیمار باغ، حیدرآباد	دفعہ ۱۲۵/ اور ۱۲۷/ سی آر پی سی۔ انکم ٹیکس ایکٹ کی دفعہ ۱۳ شق ۵۔ اوقاف سے متعلق اور دفعہ ۴۴۔
۶/ ۷/ اپریل ۱۹۸۵ء	اسلامیہ ہائی اسکول کلکتہ	سینٹرل وقف ایکٹ (ترمیمی ۱۹۸۴ء)۔ فیملی کورٹ ایکٹ ۱۹۸۴ء۔

متفرقات

تاریخ	مقام	زیر بحث آئے موضوعات
۲۷/۲۸ دسمبر ۱۹۷۲ء پہلا تاریخی کنونشن	بمبئی	آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے قیام کا فیصلہ۔
۷/۸ اپریل ۱۹۷۳ء	حیدرآباد	با قاعدہ بورڈ کی تشکیل اور ارکان کا انتخاب۔ بورڈ کا دستور وغیرہ۔
۱۵/۱۶ اکتوبر ۱۹۷۷ء	رانچی	ایمرجنسی۔ داؤدی بوہرہ فرقہ کے معاملات کی جانچ کے لئے تارکنڈے کمیشن کے قیام کی مخالفت۔ لکھنؤ اور کانپور کے سنی شیعہ فساد پر اظہار افسوس۔ عاملہ کے کورم ۱۵ ر کی جگہ گیارہ کی منظوری۔
۲۳/۲۴ نومبر ۱۹۹۱ء	دہلی	مجموعہ قوانین اسلامی کی اشاعت۔
۹/۱۰ اکتوبر ۱۹۹۳ء	جامعہ ہدایت جے پور	ذرائع ابلاغ سے رابطہ۔ ائمہ مساجد کے سرکاری تنخواہوں کے سلسلہ میں۔ مہاراشٹر میں متاثرین زلزلہ سے ہمدردی۔
۲۸/۲۹/۳۰ اکتوبر ۱۹۹۹ء	حج ہاؤس بمبئی	آزادئ مذہب وضمیر۔
۲۳ اپریل ۲۰۰۰ء	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ	نئے صدر کا انتخاب۔
۲۸/۲۹ اکتوبر ۲۰۰۰ء	دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور	اساسی اور میقاتی ارکان کی خالی نشستوں پر ارکان کا انتخاب، دستور بورڈ میں ترمیم۔ ملک میں بڑھتی فرقہ واریت اور صہیونی طاقتوں کی یلغار۔
۲۱/۲۲/۲۳ جون ۲۰۰۲ء	دارالعلوم حیدرآباد	گجرات میں مسلمانوں کی نسل کشی۔
یکم و ۲ مارچ ۲۰۰۳ء	جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر	ارکان کا انتخاب۔
۲۹ اپریل تا یکم مئی ۲۰۰۵ء	دارالعلوم تاج المساجد بھوپال	خالی نشستوں پر ارکان کا انتخاب، ارکان کی تعداد میں اضافہ پر غور۔ حسابات کی پیشی اور آئندہ بجٹ کی منظوری
۱۰ تا ۱۲ جنوری ۲۰۰۷ء	بیت الحجاج چنئی (مدراس)	نئے سہ سالہ میقات کے لئے ارکان وعہدیداران اور ارکان عاملہ کا انتخاب، دستور میں ترمیم بابت ۵۰ ارکان کا اضافہ، حسابات اور آئندہ بجٹ کی پیشی۔
۲۹ فروری تا دو مارچ ۲۰۰۸ء	کلکتہ	۵۰ نئے ارکان کا انتخاب، اساسی ارکان کی خالی نشستوں پر نئے ارکان کا انتخاب، حسابات اور آئندہ بجٹ کی پیشی۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے سہ ماہی خبر نامہ کی

چار جلدیں - ایک جھلک

مرتب: محمد وقار الدین لطیفی ندوی

نمبر شمار	مضامین	مضمون نگار	کس شمارہ میں	صفحہ نمبر

اسلامی قوانین

نمبر شمار	مضامین	مضمون نگار	کس شمارہ میں	صفحہ نمبر
۱	قانون شریعت میں طلاق کی گنجائش رکھ کر عورتوں کو تحفظ دیا گیا	حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحبؒ	ابتدائی (اپریل، مئی، جون ۲۰۰۵ء)	۱۰
۲	فتوی کی شرعی حیثیت	ڈاکٹر مفتی محمد فہیم اختر ندوی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱، جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۰۶ء	۵۷
۳	فتوی - سچائی اور پروپیگنڈہ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱، جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۰۶ء	۶۰
۴	عالم اسلام میں نافذ مسلم پرسنل لا کی صورت حال	مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱ اکتوبر ۲۰۰۶ء تا مارچ ۲۰۰۷ء	۶
۵	جمہوری اسلامی ایران کا آئین اور عائلی قوانین	مولانا سید عقیل الغروی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱ اکتوبر ۲۰۰۶ء تا مارچ ۲۰۰۷ء	۱۹
۶	APPLICTION AND INTERPRETATION OF ISLAMIC LAW	MD. ABDUL RAHIM QURAISHI	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱ اکتوبر ۲۰۰۶ء تا مارچ ۲۰۰۷ء	
۷	اسلام کا نظام طلاق وتفریق	قاضی عبد الجلیل قاسمی	جلد نمبر-۲، شمارہ نمبر-۱،۲ (اکتوبر ۲۰۰۷ء تا مارچ ۲۰۰۸ء)	۹۲
۸	شریعت کس لئے؟	مترجم: سید عبد القدوس نقوی	جلد نمبر-۲، شمارہ نمبر-۴ (جولائی تا ستمبر ۲۰۰۸ء)	۲۸
۹	داڑھی کی شرعی حیثیت	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	جلد نمبر-۳، شمارہ نمبر-۲ (جنوری تا مارچ ۲۰۰۹ء)	۲۵
۱۰	تطبیق شریعت (۱)	ڈاکٹر دسوقی	// // // //	۲۹
۱۱	دین میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں	حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ	جلد نمبر-۳، شمارہ نمبر-۳ (اپریل تا جون ۲۰۰۹ء)	۷
۱۲	زمانہ کے تغیرات اور شرعی احکام	حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحبؒ	// // // //	۱۲
۱۳	تطبیق شریعت (۲)	ڈاکٹر دسوقی	// // // //	۳۰
۱۴	ہم جنسی کا نکاح - اسلامی نقطہ نظر	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	جلد نمبر-۳، شمارہ نمبر-۴ (جولائی تا ستمبر ۲۰۰۹ء)	۱۹
۱۵	تطبیق شریعت (۳)	ڈاکٹر دسوقی	// // // //	۲۶

نظام قضا

نمبر شمار	مضامین	مضمون نگار	کس شمارہ میں	صفحہ نمبر
۱	اسلامی نظام قضاء اور ہندوستان	ادارہ	ابتدائی (اپریل، مئی، جون ۲۰۰۵ء)	۱۷

۲	بورڈ کے تحت قائم دارالقضاء کا اجمالی خاکہ	ادارہ	**ابتدائی** (اپریل، مئی، جون ۲۰۰۵ء)	۱۸
۳	دوسری تنظیموں کے تحت قائم دارالقضاء کا خاکہ	ادارہ	**ابتدائی** (اپریل، مئی، جون ۲۰۰۵ء)	۱۹
۴	قضاء اور نظام قضاء	قاضی عبدالجلیل قاسمی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱ (جنوری، فروری، مارچ ۲۰۰۶ء)	۲۷
۵	قیام دارالقضاء اور مسلم پرسنل لا بورڈ	(مولانا) عتیق احمد قاسمی بستوی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱ (جنوری، فروری، مارچ ۲۰۰۶ء)	۳۰
۶	ہندوستان میں اسلامی نظام قضاء اور اس کے متعلق کتابیں-ایک جائزہ	مولانا شاہ بدر احمد مجیبی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱، جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۰۶ء	۱۵
۷	نظام قضا کا قیام اور ہندوستان	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	جلد نمبر-۳، شمارہ نمبر-۲ (جنوری تا مارچ ۲۰۰۹ء)	۴۹

اصلاح معاشرہ

۱	اصلاح فرد و معاشرہ-صوفیاء کا نقطۂ نظر و طریقۂ کار	(شاہ قادری) سید مصطفیٰ رفاعی جیلانی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱ (جنوری، فروری، مارچ ۲۰۰۶ء)	۱۲
۲	اصلاح فرد و معاشرہ-صوفیاء کا طریقۂ کار	(مولانا) مفتی مکرم احمد	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱ (جنوری، فروری، مارچ ۲۰۰۶ء)	۱۴
۳	معاشرہ کی اصلاح سے متعلق کچھ ضروری باتیں	(مولانا) محمد برہان الدین سنبھلی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱ (جنوری، فروری، مارچ ۲۰۰۶ء)	۳۵
۴	اصلاح معاشرہ ملک و ملت کی ضرورت	(مفتی) محمد ارشد فاروقی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱ (جنوری، فروری، مارچ ۲۰۰۶ء)	۴۰
۵	اصلاح معاشرہ ایک ہمہ گیر تحریک کا تصور	(مفتی) مشتاق تجاروی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱ (جنوری، فروری، مارچ ۲۰۰۶ء)	۴۲
۶	اصلاح معاشرہ کی جہتیں	(مفتی) احمد نادر القاسمی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱ (جنوری، فروری، مارچ ۲۰۰۶ء)	۴۵
۷	پریم کا سندیش	(مولانا) خالد سیف اللہ رحمانی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱ (جنوری، فروری، مارچ ۲۰۰۶ء)	۵۲
۸	تحریک اصلاح معاشرہ (اجلاس بھوپال رپورٹ)	(مولانا) محمد ولی رحمانی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱ (جنوری، فروری، مارچ ۲۰۰۶ء)	۵۵
۹	اصلاح معاشرہ تحریک جاری ہے	مولانا محمد رضاء الرحمٰن	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱ (جنوری، فروری، مارچ ۲۰۰۶ء)	۶۱
۱۰	اصلاح معاشرہ تحریک	مجاہد الاسلام رحمانی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱ (جنوری، فروری، مارچ ۲۰۰۶ء)	۶۴
۱۱	اسلام اور تکریم انسانیت	(مولانا) یٰسین اختر مصباحی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱ (جنوری، فروری، مارچ ۲۰۰۶ء)	۱۸
۱۲	انسانی معاش کا مسئلہ اور اس کا اسلامی حل	(مولانا) غطریف شہباز ندوی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۲، اپریل، مئی، جون ۲۰۰۶ء	۱۲
۱۳	کامیابی کی راہ اسلامی شریعت پر عمل	(حضرت مولانا) منت اللہ رحمانیؒ	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱ اکتوبر ۲۰۰۶ء تا مارچ ۲۰۰۷ء	۵
۱۴	ایک اسلامی معاشرہ انسانی معاشرہ کو کیسے متاثر کرسکتا ہے	(مفتی) محمد اسجد ندوی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۲، اپریل، مئی، جون ۲۰۰۶ء	۱۸
۱۵	صالح انسانی معاشرہ کی تشکیل اسلامی معاشرہ کرسکتا ہے	(مفتی) محمد ارشد فاروقی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۲، اپریل، مئی، جون ۲۰۰۶ء	۲۱
۱۶	مقام تربیت قرآن وحدیث میں	(ڈاکٹر) سید محمد اجتباء ندوی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۲، اپریل، مئی، جون ۲۰۰۶ء	۲۶
۱۷	دین میں تربیت کی اہمیت	(ڈاکٹر) محمد اسحاق فلاحی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۲، اپریل، مئی، جون ۲۰۰۶ء	۲۸
۱۸	قرآن وحدیث میں تربیت کا تصور	(مفتی) محمد مشتاق تجاروی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۲، اپریل، مئی، جون ۲۰۰۶ء	۳۲
۱۹	ذات پات کی تفریق اور اسلام کا تصور مساوات	(مولانا) اصغر علی امام مہدی سلفی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۲، اپریل، مئی، جون ۲۰۰۶ء	۳۶

۲۰	امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانیؒ -اور اصلاح معاشرہ کی تحریک	حافظ امتیاز رحمانی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۲، اپریل، مئی، جون ۲۰۰۶ء	۶۲
۲۱	اصلاح معاشرہ: بنیادی مباحث	مولانا سید عقیل الغروی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱، جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۰۶ء	۲۱
۲۲	عصر حاضر میں اصلاح وتربیت کے نئے طریقے	مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱، جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۰۶ء	۲۳
۲۳	اصلاح معاشرہ کے لئے میڈیا کا استعمال	مولانا مفتی محمد ثناء الھدی قاسمی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱، جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۰۶ء	۲۵
۲۴	دعوت واصلاح کے لئے دیگر زبانیں سیکھنے کی ضرورت	مولانا سید عبد اللہ محمد الحسنی ندوی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱، جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۰۶ء	۲۷
۲۵	اپنی تربیت آپ - اسلامی تعلیمات کی روشنی میں	ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱، جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۰۶ء	۳۰
۲۶	مسلم معاشرہ کے نئے ابھرتے مسائل اور ان کا حل	مولانا محمد اسرار الحق قاسمی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱، جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۰۶ء	۳۷
۲۷	اصلاح معاشرہ میں مدارس کا رول	مولانا غلام محمد وستانوی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱، جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۰۶ء	۳۹
۲۸	اسلامی تربیت کی ضرورت واہمیت	مفتی امتیاز احمد قاسمی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱، جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۰۶ء	۴۰
۲۹	ہندوستان میں اصلاح معاشرہ کی تحریکات	محمد اسعد قاسمی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-اکتوبر ۲۰۰۶ء تا مارچ ۲۰۰۷ء	۲۲
۳۰	''تقویٰ'' معاشرہ کی برائیوں کو دور کرنے کا مؤثر ذریعہ	مولانا اسرار الحق قاسمی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-اکتوبر ۲۰۰۶ء تا مارچ ۲۰۰۷ء	۳۶
۳۱	بچوں کی تربیت-ایک اہم فریضہ	ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد نقشبندی مجددی	جلد نمبر-۲، شمارہ نمبر-۱،۲ (اکتوبر ۲۰۰۷ء تا مارچ ۲۰۰۸ء)	۷۲
۳۲	اصلاح کا تصور قرآن مجید میں	مولانا محمد عمر اسلم اصلاحی	جلد نمبر-۲، شمارہ نمبر-۱،۲ (اکتوبر ۲۰۰۷ء تا مارچ ۲۰۰۸ء)	۷۷
۳۳	اصلاح قلب کی اہمیت، آفات، رکاوٹیں اور اصلاح کے طریقے	مفتی محمد اسجد ندوی قاسمی	جلد نمبر-۲، شمارہ نمبر-۱،۲ (اکتوبر ۲۰۰۷ء تا مارچ ۲۰۰۸ء)	۸۴
۳۴	اصلاح وتجدید اور مسلم پرسنل لا بورڈ	مفتی محمد ارشد فاروقی	جلد نمبر-۲، شمارہ نمبر-۱،۲ (اکتوبر ۲۰۰۷ء تا مارچ ۲۰۰۸ء)	۸۸
۳۵	مسلم معاشرہ کی حالت زار	مولانا محمد عبد اللہ مغیثی	جلد نمبر۔۲، شمارہ نمبر۔۳ (اپریل تا جون ۲۰۰۸ء	۱۲
۳۶	مسلمان زوال کی طرف کیوں	مولانا غلام محمد وستانوی	// // // //	۱۴
۳۷	فضول خرچی	قاضی عبد الاحد ازھری	// // // //	۱۵
۳۸	پڑوسیوں کے حقوق	مولانا اعجاز احمد قاسمی	// // // //	۱۷
۳۹	لاٹری اور جوا	مولانا شکیل احمد سیتاپوری	// // // //	۲۱
۴۰	معاشرہ سے وابستہ گوناگوں مسائل اور ان کی اصلاح	مفتی احمد نادر القاسمی	// // // //	۲۳
۴۱	اصلاح معاشرہ۔عملی تدابیر	ڈاکٹر ایم اجمل فاروقی	// // // //	۳۰
۴۲	انفاق اور کنجوسی	ڈاکٹر سید علی محمد نقوی	// // // //	۴۰
۴۳	اسلامی نظام حیات	سید مصطفیٰ رفاعی جیلانی	جلد نمبر۔۲، شمارہ نمبر۔۴ (جولائی تا ستمبر ۲۰۰۸ء)	۳۷
۴۴	اجتماعی نظم زکوٰۃ	ایچ عبد الرقیب	// // // //	۴۱
۴۵	بندۂ مومن کے مسائل کا واحد علاج	مولانا غلام محمد وستانوی	// // // //	۴۷
۴۶	اسلامی وغیر اسلامی زندگی اور ہمارا طرز عمل	مفتی احمد نادر القاسمی	// // // //	۴۹

۴۷	اصلاح معاشرہ کیوں اور کیسے؟	مولانا محمد اسعد اعظمی	جلد نمبر-۳، شمارہ نمبر-۱ (اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۸ء)	۳۷
۴۸	موجودہ معاشرتی چیلنج اور قرآنی تعلیمات	پروفیسر ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی	// // // //	۴۰
۴۹	چند حساس سماجی مسائل	مفتی محمد ارشد فاروقی	جلد نمبر-۳، شمارہ نمبر-۲ (جنوری تا مارچ ۲۰۰۹ء)	۴۴
۵۰	اصل تہذیب ''مذہب اسلام'' (جس کو آخری پیغمبر ﷺ لے کر آئے	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ	جلد نمبر-۳، شمارہ نمبر-۳ (اپریل تا جون ۲۰۰۹ء)	۲۱
۵۱	قانون شریعت سے ہم برادران وطن کو واقف کرائیں	حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ	// // // //	۳۶
۵۲	اسلام کا تصور زندگی ہی فطری ہے	سید شاہ مصطفی رفاعی ندوی	// // // //	۳۷
۵۳	اسلامی معاشرہ کی تعمیر و ترقی میں خواتین کا رول	مفتی امتیاز قاسمی	// // // //	۳۹

لازمی نکاح رجسٹریشن و نکاح نامہ

۱	نکاح نامہ: صحیح سمت میں اہم قدم	(جناب سید شہاب الدین	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۲ (جنوری، فروری، مارچ ۲۰۰۶ء)	۵
۲	لازمی نکاح رجسٹریشن اور پرسنل لا بورڈ کا موقف	(مولانا) وقار الدین لطیفی ندوی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۲، اپریل، مئی، جون ۲۰۰۶ء	۴۶

ملکی قوانین

۱	مسلم پرسنل لا میں تبدیلی کی تحریک ہندو کوڈ بل سے پیدا ہوئی	حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ	ابتدائی (اپریل، مئی، جون ۲۰۰۵ء)	۸
۲	یونیفارم سول کوڈ سے حقیقی اتحاد کی امید محض خوش فہمی	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحبؒ	ابتدائی (اپریل، مئی، جون ۲۰۰۵ء)	۹
۳	پارلیمنٹ اور مسلم پرسنل لا	(جناب) غلام محمود بنات والا	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱ (جنوری، فروری، مارچ ۲۰۰۶ء)	۴
۴	کشمیر میں مسلم پرسنل لا کی قانونی و دستوری حیثیت ایک جائزہ	مفتی نذیر احمد	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱ اکتوبر ۲۰۰۶ تا مارچ ۲۰۰۷ء	۱۱
۵	THE CONSTITUOTION OF INDIA AND UNIFROM CIVIL CODE	MD. ABDUL RAHIM QURAISHI	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱ اکتوبر ۲۰۰۶ تا مارچ ۲۰۰۷ء	
۶	جموں و کشمیر میں مسلم پرسنل لا کا نفاذ	محمد عبد الرحیم قریشی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۳، اپریل، مئی، جون ۲۰۰۷ء	۴
۷	شادیوں کے لازمی رجسٹریشن بل کا مسودہ ۲۰۰۵ء	ادارہ	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۳، اپریل، مئی، جون ۲۰۰۷ء	۶
۸	نوٹیفکیشن بہار میرج رجسٹریشن قواعد ۲۰۰۶ء	ادارہ	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۳، اپریل، مئی، جون ۲۰۰۷ء	۱۴
۹	خواتین کو خانگی تشدد سے تحفظ کا ایکٹ ۲۰۰۵ء	ادارہ	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۳، اپریل، مئی، جون ۲۰۰۷ء	۱۴
۱۰	گھریلو تشدد اور تحفظ خواتین - نئے قانون کا تجزیاتی مطالعہ	ادارہ	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۳، اپریل، مئی، جون ۲۰۰۷ء	۲۰
۱۱	مسز شبنم ہاشمی بنام حکومت ہند و دیگر	پروفیسر احمد اللہ خان	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۳، اپریل، مئی، جون ۲۰۰۷ء	۵۳
۱۲	ہندوستان میں مسلم پرسنل لا	مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۴، جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۰۷	۳۴

۱۳	طلاق سے متعلق اہم عدالتی فیصلوں پر تبصرے	محمد عبدالرحیم قریشی	ابتدائی (اپریل، مئی، جون ۲۰۰۵ء)	۱۲
۱۴	سماجی انصاف، عدلیہ اور عوام	مولانا محمد ولی رحمانی	جلد نمبر۔۲، شمارہ نمبر۔۳ (اپریل تا جون ۲۰۰۸ء	

خواتین کے مسائل

۱	خواتین کی اعلیٰ دینی، عصری وفنی تعلیم	مولانا اختر امام عادل قاسمی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱، جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۰۶ء	۴۲
۲	خوبصورت گھر، خوبصورت معاشرہ	(مفتی) فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱ (جنوری، فروری، مارچ ۲۰۰۶ء)	۹
۳	بیوہ خواتین کی کفالت اور معاشرہ کی ذمہ داریاں	(مولانا) محمد اسرار الحق قاسمی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱ (جنوری، فروری، مارچ ۲۰۰۶ء)	۱۰
۴	میراث کی تقسیم اور عورتوں کی حق تلفی کا مسئلہ	(ڈاکٹر) مفتی محمد فہیم اختر ندوی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱ (جنوری، فروری، مارچ ۲۰۰۶ء)	۲۵
۵	مسلم معاشرہ میں خواتین کی صورتحال	(مولانا) محمد اسرار الحق قاسمی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۲، اپریل، مئی، جون ۲۰۰۶ء	۴۹
۶	خواتین کا استحصال	(مولانا) عبدالحق فلاحی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۲، اپریل، مئی، جون ۲۰۰۶ء	۵۲
۷	زوجین کے حقوق اور ان کی ذمہ داریاں	(مولانا) رضوان احمد ندوی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۲، اپریل، مئی، جون ۲۰۰۶ء	۵۶
۸	عہد رسالت وخلافتِ راشدہ میں خواتین کو حاصل اظہار رائے کا حق	عظمیٰ ناہید	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱، جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۰۶ء	۵۱
۹	مسلم طالبات کی اعلیٰ تعلیم	نور جہاں شکیل	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱، جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۰۶ء	۵۵
۱۰	کیرالہ میں مسلم خواتین کے مسائل ایک سماجی مطالعہ	کے۔اے صدیق حسن	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱ اکتوبر ۲۰۰۶ء تا مارچ ۲۰۰۷ء	۸
۱۱	کشمیر میں مسلم خواتین کے سماجی مسائل	پروفیسر ڈاکٹر حسینہ حاشیہ	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱ اکتوبر ۲۰۰۶ء تا مارچ ۲۰۰۷ء	۱۵
۱۲	عورت اور معیشت	مولانا سید جلال الدین عمری	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱ اکتوبر ۲۰۰۶ء تا مارچ ۲۰۰۷ء	۲۵
۱۳	خواتین کی معاشی اور اقتصادی صورت حال	مولانا غلام محمد وستانوی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱ اکتوبر ۲۰۰۶ء تا مارچ ۲۰۰۷ء	۳۳
۱۴	ہندوستان کی مسلم خواتین۔ مسائل اور حل	عظمیٰ ناہید	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۴، جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۰۷	۳۸
۱۵	اسلام میں تعلیم اور عورت	ڈاکٹر رخسانہ نکہت لاری، ام ہانی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۴، جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۰۷	۳۸
۱۶	مشترک خاندان...............	(مولانا) عبداللہ طارق	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱ (جنوری، فروری، مارچ ۲۰۰۶ء)	۳۲
۱۷	جدید ہندوستان میں مسلم خواتین تعلیمی-اقتصادی ومعاشرتی صورتحال	غلام محمود بنات والا	جلد نمبر-۲، شمارہ نمبر-۱،۲ (اکتوبر ۲۰۰۷ء تا مارچ ۲۰۰۸ء)	۵۶
۱۸	تامل ناڈو میں موجود مسلمان لڑکیوں کے دینی وعصری تعلیمی ادارے-ایک جائزہ	اے۔امیر النساء	جلد نمبر-۲، شمارہ نمبر-۱،۲ (اکتوبر ۲۰۰۷ء تا مارچ ۲۰۰۸ء)	۶۲
۱۹	MUSLIM WOMEN OF KERALA	Dr.Fabeena Seethi	جلد نمبر-۲، شمارہ نمبر-۱،۲ (اکتوبر ۲۰۰۷ء تا مارچ ۲۰۰۸ء)	۶۴
۲۰	ہندوستانی مسلم خواتین کی سماجی صورتحال	عظمیٰ ناہید	جلد نمبر-۲، شمارہ نمبر-۱،۲ (اکتوبر ۲۰۰۷ء تا مارچ ۲۰۰۸ء)	۶۶
۲۱	سعودی خواتین کی حالت اور موجودہ موقف	الطاف مالانی	جلد نمبر-۲، شمارہ نمبر-۱،۲ (اکتوبر ۲۰۰۷ء تا مارچ ۲۰۰۸ء)	۶۹
۲۲	مسلم خواتین-مسائل اور حل	اے۔امیر النساء	جلد نمبر-۲، شمارہ نمبر-۱،۲ (اکتوبر ۲۰۰۷ء تا مارچ ۲۰۰۸ء)	۷۰
۲۳	اسلام میں عورت کا مقام	مولانا عتیق احمد بستوی	جلد نمبر۔۲، شمارہ نمبر۔۳ (اپریل تا جون ۲۰۰۸ء	۳۳

۲۴	چنئی کی مسلم خواتین کی سماجی خدمات	اے امیر النساء	جلد نمبر-۳، شمارہ نمبر-۱ (اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۸ء)	۴۶
۲۵	اسلام میں خواتین	غزالہ احمد	″ ″ ″ ″	۴۸
۲۶	the Importance of Women in Islam	ڈاکٹر رخسانہ نکہت لاری	جلد نمبر-۳، شمارہ نمبر-۳ (اپریل تا جون ۲۰۰۹ء)	۲۱

اقلیتوں کے حقوق

۱	اقلیتوں کے حقوق - دستور ہند کی روشنی میں	(جناب) غلام محمود بنات والا	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱، جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۰۶ء	۸

تعارف و تاریخ بورڈ

۱	اجلاس عام ایک نظر میں	ادارہ	ابتدائی (اپریل، مئی، جون ۲۰۰۵ء)	۲۲
۲	اسلامی شریعت ہندوستان میں	مولانا احمد علی قاسمی	جلد نمبر-۲، شمارہ نمبر-۱، ۲ (اکتوبر ۲۰۰۷ء تا مارچ ۲۰۰۸ء)	۵۱
۳	مسلم پرسنل لا کی تاریخ ایمان ویقین کے متوالوں کی تاریخ ہے	حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی	″ ″ ″ ″	۵۳
۴	آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ ایک نظر میں	محمد وقار الدین لطیفی ندوی	جلد نمبر-۳، شمارہ نمبر-۱ (اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۸ء)	۲۴
۵	بورڈ کی مجالس عاملہ تاریخ وموضوعات کے آئینہ میں	″ ″ ″	″ ″ ″ ″	۲۶
۶	بورڈ کے اجلاس عام تاریخ وموضوعات کے آئینہ میں	″ ″ ″	″ ″ ″ ″	۳۵
۷	AIMPL Board Background,Activities	عبدالرشید اگوان	جلد نمبر-۳، شمارہ نمبر-۳ (اپریل تا جون ۲۰۰۹ء)	۲۰

بورڈ کی سرگرمیاں

۱	۲۰۰۴ء میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی سرگرمیاں	ادارہ	ابتدائی (اپریل، مئی، جون ۲۰۰۵ء)	۱۴
۲	بورڈ کی چند اہم وتاریخی قراردادیں	ادارہ	ابتدائی (اپریل، مئی، جون ۲۰۰۵ء)	۴
۳	مطبوعات بورڈ کا مختصر تعارف	مفتی وصی احمد قاسمی	ابتدائی (اپریل، مئی، جون ۲۰۰۵ء)	۲۰
۴	مرکزی دفتر بورڈ کی بھوپال اجلاس کے بعد مختصر کارکردگی رپورٹ	محمد وقار الدین لطیفی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱ (جنوری، فروری، مارچ ۲۰۰۶ء)	۶۹
۵	مرکزی دفتر بورڈ دہلی کی سرگرمیاں	محمد وقار الدین لطیفی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۲، اپریل، مئی، جون ۲۰۰۶ء	۶۳
۶	بورڈ کی سرگرمیوں کا ایک مختصر خاکہ	محمد وقار الدین لطیفی ندوی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱ اکتوبر ۲۰۰۶ء تا مارچ ۲۰۰۷ء	۴۶
۷	اعلامیہ چنئی اجلاس (مدراس)	محمد وقار الدین لطیفی ندوی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۳، اپریل، مئی، جون ۲۰۰۷ء	
۸	اجلاس عمومی چنئی میں منظور کردہ اہم تجاویز		جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۳، اپریل، مئی، جون ۲۰۰۷ء	۸۴
۹	کارروائی مجلس عاملہ بورڈ منعقدہ ۲۲ اپریل ۲۰۰۷ کی مختصر رپورٹ	ادارہ	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۳، اپریل، مئی، جون ۲۰۰۷ء	۸۵
۱۰	بورڈ کے نائب صدر حضرت سید شاہ محمد محمد الحسینی صاحب کا انتقال	ادارہ	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۳، اپریل، مئی، جون ۲۰۰۷ء	۸۸
۱۱	رپورٹ کارروائی مجلس عاملہ	مولانا رضوان احمد ندوی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۴، جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۰۷ء	۵

۱۲	مطبوعات بورڈ	مولانا وقارالدین لطیفی ندوی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۴، جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۰۷	۵۴
۱۳	مرکزی دفتر بورڈ کی کارکردگی رپورٹ	مولانا وقارالدین لطیفی ندوی	جلد نمبر-۲، شمارہ نمبر-۱،۲ (اکتوبر ۲۰۰۷ء تا مارچ ۲۰۰۸ء)	۷
۱۴	مرکزی دفتر بورڈ کی سرگرمیاں	محمد وقارالدین لطیفی ندوی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱، جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۰۶ء	۶۶
۱۵	چند اہم خبریں	ادارہ	جلد نمبر-۲، شمارہ نمبر-۳ (اپریل تا جون ۲۰۰۸ء	۵۱
۱۶	مرکزی دفتر بورڈ دہلی کی سرگرمیاں	محمد وقارالدین لطیفی ندوی	جلد نمبر-۲، شمارہ نمبر-۴ (جولائی تا ستمبر ۲۰۰۸ء)	۸
۱۷	مرکزی دفتر بورڈ دہلی کی سرگرمیاں (مختصر رپورٹ)	محمد وقارالدین لطیفی ندوی	جلد نمبر-۳، شمارہ نمبر-۱ (اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۸ء)	۸
۱۸	سہ روزہ دارالقضا کیمپ (پھلت) کی رپورٹ	محمد کامل قاسمی	// // // //	۲۰
۱۹	مرکزی دفتر بورڈ دہلی کی سرگرمیاں (مختصر رپورٹ)	محمد وقارالدین لطیفی ندوی	جلد نمبر-۳، شمارہ نمبر-۲ (جنوری تا مارچ ۲۰۰۹ء)	۷
۲۰	مرکزی دفتر بورڈ دہلی کی سرگرمیاں (مختصر رپورٹ)	محمد وقارالدین لطیفی ندوی	جلد نمبر-۳، شمارہ نمبر-۳ (اپریل تا جون ۲۰۰۹ء)	۱۳
۲۱	بھٹکل میں مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا ایک اہم اجلاس	مولانا محمود حسن حسنی ندوی	// // // //	۱۸
۲۲	کارروائی مجلس عاملہ کالی کٹ (کیرالا)	مولانا رضوان احمد ندوی	جلد نمبر-۳، شمارہ نمبر-۴ (جولائی تا ستمبر ۲۰۰۹ء)	۷
۲۳	مرکزی دفتر بورڈ دہلی کی سرگرمیاں (مختصر رپورٹ)	محمد وقارالدین لطیفی ندوی	// // // //	۱۴

اتحاد ملت

۱	اختلاف کے ساتھ اتحاد	ڈاکٹر مفتی محمد فہیم اختر ندوی	جلد نمبر-۲، شمارہ نمبر-۱،۲ (اکتوبر ۲۰۰۷ء تا مارچ ۲۰۰۸ء)	۹۴
۲	اتحاد کی راہیں اور حدود اختلافات	ڈاکٹر سید عبدالباری	جلد نمبر-۲، شمارہ نمبر-۱،۲ (اکتوبر ۲۰۰۷ء تا مارچ ۲۰۰۸ء)	۹۹
۳	اعتدال و توازن	مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی	جلد نمبر-۲، شمارہ نمبر-۱،۲ (اکتوبر ۲۰۰۷ء تا مارچ ۲۰۰۸ء)	۱۰۳
۴	اتحاد اسلامی	مترجم: یحییٰ قمر اثری	جلد نمبر-۲، شمارہ نمبر-۱،۲ (اکتوبر ۲۰۰۷ء تا مارچ ۲۰۰۸ء)	۵۸
۵	صفائے قلب و باطن	مولانا محمد الف نقشبندی	جلد نمبر-۲، شمارہ نمبر-۴ (جولائی تا ستمبر ۲۰۰۸ء)	۲۶

متفرق مضامین

۱	ہندوستانی مسلمانوں کی معاشی تنگدستی اور اس کے ازالہ کے طریقے	(جناب) پروفیسر ریاض عمر	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۲، اپریل، مئی، جون ۲۰۰۶ء	۱۰
۲	جدید ہندوستان میں اردو تعلیم-مسائل اور ممکنہ حل-اسکولی سطح پر	پروفیسر ریاض عمر	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۱، جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۰۶ء	۶۳
۳	وقت کی زبان اور اسلوب کی ضرورت	غطریف شہباز ندوی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-اکتوبر ۲۰۰۶ء تا مارچ ۲۰۰۷ء	۳۸
۴	مثبت قوت فکر و عمل کی ضرورت	صفی اختر	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-اکتوبر ۲۰۰۶ء تا مارچ ۲۰۰۷ء	۴۳
۵	دانشوران ملک و ملت سے چند سوالات اور ان کے جوابات	ادارہ	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-۴، جولائی، اگست، ستمبر ۲۰۰۷	۴۵
۶	فتویٰ اور مفتی-ضرورت اور تقاضے	مولانا غلام محمد وستانوی	جلد نمبر-۱، شمارہ نمبر-اکتوبر ۲۰۰۶ء تا مارچ ۲۰۰۷ء	۲۹

۷	وہ قوم کبھی زندہ نہیں رہ سکتی جو اپنے مسائل دوسروں کے ذریعہ حل کرنے کی عادی ہو	حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی صاحبؒ	ابتدائی (اپریل، مئی، جون ۲۰۰۵ء)	۱۱
۸	مدارس اسلامیہ کے مروجہ نظام تعلیم وتربیت میں مطلوبہ تغیرات	ڈاکٹر سید عبد الباری	جلد نمبر-۲، شمارہ نمبر-۱،۲ (اکتوبر ۲۰۰۷ء تا مارچ ۲۰۰۸ء)	۵۸
۹	مسلم شناخت وسکونت۔ تعلیم وروزگار کے مسائل	ڈاکٹر اوصاف احمد	جلد نمبر-۲، شمارہ نمبر-۳ (اپریل تا جون ۲۰۰۸ء	۴۴
۱۰	بیان ان کا	مولانا قاضی حسین احمد	// // // //	۴۹
۱۱	رمضان المبارک اور قرآن	ڈاکٹر فضل الرحمٰن المدنی	جلد نمبر-۲، شمارہ نمبر-۴ (جولائی تا ستمبر ۲۰۰۸ء)	۱۷
۱۲	عربی مسلم سماج	مولانا بدر الحسن القاسمی	// // // //	۲۰
۱۳	سپر پاور	اے امیر النساء	// // // //	۵۳
۱۴	ارکان بورڈ کے نام خصوصی خطوط	مولانا سید نظام الدین	// // // //	۵۵
۱۵	ایک اہم انٹرویو	مولانا سید محمد ولی رحمانی	جلد نمبر-۳، شمارہ نمبر-۱ (اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۸ء)	۵۰
۱۶	مقاصد بورڈ کی روشنی میں نئی منصوبہ بندی کی ضرورت	ڈاکٹر محمد منظور عالم	// // // //	۵۲
۱۷	قیدیوں کے حقوق کا اسلامی منشور	مولانا محمد الیاس بھٹکلی ندوی	// // // //	۵۵
۱۸	امن عالم سیرت نبویؐ کی روشنی میں	مولانا محمد اسلم قاسمی	// // // //	۵۷
۱۹	فساد وافساد کے تئیں اسلام کا موقف	مفتی محمد ارشد فاروقی	// // // //	۶۰
۲۰	قرآن سرچشمہ ہدایت ہے	میمونہ محمد ادریس	// // // //	۶۴
۲۱	بھٹکل دینی، علمی اور سماجی سرگرمیوں کے آئینہ میں	مولانا محمد الیاس بھٹکلی ندوی	// // // //	۶۹
۲۲	حسن اخلاق سیرت النبیؐ کے آئینہ میں	شاہ قادری مصطفٰی رفاعی ندوی	جلد نمبر-۳، شمارہ نمبر-۲ (جنوری تا مارچ ۲۰۰۹ء)	۳۵
۲۳	قران مجید کا تصور معاش اور اصلاح اقتصاد	مولانا محمد عمر اسلم اصلاحی	// // // //	۴۷
۲۴	تاریخ تحفظ شریعت کے درخشاں تارے	محمد وقار الدین لطیفی ندوی	// // // //	۵۵
۲۵	منبر مسجد ایک طاقتور ذریعہ ابلاغ	مفتی محمد ارشد فاروقی	جلد نمبر-۳، شمارہ نمبر-۳ (اپریل تا جون ۲۰۰۹ء)	۲۶
۲۶	''امن فکری'' کی راہ میں درپیش رکاوٹیں	مولانا بدر الحسن قاسمی	// // // //	۴۹
۲۷	تاریخ تحفظ شریعت کے درخشاں تارے	محمد وقار الدین لطیفی ندوی	// // // //	۵۸
۲۸	بین الاقوامی فقہ اکیڈمی کا انیسواں اجلاس	مولانا بدر الحسن قاسمی	// // // //	۶۰
۲۹	خطبۂ صدارت (بموقع کالی کٹ عاملہ اجلاس)	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	جلد نمبر-۳، شمارہ نمبر-۴ (جولائی تا ستمبر ۲۰۰۹ء)	۱۶
۳۰	دوسری شادی کے لئے قبولیت اسلام-لاء کمیشن کی رپورٹ	محمد عبد الرحیم قریشی	// // // //	۲۴
۳۱	مسجد اقصیٰ اور ہماری ذمہ داریاں	مفتی احمد نادر القاسمی	// // // //	۳۳
۳۲	ماہ صیام مبارک ہو!	حضرت مولانا سید نظام الدین	// // // //	۳۸
۳۳	تاریخ تحفظ شریعت کے درخشاں تارے	محمد وقار الدین لطیفی ندوی	// // // //	۴۰

مرحومین و مرحومات ارکان بورڈ

مرتب: محمد وقار الدین لطیفی ندوی

(آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے تمام مرحومین و مرحومات ارکان بورڈ کی فہرست کے مطالعہ سے قبل یہ جان لینا ضروری ہے اس فہرست میں نمبر شمار جنرل سے مراد جملہ تمام ارکان بورڈ ہیں اور صرف نمبر شمار سے مراد ہے وہ ارکان جو بورڈ کے قیام کے وقت سے اس کارواں میں شریک رہے ہیں اور جن کے اسمائے گرامی بورڈ کے دستور اساسی میں شامل ہیں۔ اسی طرح یہ بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ تاسیسی کی اصطلاح ان ہی کے نام کے سامنے ہے جن کا نام بورڈ کے بنیادی رکن کی حیثیت سے حیدرآباد کے اجلاس اپریل ۱۹۷۳ء میں انتخاب عمل میں آیا تھا۔ اور اساسی کی اصطلاح ان ناموں کے سامنے ہے جو بعد میں مستقل ممبر بنے۔ اس کے علاوہ میقاتی ارکان کے سامنے میقاتی کی اصطلاح موجود ہے۔)

نمبر شمار جنرل	نمبر شمار	اسمائے گرامی مرحوم ارکان بورڈ	مقام	رکنیت کی نوعیت
		۱۹۷۴ء		
۱	۱	جناب ڈاکٹر عبدالجلیل فریدی صاحب	لکھنؤ	تاسیسی
۲	۲	جناب سید کلب عباس صاحب ایڈووکیٹ	الہ آباد	//
۳	۳	جناب سید مجتبیٰ حسن کامون پوری صاحب	علی گڑھ	//
۴	۴	جناب محمد طاہر راندیرین صاحب	کلکتہ	//
		۱۹۷۵ء		
۵	۵	حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب	دہلی	//
۶	۶	مولانا ایم کے عبدالرحمٰن غضنفر صاحب	ویلور	//
		۱۹۷۶ء		
۷		جناب معین الحق چودھری صاحب		
		۱۹۷۷ء		
۸	۷	جناب سید ابو محمد زیدی صاحب	بمبئی	//
۹	۸	مولانا عبدالحمید صاحب	حیدرآباد	//
۱۰	۹	مولانا شجن احمد شطاری صاحب	حیدرآباد	//

۱۱	۱۰	محمد یوسف صدیقی صاحب ایڈیٹر ریڈینس	دہلی	
		۱۹۷۸ء		
۱۲	۱۱	بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ	الہ آباد	//
۱۳	۱۲	مولانا لائق علی صاحب	میرٹھ	//
۱۴	۱۳	مولانا محمد زبیر قریشی صاحب	دہلی	//
		۱۹۷۹ء		
۱۵		مولانا ابوالوفاء صاحب شاہجہانپوری	شاہجہانپور	
۱۶		مولانا عبدالاحد صاحب		
۱۷		مولانا برکت اللہ صاحب	اڑیسہ	
۱۸		مولانا شفیق اللہ انصاری صاحب ایم پی		
		۱۹۸۰ء		
۱۹	۱۴	جناب ظفر احمد صدیقی صاحب	لکھنؤ	//
۲۰	۱۵	قاضی عدیل عباسی صاحب	لکھنؤ	//
۲۱	۱۶	مولانا سید فخرالحسن صاحب	دیوبند	//
۲۲	۱۷	جناب آرائے حکیم صاحب	احمد آباد	//
۲۳		مولانا مفتی محمود صاحب		
۲۴		مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی		
۲۵		مولانا فضل الرحمٰن صاحب شیخ الحدیث مدرسہ حسین بخش	دہلی	
		۱۹۸۳ء		
۲۶	۱۸	قاری محمد طیب صاحب	دیوبند	//
۲۷	۱۹	مولانا عبدالحمید صاحب نعمانی	مالیگاؤں	//
۲۸	۲۰	جسٹس خلیل احمد صاحب	پٹنہ	//
۲۹	۲۱	حضرت مولانا محمد داؤد راز صاحب	دہلی	//
۳۰	۲۲	قاضی شاہ محمد صاحب	مدراس	//

۳۱	۲۳	شمس الدین علی خان صاحب ایڈووکیٹ	حیدرآباد	//
۳۲		سی ایچ محمد کویا صاحب	کیرالا	
		۱۹۸۴ء		
۳۳	۲۴	جسٹس بشیر احمد سعید صاحب	مدراس	//
۳۴		جناب لطیف الدین قادری صاحب	حیدرآباد	
		۱۹۸۵ء		
۳۵	۲۵	مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی صاحب	دہلی	//
۳۶	۲۶	مولانا سعید احمد اکبرآبادی صاحب	دہلی	//
۳۷	۲۷	جناب سردار خان پٹھان صاحب ایڈووکیٹ	بمبئی	//
۳۸	۲۸	جناب نصرت اللہ عباسی صاحب	بمبئی	//
۳۹	۲۹	حضرت مولانا مفتی برھان الحق صاحب	جبلپور	//
۴۰		جناب محمد عمر لیس والے صاحب	دہلی	اساسی
۴۱		قاری رضوان اللہ صاحب	علی گڑھ	
۴۲		محترمہ قیصر نیازی صاحبہ		
		۱۹۸۶ء		
۴۳	۳۰	عبدالقادر حافظکا صاحب	بمبئی	تاسیسی
۴۴	۳۱	مولانا محمد مسلم صاحب ایڈیٹر دعوت	دہلی	//
۴۵	۳۲	مولانا کلب عابد صاحب	لکھنؤ	//
۴۶		جناب سجاد حسین صاحب	بمبئی	اساسی
		۱۹۸۷ء		
۴۷	۳۳	پرنس ڈاکٹر یوسف نجم الدین صاحب	بمبئی	اساسی
		۱۹۸۸ء		تاسیسی
۴۸	۳۴	مولانا ھاشم میاں فرنگی محلی صاحب	لکھنؤ	تاسیسی
۴۹	۳۵	جناب مظہر الحق قادری صاحب	حیدرآباد	//

۵۰		الحاج کاکا عمر صاحب	عمرآباد	میقاتی
۵۱		مولانا شمس الھدیٰ صاحب	آسام	
		۱۹۸۹ء		
۵۲	۳۶	مولانا سعید احمد بزرگ صاحب	ڈابھیل	تاسیسی
۵۳	۳۷	مولانا سید علی نقی صاحب	لکھنؤ	//
۵۴	۳۸	مولانا محمد میاں فاروقی صاحب	الہ آباد	//
۵۵	۳۹	جناب افضل حسین صاحب قیم جماعت اسلامی ہند	دہلی	//
۵۶	۴۰	محترمہ فاطمہ اختر صاحبہ	مدراس	//
۵۷		مولانا عبدالجلیل چودھری صاحب	آسام	اساسی
۵۸		میرواعظ مولوی محمد فاروق صاحب	کشمیر	
۵۹		مولانا قاضی محمد سجاد حسین صاحب		
		۱۹۹۰ء		
۶۰	۴۱	مولانا محمد یوسف صاحب کوکن	مدراس	تاسیسی
		۱۹۹۱ء		
۶۱	۴۲	مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی صاحب	مونگیر	//
۶۲	۴۳	مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی صاحب	اعظم گڑھ	//
۶۳	۴۴	مولانا محمد تقی امینی صاحب	علی گڑھ	//
۶۴	۴۵	مولانا محمد یوسف صاحب امیر جماعت اسلامی ہند	دہلی	//
۶۵	۴۶	مولانا محمد معراج الحق صاحب	دیوبند	//
۶۶		مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی صاحب	پرتاپ گڑھ	
۶۷		مولانا قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی صاحب	میرٹھ	
		۱۹۹۲ء		
۶۸	۴۷	مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی صاحب	مئوناتھ بھنجن	تاسیسی
		۱۹۹۳ء		

۶۹	۴۸	مولانا ضیاء الدین بخاری صاحب	بمبئی	//
۷۰	۴۹	جناب سید خلیل اللہ حسینی صاحب	حیدرآباد	//
۷۱	۵۰	مولانا حامد علی صاحب	دہلی	//
۷۲	۵۱	مولانا حامد الانصاری غازی صاحب	بمبئی	//
۷۳		محترمہ سعادت النساء صاحبہ	بنگلور	
۷۴		محترمہ رفیع رؤف صاحبہ	حیدرآباد	
		۱۹۹۴ء		
۷۵	۵۲	مولانا عبید اللہ رحمانی مبارکپوری صاحب	اعظم گڑھ	تاسیسی
۷۶	۵۳	جناب مصطفیٰ فقیہ صاحب	بمبئی	//
۷۷	۵۴	جناب احمد بی زکریا صاحب	بمبئی	//
۷۸		مولانا محی الدین منیری صاحب	بھٹکل	اساسی
۷۹		جناب علی محمد صاحب (شیر میوات)	دہلی	
		۱۹۹۵ء		
۸۰		مولانا ابو السعود صاحب	بنگلور	اساسی
		۱۹۹۷ء		
۸۱	۵۵	مولانا قاضی اطہر مبارکپوری صاحب	اعظم گڑھ	تاسیسی
۸۲	۵۶	مولانا صدر الدین اصلاحی صاحب	علی گڑھ	//
۸۳	۵۷	جناب محمد یوسف پٹیل صاحب	بمبئی	//
۸۴	۵۸	مولانا مفتی احمد علی سعید صاحب	دیوبند	//
۸۵	۵۹	مولانا محمد منظور نعمانی صاحب	لکھنؤ	//
۸۶		مولانا قاری محمد صدیق باندوی صاحب	باندہ	اساسی
۸۷		مولانا مظفر حسین کچھوچھوی صاحب	کچھوچھہ	//
۸۸		جناب ذوالفقار اللہ صاحب	الہ آباد	//
۸۹		مولانا سید حامد علی صاحب	دہلی	

۹۰		مولانا شاہ عون احمد قادری صاحب	پٹنہ	
		۱۹۹۸ء		
۹۱	۶۰	مولانا سید احمد رضا صاحب	بجنور	تاسیسی
۹۲		جناب میر مقصود علی خانصاحب	بنگلور	
۹۳		سید شہاب الدین دسنوی صاحب	بمبئی	
		۱۹۹۹ء		
۹۴	۶۱	مولانا شمس پیرزادہ صاحب	بمبئی	تاسیسی
۹۵	۶۲	ڈاکٹر سید عبد الحفیظ صاحب	دربھنگہ	//
۹۶	۶۳	مولانا ابوبکر اصلاحی صاحب	اعظم گڑھ	//
۹۷	۶۴	مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی صاحب	رائے بریلی	//
۹۸		مولانا حبیب اللہ رشید پاشا صاحب	حیدرآباد	
۹۹		جناب غلام محمد میمن صاحب	بڑودہ	
۱۰۰		جناب اے کے عبد الصمد صاحب	کیرالا	
		۲۰۰۰ء		
۱۰۱	۶۵	مولانا سعد الدین صاحب (امیر جماعت اسلامی)	جموں وکشمیر	تاسیسی
۱۰۲	۶۶	مولانا احمد علی قاسمی صاحب	آسام	//
۱۰۳	۶۷	مفتی نظام الدین صاحب	دیوبند	//
۱۰۴		حکیم محمد زماں حسینی صاحب	کلکتہ	اساسی
۱۰۵		پروفیسر آفتاب احمد صاحب	علی گڑھ	//
۱۰۶		مولانا محمد حنیف ملی صاحب	مالیگاؤں	
		۲۰۰۲ء		
۱۰۷	۶۸	مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحب	پٹنہ	تاسیسی
۱۰۸		مولانا سید احمد ہاشمی صاحب	دہلی	اساسی
۱۰۹		مولانا سید نصرت المجتہدی صاحب	حیدرآباد	//

۱۱۰		مولانا فقیہ الدین صاحب	دہلی	میقاتی
۱۱۱		جناب امین الحسن رضوی صاحب ایڈووکیٹ	دہلی	//
۱۱۲		مولانا لقمان خان ندوی صاحب	بھوپال	
۱۱۳		جناب عزیز سیٹھ صاحب	میسور	
		۲۰۰۳ء		
۱۱۴		مولانا سید غوث خاموشی صاحب	حیدرآباد	اساسی
۱۱۵		مولانا محمد تسلیم رحمانی صاحب	مونگیر	اساسی
۱۱۶		مولانا عبدالحفیظ جنیدی صاحب	بنگلور	
۱۱۷		مولانا رضاء اللہ مبارکپوری صاحب	دہلی	میقاتی
		۲۰۰۴ء		
۱۱۸		مولانا محمد رضوان القاسمی صاحب	حیدرآباد	اساسی
۱۱۹		جناب اشرف آغا ایڈووکیٹ صاحب	گوا	میقاتی
		۲۰۰۵ء		
۱۲۰	۶۹	جناب ابراہیم سلیمان سیٹھ صاحب	کیرالہ	تاسیسی
۱۲۱	۷۰	جناب سید اظہار الحق صاحب ایڈووکیٹ	مونگیر	//
۱۲۲	۷۱	جناب ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی صاحب	لکھنؤ	//
۱۲۳		مولانا حبیب الرحمٰن نعمانی صاحب	مئوناتھ بھنجن	میقاتی
۱۲۴		جناب سید انوار اللہ شاہ نقشبندی صاحب	حیدرآباد	//
		۲۰۰۶ء		
۱۲۵	۷۲	جناب حکیم محمد مختار اصلاحی صاحب	بمبئی	تاسیسی
۱۲۶	۷۳	مولانا سید اسعد مدنی صاحب	دہلی	//
۱۲۷	۷۴	جناب فقیر محمد کلے صاحب (ایف ایم کلے)	بمبئی	//
۱۲۸		مولانا یعقوب گھولائی صاحب	کلکتہ	اساسی
۱۲۹		مولانا مجیب اللہ ندوی صاحب	اعظم گڑھ	//

۱۳۰		جناب عبدالمنان ایڈووکیٹ صاحب	لکھنؤ	//
۱۳۱		مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری صاحب	اعظم گڑھ	میقاتی
۱۳۲		جناب موصی رضا صاحب	پٹنہ	//
۱۳۳		علامہ محمد عثمان صاحب	بھاگلپور	//
		۲۰۰۷ء		
۱۳۴	۷۵	مولانا مختار احمد ندوی صاحب	بمبئی	تاسیسی
۱۳۵	۷۶	مولانا ظل الرحمٰن صدیقی صاحب	//	//
۱۳۶	۷۷	مولانا محمد نعیم صاحب	دیوبند	//
۱۳۷		جناب سید شاہ محمد محمد الحسینی صاحب	گلبرگہ	اساسی
۱۳۸		مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب	ناگپور	//
۱۳۹		مفتی عبدالرحمٰن صاحب (مدرسہ امینیہ)	دہلی	//
۱۴۰		مولانا محمد نعیم الدین صاحب	آسام	میقاتی
۱۴۱		مولانا محمد صدیق صاحب	ہریانہ	//
		۲۰۰۸ء		
۱۴۲	۷۸	جناب غلام محمود بنات والا صاحب	بمبئی	تاسیسی
۱۴۳	۷۹	سلطان صلاح الدین اویسی صاحب	حیدرآباد	//
۱۴۴		جناب ضیاء اللہ ضیائی صاحب	بمبئی	اساسی
۱۴۵		جناب منظور عالم ایڈووکیٹ صاحب	راجستھان	//
۱۴۶		مولانا انظر شاہ کشمیری صاحب	دیوبند	//
۱۴۷		جناب عبدالغنی محتشم صاحب	بھٹکل	//
۱۴۸		مولانا ضیاء الدین اصلاحی صاحب	اعظم گڑھ	میقاتی
۱۴۹		جناب الحاج محمد منظور علی صاحب	کلکتہ	//
۱۵۰		مولانا عبداللطیف صاحب	آسام	//
		۲۰۰۹ء		

۱۵۱		مفتی امتیاز احمد صاحب	احمد آباد	//
۱۵۲		مولانا عبدالحنان صاحب	سیتامڑھی	//
۱۵۳		ڈاکٹر سید عبدالمنان صاحب	حیدرآباد	اساسی
۱۵۴		مولانا اخلاق حسین قاسمی صاحب	دہلی	میقاتی
۱۵۵		جناب محمد علی شہاب تھنگل صاحب	مالا پورم کیرالا	//
۱۵۶		ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری صاحب	بنارس	//
۱۵۷		مفتی عبدالقدوس رومی صاحب	آگرہ	اساسی
۱۵۸		مفتی جمال الدین صاحب	الور	میقاتی
۱۵۹		قاری ابوالحسن صاحب	لکھنؤ	//
		۲۰۱۰ء		
۱۵۹	۸۰	حضرت مولانا حمید الدین عاقل حسامی صاحب	حیدرآباد	تاسیسی

درج ذیل اصحاب بورڈ کے تاسیسی ارکان میں ہیں لیکن ان کے انتقال کی کوئی تفصیل دفتر میں موجود نہیں ہے جس کے ہم معذرت خواہ ہیں اگر ان کی تفصیل ملتی ہے تو آئندہ تصحیح کر لی جائے گی۔

۱۔ مولانا نصر اللہ صاحب قائد سلیمانی بوہرہ ممبئی۔ ۲۔ جناب محمد علی مٹھا صاحب ممبئی

۳۔ جناب خلیل احمد صاحب پرنسپل یونیٹی کالج، کاروار، کرناٹک ۴۔ مولانا نور النبی صاحب کچھار آسام

۵۔ جناب یوسف میاں مہراج صاحب گدی نشیں درگاہ خواجہ معین الدین، اجمیر شریف

درج ذیل اصحاب بورڈ کے تاسیسی ارکان میں ہیں لیکن یہ بعد میں پاکستان منتقل ہو گئے اور وہیں مدفون ہیں۔

۱۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن گنوری صاحب سابق لیکچرر سنی دینیات، اے ایم یو علی گڑھ ۲۔ مولانا مفتی ضیاء الحق صاحب دہلی

بورڈ کے ۱۷ رویں اجلاس بمقام مونگیر ۲۰۰۳ء کے بعد حسب ذیل ارکان نے اپنی بعض معذوری کی بناء پر بورڈ کی رکنیت سے سبکدوشی اختیار فرمائی۔

۱۔ مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب (بالاکوٹ علی گڑھ) ۲۔ جناب ٹی کے عبداللہ صاحب کیرالا

۳۔ جناب سید عاصم علی سبزواری صاحب ایڈووکیٹ (میرٹھ، یوپی)

اس طرح تاسیسی ارکان جو انتقال فرما گئے ان کی کل تعداد (۸۰) ہے اور اس وقت (۱۲) ارکان ان میں سے بقید حیات ہیں اور (۱۰) ارکان وہ ہیں جن کا ذکر اوپر ہے اس طرح کل (۱۰۲) کی تعداد ہوئی۔

اس سلسلہ میں قارئین سے ایک درخواست یہ بھی ہے کہ مرحومین کے سن وفات میں غلطیوں کے امکانات سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے اگر اس میں جہاں کہیں اصلاح کی ضرورت محسوس کریں بلا جھجھک ادارہ کو متوجہ فرمائیں ادارہ آپ کا شکر گذار ہوگا۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ

(مولانا) محمد اسلام قاسمی
(رکن بورڈ، دیوبند)

ہندوستان میں مغلیہ عہد حکومت کے زوال کے بعد انگریزوں کی ہندوستان آمد اور مغربی تہذیب وعلوم کی اشاعت شروع ہوئی۔ سقوط حکومت ۱۸۵۷ء کے بعد تو ملک میں مکمل طور پر انگریزوں کا تسلط ہوگیا، استعماری قوت نے خاص طور پر مسلم معاشرہ اور اسلامی تہذیب وقوانین کو اپنے جور واستبداد کا نشانہ بنایا، علماء دین ودانشوران ملت پر ظلم وستم ڈھائے، کیونکہ یہی طبقہ انگریزی حکومت سے بغاوت کیلئے عوام کی رہنمائی وسربراہی کرتا رہا، پھر مغربی علوم اور ثقافت کو تمام باشندگان ملک پر مسلط کرنیکی پالیسی جاری ہوئی، اسلامی علوم وتہذیب کی بقاء وتحفظ کیلئے ملک کے گوشے گوشے میں علماء ومفکرین نے مسلمانوں کیلئے تعلیمی اداروں کی بنیادیں ڈال دیں، اس وقت تک ملک میں مسلم حکمرانوں کے ذریعہ جاری کردہ ملکی وعائلی قوانین ہی کا نفاذ ہوتا رہا، مسلم امت کے عائلی اور معاشرتی قوانین کی تنسیخ کی کوششیں نہیں ہوئیں، نہ ان میں تبدیلی کی پالیسی حکومت کے زیر غور رہی، یہ بھی حکومت وقت کی ہندوستان میں بغاوت اور افراتفری یا بدنظمی سے بچے رہنے کی ایک مصلحت اور ملکی نظم کی ضرورت تھی، البتہ انگریزوں نے اسلامی قانون کو رفتہ رفتہ ختم کرنے کی ابتدا کردی تھی، سب سے پہلے ۱۸۶۶ء میں حکومت برطانیہ نے فوجداری قانون کو ختم کیا، پھر قانون شہادت اور قانونِ معاہدات منسوخ کئے اور بالآخر مسلمانوں کے ''معاشرتی قوانین'' میں تبدیلی کی راہیں ہموار کی جانے لگیں اور اس کیلئے حکومت نے ''رائل کمیشن'' مقرر کیا، اس کمیشن نے قوانین اور صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد حکومت کو واضح کردیا کہ ان قوانین کا تعلق مذہب سے بہت گہرا ہے، اس لئے ان میں تبدیلی کا مطلب براہ راست مذہبی امور میں مداخلت اور مذہبی آزادی کو مجروح کرنا ہوگا، چنانچہ حکومت نے اقتدار کے تحفظ کیلئے مذہبی معاملات میں مداخلت کا ارادہ ترک کردیا اور کسی طرح کی تبدیلی کی بجائے مسلمانوں کیلئے ''قانون شریعت'' اور ہندوؤں کیلئے ''دھرم شاستر'' پر عمل آوری کو جاری کردیا۔ اسی دوران ۱۹۳۶ء میں ایک عدالت نے ہندو رواج کے مطابق وراثت میں بہن کو حصہ دینے سے انکار کردیا، ظاہر ہے کہ یہ فیصلہ اسلامی قانون کے خلاف تھا اس لئے اس وقت کے علماء کرام نے تحفظ شریعت کے عنوان سے اس فیصلے کے خلاف آواز بلند کی اور زبردست جدوجہد کی، ان کی کوششیں بارآور ہوئیں اور ۱۹۳۷ء میں ''شریعت اپلی کیشن ایکٹ'' بنا جس کے مطابق مسلمانوں کیلئے اس کی گنجائش ہوئی کہ وہ اپنے عائلی قوانین (نکاح، طلاق، خلع، ظہار، فسخ نکاح، حق حضانت، ولایت، میراث، وصیت، ہبہ اور شفعہ) میں شریعت اسلامیہ کے پابند رہیں، عدالت کو پابند کیا گیا تھا کہ فریقین مسلمان ہوں تو شریعت اسلامی کے مطابق فیصلہ ہوگا، خواہ ان کا عرف ورواج کچھ بھی ہو، بہرصورت قانون شریعت کو اس پر بالادستی حاصل ہوگی۔

۱۹۴۷ء میں ملک برطانوی غلبے سے آزاد ہوا تو ملک دو حصوں میں منقسم ہوگیا، ہندوستان کا مغربی اور مشرقی حصہ الگ ہوکر ایک نئی مملکت بنا، ہندوستان میں رہنے والوں میں ہر مذہب کے ماننے والے موجود تھے، ہندوؤں کی بڑی اکثریت تھی اور دوسری بڑی اکثریت مسلمانوں کی تھی ان کے علاوہ عیسائی، سکھ، بودھ، جین اور دیگر مذاہب کے ماننے والوں کی بڑی تعداد رہی، اب نہ مسلمانوں کی حکومت باقی رہی، نہ برطانوی استعمار، ملک کو منظم ومتحد رکھنے اور تمام فرقوں کو یکساں حقوق حاصل ہوں اس بنیاد پر حکومت کی تشکیل ہوئی، نئے ملک کیلئے دستور سازی کا مرحلہ پیش آیا، تو اسکو ایک جمہوری اور عوامی ملک قرار دیا گیا، جسکی تشکیل برطانوی طرز حکومت پر ہوئی۔ عوام کے منتخب نمائندوں پر مشتمل ایوان قانون ساز ادارہ قرار پایا، آئین اور

دستور بنائے گئے۔ ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کی سربراہی میں بنیادی اور رہنما اصولوں پر مشتمل دستور بنا، جس میں دفعات کے تحت حقوق، عدل وانصاف اور ملک کیلئے قوانین کی تصریحات موجود ہیں، ان میں سیکولرزم کو بنیادی حیثیت دی گئی، یعنی غیر مذہبی حکومت، دستور ساز کمیٹی نے بنیادی اصولوں میں ملک کے تمام شہریوں کو اپنے مذہب، تہذیب اور عائلی قوانین پر عمل کی آزادی رکھی، چنانچہ دفعہ ۲۹ میں وضاحت ہے کہ تمام شہریوں کو اپنے رسم و رواج اور شریعت کے مطابق عمل کرنے کی آزادی حاصل ہوگی۔ اسی کے ساتھ دستور میں کچھ رہنما اصول بھی طے کئے گئے تھے جن میں ایک دفعہ (۴۴) تھی جس کے مطابق حکومت کو ہدایت یا اجازت دی گئی کہ وہ پورے ملک میں ''یکساں سول کوڈ'' کے نفاذ کی کوشش کرے، اس رہنما اصول میں مسلمانوں کے عائلی قوانین (مسلم پرسنل لا) میں مداخلت کی گنجائش موجود تھی، اسلئے مسلم ممبران اور قائدین نے اس پر سخت اعتراضات کئے اور اس میں ترمیمات پیش کیں، مگر ڈاکٹر امبیڈکر نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ کیا کوئی حکومت یہ پسند کرے گی کہ ملک کی ایک بڑی آبادی مسلمان اسکے خلاف ہوجائے، اور کوئی پاگل حکومت ہوگی جو ملک میں یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی کوششیں کریگی۔

اس رہنما اصول کے علاوہ بھی کچھ رہنما اصول شامل دستور کئے گئے جو ملکی مفادات میں تھے، مگر ان اصولوں پر توجہ دینے کی حکومت کی جانب سے کوئی کوشش ہی نہیں ہوئی، البتہ چند سال گذرنے کے بعد ہی حکومت کی بعض ایجنسیوں کی جانب سے یکساں سول کوڈ لاگو کئے جانے کی آوازیں اٹھنےلگیں۔ ۱۹۵۶ء میں جب ہندو پرسنل لا میں تبدیلی کی گئی تو اس وقت کے وزیر قانون مسٹر پاٹسکر نے اس بات کا اشارہ دیا کہ یہ ترمیم یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی پہلی کڑی ہے، بتدریج اسکو پورے ملک میں نافذ کیا جائے گا۔ اس سے علماء دین ودانشوران ملت چونک اٹھے، پھر جب حکومت کو محسوس ہوا کہ مسلمانان ہند قانون شریعت میں کسی بھی تبدیلی کو ہرگز قبول نہیں کریں گے تو حکمت عملی بدل دی گئی، اور اعلان کر دیا گیا کہ جب تک مسلمان خود مطالبہ نہ کریں ان کے پرسنل لا (عائلی شرعی قوانین) میں تبدیلی نہیں کی جائے گی، مگر کچھ فرقہ پرست جماعتوں اور حکومت میں شامل عناصر کی جانب سے یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی آوازیں گاہے بگاہے سنائی دیتی رہیں، پھر درپردہ کچھ ایسے افراد کے ذریعہ سے اس طرح کی باتیں کہی جانے لگیں، یا کہلائی جانے لگیں جو نام کے مسلمان تو تھے مگر ایمان وعمل اور شریعت کی ضرورت واہمیت سے بے گانے تھے، گویا حکومت کیلئے مسلم پرسنل لا میں تبدیلی کے راستے ہموار کئے جانے لگے، اس کا اظہار ۱۹۷۲ء میں ''متبنّیٰ بل'' کی صورت میں ہوا، جو تمام شہریوں (بشمول مسلمان) کیلئے قابل نفاذ ہوتا، اس وقت کے وزیر قانون نے واضح الفاظ میں کہا تھا کہ یہ مسودہ قانون یکساں سول کوڈ کی طرف پہلا مضبوط قدم ہے۔ اس بل کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کے سامنے متوقع درپیش خطرات کے بادل منڈلانے لگے، علماء دین، قائدین اور دانشوران قوم کے سامنے تحفظ شریعت کے حوالے سے سوالیہ نشانوں کی ایک لمبی لائن کھڑی ہوگئی۔

دارالعلوم دیوبند کا کردار

دارالعلوم دیوبند صرف ایک تعلیمی ادارہ ہی نہیں، بلکہ ایک علمی اور دینی تحریک کا عنوان ہے، ۱۸۶۶ء میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء علماء دین کے ذریعہ بغاوت ۱۸۵۷ء کے بعد کے پر آشوب دور میں ایک علمی اور دینی تحریک کا آغاز ہوا، جسکے مقاصد میں جہاں دینی علوم کی حفاظت واشاعت تھی، وہیں تحفظ شریعت اور اسلامی تہذیب و تمدن کی بقاء کیلئے جدوجہد کرنا بھی تھا، ہندوستان کی آزادی کے وقت برصغیر ہند کے علاوہ بیرونی دیار میں بھی ایک دینی واسلامی مرکز کی حیثیت سے معروف ومستند بن چکا تھا، ملک کی آزادی کے بعد مسلمانوں کی پسماندگی، مایوسی اور پریشانی کے حالات میں دین وشریعت کیلئے ایک منارۂ نور تھا، جہاں اس ادارے نے قرآن وسنت اور فقہ حنفی کی تدریس واشاعت کے عظیم الشان خدمات انجام دیئے وہیں مسلمانوں کے دین وشریعت اور عائلی قوانین میں ان کی رہنمائی کا فریضہ بھی ادا کیا۔ دین، اسلامی احکام اور شریعت کے دفاع میں بھی دارالعلوم اور اس کے فرزندوں نے قابل قدر کارنامے انجام دیئے، اس حوالے سے ہندوستان کے مسلمانوں کی نگاہیں

بھی دارالعلوم دیو بند کی جانب اٹھتی رہی ہیں۔

جب یکساں سول کوڈ نافذ کرنے کی آوازیں بلند ہوئیں اور اس کی ابتدا ''متبنّٰی بل'' کی شکل میں نمودار ہوئی، تو اسکے مہتمم اور جانشینِ تحریک قاسمی، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بیحد تشویش ہوئی، امیر شریعت حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی صاحبؒ نے بھی حضرت حکیم الاسلام کو اس اہم مسئلے کی جانب متوجہ کیا جسکا تعلق تحفظ شریعت سے تھا، ان حضرات کی تحریک سے اکابر دیو بند اور مجلس شوریٰ کی ایک خصوصی نشست کتب خانہ دارالعلوم دیو بند میں منعقد کی گئی، جس میں اراکین شوریٰ دارالعلوم دیو بند اور اساتذہ دارالعلوم کے علاوہ ملک کے بعض دانشوروں و قانون دانوں کو مدعو کیا گیا، قابل ذکر شخصیات میں حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ، عالیجناب محمد یونس سلیم صاحب مرکزی وزیر و سابق گورنر بہار اور معروف قانون داں پروفیسر طاہر محمود صاحب جیسے افراد شریک ہوئے، حالات کا جائزہ لینے کے بعد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فوری طور پر ایک کنونشن منعقد کرنے کی تجویز فرمائی، حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت پر دیو بند سے ایک وفد بمبئی گیا، تا کہ وہاں کے علماء اور دیندار مسلمانوں کو کنونشن منعقد کرنے کیلئے آمادہ کریں اور اسکا طریقہ کار متعین کریں، ملک بھر کے مشائخ عظام، علماء کرام، ماہر قانون داں مسلم افراد اور قائدین ملت سے رابطے کئے گئے، اور طے پایا کہ ماہ دسمبر ۱۹۷۲ء میں ایک تاریخ ساز اجلاس منعقد ہو جو تحفظ شریعت کے عنوان سے ہو، اس طرح ''مسلم پرسنل لا کنونشن'' کا انعقاد ہوا جو ہندوستان کی تاریخ میں مختلف حیثیتوں سے پہلا تاریخی اور عظیم الشان اجلاس تھا، جو ملک کے تمام مسلمانوں کی اتحاد و جمعیت کا ایک اعلیٰ نمونہ تھا، جسکی قیادت حکیم الاسلام اور حضرت امیر شریعت رحمہما اللہ فرما رہے تھے۔

مسلم پرسنل لا بورڈ کا قیام

دارالعلوم دیو بند میں اکابر امت کی نشست کے بعد حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیو بند کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے مؤرخہ ۲۷/۲۸/ دسمبر ۱۹۷۲ء بمبئی میں وہ عظیم الشان تاریخ ساز ''مسلم پرسنل لا کنونشن'' منعقد ہوا، جہاں مسلم پرسنل لا بورڈ کے قیام کی داغ بیل پڑی، یہ اجلاس ہندوستان کی تاریخ میں لاثانی اور بے مثال تھا، اسمیں شرکت کرنیوالوں کی تعداد کے لحاظ سے بھی، اور اسمیں جلوہ افروز ہونے والی مسلم تنظیموں، فرقوں، مختلف مسالک کے اعلیٰ ترین علماء و مشائخ، مسلم قائدین، سیاسی مسلم رہنماؤں اور اہل علم، دانشوروں کی شخصیتوں کے اجتماع کے لحاظ سے بھی جس میں پہلی بار مسلمانوں کے تمام مسالک اور تنظیموں کے جلیل القدر رہنما موجود تھے، اتحاد امت کا ایسا نظارہ برصغیر ہند نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، مسلمانوں کے اتحاد کا ایسا انوکھا اور نمائندہ اجتماع کہ کسی نے سچ کہا تھا کہ آج ہندوستان کے کسی گوشے میں جا کر دریافت کرو کہ مسلمانوں فلاں رہنما، قائدین اور علماء کہاں ہیں تو ایک ہی جواب ملے گا کہ وہ سب آل انڈیا مسلم پرسنل لا کنونشن میں ہیں، بمبئی کے نامور افراد نے شرعی قوانین کے عنوان پر اس عظیم کنونشن کیلئے انتھک جدو جہد کی، علماء، دانشوران اور دیندار مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ اس کی کامیابی کیلئے سرگرم رہا، خاص طور پر جناب یوسف پٹیل صاحب جو بعد میں بورڈ کے سکریٹری منتخب ہوئے۔

تحفظ شریعت اور مسلمانوں کے ملّی تشخص کی بقاء کا عنوان تھا اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب علیہ الرحمہ کی دعوت تھی، بلاتفریق مسلک و مشرب سب ہی جمع ہوئے، حنفی، شافعی بھی، اہل حدیث بھی، سنی بھی، شیعہ بھی، دیو بندی بھی، بریلوی بھی، داؤدی بوہرہ بھی اور سلیمانی بوہرہ بھی تھے، اور سبھوں کی ایک ہی آواز تھی، ہم شرعی قوانین پر عمل پیرا رہیں گے، اور اسمیں کسی طرح کی کوئی ترمیم اور مداخلت قبول نہیں ہوگی۔ یہ خالق کائنات کے بنائے قوانین ہیں اسمیں ترمیم و تبدیلی کی گنجائش نہیں، پورے اجلاس کا ایک ہی عنوان تھا ''**لاتبدیل لکلمات اللّٰہ**'' (اللہ کے فرمان میں کوئی تبدیلی نہیں)

اس اجلاس کے صدر حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خطبۂ صدارت میں سب سے پہلے حاضرین اور منتظمین کا شکریہ ادا کیا تھا، پھر بڑی تفصیل کے ساتھ واضح فرمایا کہ اسلامی شریعت کوئی انسان کا وضع کردہ نظام نہیں ہے، جس میں تبدیلی کی گنجائش ہو، یہ خدا کا قانون ہے،

قانون فطرت ہے اور فطرت تبدیل نہیں ہوسکتی، اگر کوئی زمین، آسمان، چاند، سورج اور کواکب و نجوم کو نہیں بدل سکتا، صرف اس سے فائدہ ہی اٹھا سکتا ہے تو دین کے کلیات و جزئیات، احکام وآداب، اخلاق وعقائد، معاملات ومعاشرت اور اجتماعی قوانین سے لے کر عائلی قوانین تک کی فطری حدود کو بھی نہیں بدل سکتا۔

پھر مختصر طور پر عائلی قوانین اور مسلم پرسنل لا کی تبدیلیوں اور امت کے علماء ربانی ومشائخ حقانی کے دفاع کا سرسری تذکرہ کرتے ہوئے اس وقت سرکاری کارروائیوں اور اعلانات کا ذکر کیا اور مسلمانوں کی آواز کے بارے میں فرمایا تھا:

> ''پرسنل لا کے بارے میں سرکاری طور پر گو یہ بھی اعلان ہے کہ اسمیں مسلمانوں کی مرضی کے بغیر کوئی بھی ترمیم وتبدیلی نہیں ہوگی، لیکن ساتھ ہی بالواسطہ قانون سازی کے ذریعہ تبنیت اور سرکاری ملازمین کے لیے نکاح ثانی کے حق پر پابندی نے جو پرسنل لا میں عمل ترمیم کا آغاز ہے پرسنل لا کے بارے میں مسلمانوں کی تشویش کو حق بجانب بنادیا ہے۔ اس لئے وہ متفقہ آواز اٹھانے پر مجبور ہوئے اور جس کی گونج ان شاءاللہ رائیگاں نہیں جائے گی۔''

اسی کنونشن میں ایک متحدہ پلیٹ فارم کی تشکیل پر تمام افراد متفق ہوئے اور طے پایا کہ اگلے ہی سال حیدرآباد میں ایک اجلاس عام منعقد کر کے ''آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ'' کا آغاز ہوجائے، چنانچہ ۱۹۷۳ء میں حیدرآباد میں اس سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے اجلاس منعقد ہوا اور باتفاق آراء حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ کو بورڈ کا صدر منتخب کیا گیا اور امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحبؒ کو جنرل سکریٹری، درحقیقت یہی دونوں حضرات ہی اس کے محرک اوّل تھے، اور ان کی کوششوں کے نتیجے میں مسلمانوں میں بیداری کی لہر پیدا ہوئی اور ایک عدیم النظیر اجتماعی تنظیم وجود میں آئی۔

خاندان نانوتویؒ کے روشن چراغ اور اکابر دیوبند کے علمی جانشین حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے اندر مسلمانوں کے مختلف طبقوں، مکاتب فکر اور مسلک ومشرب کے لوگوں کو ساتھ لیکر چلنے کی بے پناہ صلاحیت تھی اور عالمی دینی تعلیمی مرکز دارالعلوم دیوبند کے انتظام وانصرام کا پچاس سالہ تجربہ تھا، دارالعلوم دیوبند کے تعارف اور دعوت کے مقصد سے دنیا کے تمام براعظموں کا سفر ہو چکا تھا، پوری دنیا میں ان کے مواعظ وخطبات کا شہرہ تھا، اور ہندوستان کے تمام علاقوں مسلک وفرقے میں انھیں مقبولیت حاصل تھی، اس وقت ان جیسی جامع العلوم، حامل اخلاق فاضلہ اور معروف ومقبول شخصیت انھیں کی تھی اور متحدہ طور پر سب ہی کو اُن پر اعتماد تھا۔

قافلہ رواں دواں

''آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ'' کی باضابطہ تشکیل اور ہندوستان کے تمام مسلمانوں کے اجتماع عظیم کی ساری کارروائی حکومت ہند تک بھی پہنچی، چنانچہ حکومت نے اس ''متبنّٰی بل'' کو سرد خانے میں ڈالدیا اور بالآخر ۱۹۷۸ء میں جنتا حکومت نے اسے واپس لے لیا تھا۔

ابھی اس تنظیم کے تعارف اور اسکے اغراض ومقاصد کو عام مسلمانوں تک پہنچانے کا عمل جاری تھا کہ ۱۹۷۵ء میں وزیر اعظم اندرا گاندھی نے ملک میں ایمرجنسی نافذ کردی اور تمام بڑے سیاسی وسماجی رہنماؤں کو جیل میں ڈال دیا گیا، جمہوری نظام معطل ہوگیا اور ہر فیصلہ بزور نافذ کیا جانے لگا، خاص طور پر ''تحدید نسل'' کیلئے جبری نسبندی کا عمل شروع ہوگیا، عمل تولید کے فطری قانون پر رکاوٹیں کھڑی کردی گئیں، اور حکومت کے فیصلوں پر احتجاج کی ساری راہیں جبراً مسدود کردی گئیں، یہ قانون بھی شریعت اسلامیہ کے خلاف تھا، مسلمانوں کے عائلی قوانین پر تنسیخ کا عمل تھا۔

اسلئے حضرت حکیم الاسلامؒ کی قیادت اور حضرت امیر شریعت کے جرأتمندانہ اقدام کے تحت اس پرآشوب اور سخت کٹھن مرحلے میں دہلی میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا اجلاس منعقد ہوا اور تمام متوقع خطرات اور قید وبند کی صعوبتوں کے علی الرغم بورڈ نے حکومت کے اس فیصلے کی سخت مخالفت کی اور واضح کیا کہ مسلمانوں کیلئے قانون ضبط ولادت کیلئے

جبری نسبندی قطعی قبول نہیں ہے، یہ ایک تاریخی نشست تھی اور تاریخ ساز فیصلہ جسے آج بھی تاریخ مسلم پرسنل لا بورڈ کے نمایاں ترین خدمات اور کارنامے کے بطور محفوظ کئے ہوئے ہیں۔

پھر ۱۹۷۸ء میں الٰہ آباد ہائی کورٹ کے لکھنؤ بنچ نے مساجد ومقابر کو ایکوائر کرنے کے سلسلے میں ایک ایسا فیصلہ صادر کردیا جو نہایت سنگین نتائج کا حامل تھا، جس کے مطابق حکومت مساجد ومقابر کی ملکیت کبھی بھی سلب کرسکتی تھی، بورڈ نے اسکے خلاف پورے ملک میں تحریک چلائی، اس جدوجہد کے نتیجے میں یوپی اورراجستھان نے ایکوائر کے احکام واپس لے لئے۔

پھر ۱۹۸۰ء کو اوقاف کی جائیدادوں پر حکومت کی جانب سے ٹیکس عائد کرنے کے احکامات جاری ہوئے، مسلم پرسنل لا بورڈ نے اس کی سخت مخالفت کی اور اوقاف کی جائدادوں کو ٹیکس سے مستثنیٰ کروانے میں بورڈ کامیاب رہا۔

۱۷ر جولائی ۱۹۸۳ء کو بورڈ کے بانی ومحرک و قائد اوّل حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب علیہ الرحمہ کا انتقال ہوا۔ اگست ۸۳ء میں مدراس کے اجلاس عام میں نئے صدر کے بطور مفکر اسلام حضرت سید مولانا ابوالحسن علی ندویؒ منتخب ہوئے، ۳۱ر دسمبر ۱۹۹۹ء میں ان کی وفات کے بعد فقیہ وقت حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمی بورڈ کے تیسرے صدر بنے، انکی مدت صدارت مختصر رہی، دوسال کے بعد ہی ۴ر اپریل ۲۰۰۲ء میں ان کے وصال کے بعد بورڈ کے حیدرآباد اجلاس عام میں موجودہ صدر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی زید مجدہم کی سربراہی طے پائی جواب تک جاری ہے۔

بطل جلیل، عالم ربانی حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی صاحبؒ کی وفات ۱۹۹۱ء کے بعد حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب (امیر شریعت بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ) بحیثیت جنرل سکریٹری اس متحدہ تنظیم کی قیادت کو اپنے تجربات، دوراندیشیوں اور دیگر عہدے دارانِ بورڈ کے مشوروں سے پوری ذمہ داری سے بخوبی انجام دے رہے ہیں۔

گذشتہ پچیس سالوں سے بورڈ زیادہ فعال، متحرک، اور مؤثر ادارے کی حیثیت سے مسلمانانِ ہند کی نمائندہ تنظیم بن کر ہندوستان کے افق پر اس طرح ابھرا ہے کہ ملک کے گوشے گوشے میں اسکا تعارف ہے، اور اسکی خدمات کا دائرہ اور میدان عمل وسیع ہوا ہے، شاہ بانو کیس، بابری مسجد کا انہدام اور مختلف عدالتوں کے مسلم پرسنل لا مخالف فیصلوں کے دفاع کا معاملہ ہو یا مسلمانوں میں شرعی قوانین پر عمل کرنیکی ترغیب، دارالقضاء کا قیام اور تحریک اصلاح معاشرہ ہو ہر جہت میں بورڈ کی ہمہ گیر خدمات اور مسلسل جدوجہد مسلمانان ہند کی تاریخ کا تابناک باب ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁

اعلان ملکیت و دیگر تفصیلات

فارم (۴) قاعدہ نمبر (۸)

رسالہ کا نام:	سہ ماہی خبر نامہ
مقام اشاعت:	نئی دہلی
مدت اشاعت:	سہ ماہی
پرنٹر، پبلیشر وایڈیٹر کا نام:	سید نظام الدین
قومیت:	ہندوستانی
پتہ:	۷۶ اے/۱، مین بازار اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی

میں سید نظام الدین تصدیق کرتا ہوں کہ متذکرہ بالا امور میرے علم و یقین سے صحیح ہیں۔

دستخط

سید نظام الدین

خواص امت کا رتبہ وشیوہ

شاہ قادری سید مصطفیٰ رفاعی جیلانی ندوی
(رکن اساسی بورڈ، بنگلور)

''تم میں ایک ایسی جماعت ہونا ضرور ہے جو خیر کی طرف دعوت دیتی رہے اور نیکیوں کا حکم کرتی رہے اور برائیوں سے روکتی رہے اور یہی جماعت' کامیاب جماعت ہے۔'' (آل عمران:۱۰۴)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت شریفہ میں ایک ''خاص جماعت'' کی تشکیل کا پوری امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم) سے مطالبہ فرمایا ہے۔ اور اسکے مقام ومرتبہ (المفلحون) کو اور اس کے شغل وشیوہ (دعوت الی الخیر، امر بالمعروف، نہی عن المنکر) کو بھی بتادیا ہے۔ ''ولتکن'' سے جہاں امت محمدیہ میں اس خاص جماعت کے ''ہوتے رہنے'' کی تاکید ہے وہیں منجانب اللہ ''اذنِ عام'' بھی ہے کہ امت محمدیہ میں سے جو بھی شخص اس جماعت میں شامل ہونا چاہتا ہے وہ ان ''اشغال واعمال'' کو اختیار کرکے اس جماعت میں داخل ہوجائے۔

امت محمدیہ کی اس خاص جماعت (اس کو ''خواصِ امت'' کا لقب بھی دے سکتے ہیں) کے ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ اپنے ''حلقۂ تعارف'' میں اور اپنے ''حلقۂ اثر'' میں کام کرے۔ حلقہ تعارف میں ''شناساؤں'' کو خیر کی دعوت دے اور خیر کے کاموں کی طرف ان کو راغب کرے۔ ''یدعون'' کا یہی مفہوم ہے۔ البتہ حلقۂ اثر (اہل وعیال، تلامذہ، مریدین، ماتحت لوگوں) کو نیکیوں (حقوق اللہ وحقوق العباد) کا امر کرے، اور برائیوں سے انھیں باز رہنے کا حکم کرے۔ ''امر بالمعروف ونهي عن المنكر'' کا یہی مفہوم ہے۔ خواصِ امت کے ہر فرد کو یہ بات اچھی طرح سے سمجھ لینا اور ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ تینوں کام (دعوت، امر، نہی) صرف چلتے چلاتے، گاہے بگاہے اور ضمناً ثانوی درجہ میں انجام دینا نہیں ہے بلکہ یہ خدمات، اس جماعت کا شیوہ ہیں، اس کا ہمہ وقتی شغل ہیں اور مستقل مشن ہیں۔

ہر شخص یہ بات جانتا ہے کہ ''امر ونہی'' کیلئے (بخلاف ترغیب و دعوت اثر ورسوخ اور قوت کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے بغیر نہ کسی کو کچھ کرنے کا حکم دیا جاسکتا ہے اور نہ کسی کام سے اس کو روکا جاسکتا ہے، اس لئے اس جماعت کے ہر فرد کو با اثر، ذی وجاہت اور قوی ہونا چاہئے اور اس پوزیشن کو حاصل کرنے کے لئے جن ظاہری مادی وسائل کی اور باطنی روحانی اوصاف کی ضرورت ہے انکو پانا اور اپنانا چاہئے۔ بھلا جسکی کوئی وقعت وعظمت نہ ہو اور اس کا کوئی رتبہ ومقام نہ ہو، وہ امر ونہی کا کام کیا سرانجام دے سکتا ہے؟

اِن معروضات سے یہ بات عیاں ہوئی کہ اس خاص جماعت کے ہر فرد کو بلند کرداری، اعلیٰ ظرفی اور اونچے کیرکٹر سے متصف ہونا اور اصولوں وضابطوں کی ہمیشہ پاسداری کرنا اور ہر دم قدم اپنی حرکات وسکنات کی نگہداشت کرنا چاہئے۔ الغرض اس قرآنی خصوصی جماعت کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ وہ اعلیٰ اوصاف سے متصف ہوتی ہے اور اس کا یہ وطیرہ ہے کہ وہ ''دعوت' امر' نہی'' کو اپنا وظیفہ حیات بناتی ہے۔ انھیں خصوصیات وکاوشات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو ''کامیاب'' (المفلحون) قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو کامیاب فرمائیں، اسکے دنیا وآخرت میں کامیاب ہونے میں کیا شک ہے، لہٰذا امت محمدیہ کے ہر فرد کو (مشائخ، علماء، دانشور، عوام، چاہے وہ جس طبقہ سے ہو) اس کی خواہش اور اسکے لئے کوشش کرنا چاہئے کہ وہ بھی دارین میں کامیابی کے لئے اِس قرآنی خصوصی جماعت میں شامل ہو۔

''آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ'' نے اُن تینوں کاموں ''دعوت، امر، نہی'' کو شروع دن سے اپنے دائرۂ عمل میں رکھا ہے، چنانچہ اس بورڈ (جماعت) میں ایسی شخصیات کا اجتماع ہے (بقیہ صفحہ:۱۱۹ پر)

عورت اور معاشی تحفظات اسلام میں

مولانا محمد صدرالحسن ندوی

(جامعہ کاشف العلوم، اورنگ آباد)

مرد اور عورت دو صنف ہیں اور صنف کے اعتبار سے ایک صنف کی تکمیل دوسری صنف سے ہوتی ہے۔ ''وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو'' (بقرہ:۱۸۷)۔ دونوں صنف ایک دوسرے کے لئے فرحت وانبساط اور سکون خاطر کا ذریعہ ہیں۔ ''اللہ نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ اس کے پاس سکون حاصل کرے'' (الاعراف:۱۸۹) عورت کی صنف متاع فرومایہ نہیں کہ اس کی پیدائش ذلت وافلاس اور نار کا ذریعہ ہو۔ ''جب ان میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے، لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ اس بری خبر کے بعد کیا کسی کو منہ دکھائے، سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لئے رہے یا زندہ درگور کردے'' (نحل:۵۹) قیامت کے دن اس صنف نازک کا خالق خود اسی سے سوال کرے گا کہ بتا، کس جرم کی پاداش میں تجھے زندگی گذارنے کے حق سے محروم کر دیا گیا۔ ''اور جب زندہ درگور کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ کس جرم کی پاداش میں تجھے قتل کیا گیا''۔ (تکویر:۸،۹)

اسلام نے عورتوں کے باہمی حقوق، دینی حقوق، معاشرتی حقوق اور معاشی حقوق کا تحفظ کیا ہے اور آیات قرآنی واحادیث نبوی میں اس کی واضح الفاظ میں نشاندہی کردی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

''جو کوئی شخص اچھے کام کرے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ذرہ برابر بھی ان کا حق ضائع نہ ہوگا''۔ (سورہ نساء:۱۲۴)

جس طرح مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں اسی طرح عورتوں کے حقوق بھی مردوں پر ہیں۔ ''اور عورتوں کے لئے بھی معروف طریقہ کے مطابق وہی حقوق ہیں جو مردوں کے حقوق ان پر ہیں''۔ (بقرہ:۲۲۸)

نیک اعمال کی بنیاد پر دنیا میں پاکیزگی کی زندگی اور آخرت میں بہترین اجر کی ضمانت خداوندی جس طرح مومن مرد کے لئے ہے اسی طرح عورتوں کے لئے بھی۔ ارشاد خداوندی ہے:

''جو شخص بھی نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور آخرت میں ایسے لوگوں کو ان کے اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق بخشیں گے''۔ (نحل:۹۷)

جس طرح اللہ مردوں کے اعمال ضائع نہیں فرماتے اسی طرح عورتوں کے اعمال بھی ضائع نہیں فرماتے۔ آیات قرآنی بشارت دیتی ہے:

''جواب میں ان کے رب نے فرمایا تم میں سے کسی کا عمل ضائع نہیں کروں گا۔ خواہ مرد ہو یا عورت، تم سب ایک دوسرے کے ہم جنس ہو''۔ (آل عمران:۱۹۵)

اللہ کے نزدیک عظمت اور تقرب کے معیار کو بھی کسی ایک صنف کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس کا معیار بھی تقویٰ بنایا گیا ہے۔ یہ صفت جس صنف میں پائی جائے گی وہ اللہ کے نزدیک باعظمت ہوگی:

''اے انسانو! ہم نے تم کو ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہیں مختلف گروہوں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا تا کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو، اللہ کے نزدیک تم میں برتر وہی لوگ ہیں جو زیادہ تقویٰ شعار ہوں''۔ (الحجرات:۱۳)

اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس کی بندگی، اس کے آگے سر نیاز تسلیم کرنے اس کے حکم کے مطابق راست بازی اختیار کرنے، صبر وشکر کا دامن نہ چھوڑنے، روزہ رکھنے، صدقہ دینے، اپنی عصمت کی حفاظت کرنے اور اللہ

کا ذکر کرنے پر اللہ تعالیٰ نے مرد وعورت دونوں کو مغفرت اور اجرِ عظیم کی بشارت دی ہے، دونوں صنفوں میں کوئی فرق نہیں کیا گیا ہے:

''بے شک جو مرد اور جو عورتیں مسلم ہیں، مومن ہیں، مطیع و فرمانبردار ہیں، صابر ہیں، اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں، صدقہ دینے والے ہیں، روزہ رکھنے والے ہیں اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والے ہیں، اللہ نے ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے''۔(احزاب:۳۵)

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:''اور جو نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ وہ مومن ہو ایسے سب لوگ جنت میں داخل ہونگے جہاں ان کو بے حساب رزق دیا جائے گا''۔(المومن:۴)

قرآن پاک میں مرد وعورت دونوں کو ایک دوسرے کا رفیق وولی کہا گیا ہے اور اطاعت خداوندی اور فرمانبرداری رسولؐ کی صورت میں دونوں پر رحم کا وعدہ کیا گیا ہے۔دونوں میں کوئی تفریق نہیں کی گئی ہے۔

''ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔وہ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ان لوگوں پر اللہ ضرور رحم کرے گا، اللہ بلاشبہ غالب اور حکمت والا ہے''۔(التوبہ:۷۱)

آخرت میں نور کے تذکرہ میں جہاں مومنین کا ذکر کیا گیا ہے وہیں پر مومنات کا بھی ذکر ہے۔

''اس دن جب کہ تم مومن مردوں اور عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہوگا۔ان سے کہا جائے گا کہ آج بشارت ہے تمہارے لئے، جنتیں ہوں گی جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔یہی ہے بڑی کامیابی''۔(سورۃ الحدید:۱۲)

اسی طرح تصرفات مالی اور ملکیت کی اہلیت میں مرد اور عورت برابر ہیں۔''مردوں کے لئے اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہے اور عورتوں کے لئے بھی اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہے''۔(النساء:۷)

دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے۔

''جو کچھ مردوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ ہے اور جو کچھ عورتوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ ہے''۔(النساء:۳۲)

غرض جس طرح مرد سے اس کائنات کی رونق ہے اسی طرح تصویر کائنات کا رنگ ادھورا رہتا اگر وجودِ زن سے تصویر کائنات کی رنگ آمیزی نہ کی جائے۔

وجودِ زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سازِ دروں
شرف میں بڑھ کے ثریا سے مشتِ خاک اس کی
کہ ہر شرف ہے اسی دُرج کا دُرِ مکنوں
مکالماتِ فلاطوں نہ لکھ سکی، لیکن
اسی کے شعلہ سے ٹوٹا شرارِ افلاطوں

اس مختصر مگر ضروری تمہید کے بعد جس میں اجمالی طور پر عورتوں کے ان غیر معاشی حقوق کی طرف نشاندہی کی گئی ہے جن کا شریعت نے تحفظ کیا ہے۔اب قدرے تفصیل کے ساتھ عورتوں کے سلسلہ میں اسلام میں ان کے معاشی تحفظات کی صورتیں بیان کی جارہی ہیں۔

(۱) معاشی تحفظ بذریعہ وراثت
(۲) معاشی تحفظ بذریعہ نفقہ
(۳) معاشی تحفظ بذریعہ مہر

معاشی تحفظ بذریعہ وراثت:

قرآن کریم اور احادیث نبویہ نے اسلام کے نظام وراثت کے خدوخال کی تعیین واضح طور پر کردی ہے جو ناقابل تنسیخ اور ناقابل ترمیم ہیں۔اس لئے کہ یہ قوانین اور اصول اس کائنات کے خالق کے بنائے ہوئے ہیں جو ہر ایک کی ضرورت، ذمہ داری اور حقوق وفرائض سے واقف ہے۔

قرآن کریم نے اسلام کے نظام وراثت کے اصول کی طرف ان الفاظ میں نشاندہی کی ہے۔

''مردوں کو مقررہ حصہ ملے گا اس مال میں سے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کو بھی مقررہ حصہ ملے گا اس مال میں سے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو خواہ کم ہو یا زیادہ۔اور یہ حصہ مقرر

ہے اللہ کی طرف سے‘‘ (سورہ نساء:۷)

شریعت کی اصطلاح میں ترکہ کا اطلاق ہر قسم کے اموال پر ہوتا ہے چاہے وہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ۔ چاہے وہ اموال ظاہرہ ہوں یا باطنہ جن کو مرنے والا چھوڑ کر مرے۔

قرآن پاک کی درج بالا آیت سے اصولی طور پر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ میت کے چھوڑے ہوئے مال (ترکہ) میں حصہ پانے کا مستحق وہی شخص ہوگا جو رشتہ میں میت سے قریب ہو۔ اسی اصول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’اہل حقوق (اصحاب فرائض) کو ان کے حقوق دو، اس کے بعد جو کچھ بچ جائے وہ قریب تر مرد کا ہے‘‘۔ (بخاری شریف ۲/۱۰۰۱، مسلم شریف ۲/۳۲)

جس طرح میت کے متروکہ مال سے حصہ پانے کے لئے میت سے قربت قرابت اصل الاصول کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی طرح ایک اصول کی طرف قرآن کریم نے رہ نمائی کی ہے جو پہلے اصول کی طرح ہی نا قابل تنسیخ اور نا قابل ترمیم ہے اور وہ اصول ہے:

’’تمہاری اولاد کے بارے میں اللہ تمہیں ہدایت کرتا ہے کہ مردوں کا حصہ دو۲ عورتوں کے برابر ہے‘‘۔ (النساء:۱۱)

میراث میں ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہونا اس کے معاشی تکفل کی وجہ سے ہے۔ مرد پر بیوی اور بچے کی کفالت کا پورا بار ہوتا ہے۔ اسی طرح پورے خاندان کی ذمہ داری بھی اسی پر ہوتی ہے۔ جہاں تک عورتوں کا مسئلہ ہے تو شادی سے پہلے اس کا نفقہ باپ پر واجب ہوتا ہے اِلّا یہ کہ وہ خود ایسی جائیداد رکھتی ہو جس کی آمدنی سے اس کی کفالت ہو سکے اور جب شادی ہو جائے تو شوہر پر، اور اگر شوہر بھی نہ ہو اور بالغ اولاد ہو تو اس پر اس کا نفقہ واجب ہوگا اور جب کوئی بھی کفالت کرنے والا نہ ہو تو حکومت پر اس کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ فتح القدیر میں ہے:

’’لڑکیوں کے پاس اگر مال نہ ہو تو شادی تک ان کا نفقہ باپ پر ہے اور باپ کو یہ حق نہیں ہے کہ لڑکیوں کو اجرت پر کام میں اور خدمت پر لگائے خواہ وہ اس کی قدرت رکھتی ہوں۔ اور اگر اس کو طلاق دے دی گئی اور اس کی عدت گذر گئی تو دوبارہ اس کا نفقہ باپ پر لوٹ آئے گا‘‘۔ (فتح القدیر ۴/۴۱۰)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

’’اور لڑکیوں کا نفقہ باپ پر مطلقاً واجب ہے جب تک کہ ان کی شادی نہ ہو جائے، اگر ان کے پاس مال نہ ہو‘‘۔ (فتاویٰ عالمگیری: ۱/۵۶۲)

خلاصہ یہ کہ شریعت نے ترکہ میں اس کا حصہ مقرر کر کے اس کی دلجوئی اور قدر افزائی فرمائی اور معاشرہ میں اس کا مقام بلند کیا ہے کیونکہ شریعت کے قوانین پر مکمل عمل کرنے کی صورت میں عورت کے سامنے عام حالات میں کوئی مرحلہ ایسا نہیں آتا جس میں اسے اپنے نفقہ کا بار اٹھانا پڑتا ہو۔ کیونکہ شادی سے قبل والد یا بھائی وغیرہ پر، شادی کے بعد شوہر پر، طلاق یا شوہر کی وفات کے بعد پھر باپ یا دوسرے قریبی رشتہ داروں یا اولاد وغیرہ پر اس کا نفقہ شرعاً لازم ہے۔

عورت پر کسی بھی قسم کا مالی بار نہیں ہے۔ پھر بھی شریعت اسلامیہ نے اس کے معاشی تحفظ کا نظم کیا ہے اور مختلف حیثیتوں سے وراثت میں اس کو شریک کیا ہے۔ مثال کے طور پر:

۱۔ عورت کو بعض حالات میں کل ترکہ کا ثُلث (۱/۳) ملتا ہے اور بعض حالات میں سدس (۱/۶) ماں کی حیثیت سے

۲۔ عورت کو بعض حالات میں کل ترکہ کا ثلث (۱/۳) ملتا ہے اور بعض حالات میں سدس (۱/۶) یا اور کم، دادی کی حیثیت سے

۳۔ عورت کو بعض حالات میں کل ترکہ کا ثلث (۱/۳) ملتا ہے اور بعض حالات میں سدس (۱/۶) یا اور کم، نانی کی حیثیت سے

۴۔ بیٹی کی حیثیت سے عورت کو کل ترکہ کا نصف (۱/۲) ملتا ہے اگر میت کو بیٹا نہ ہو اور اگر دو یا اس سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو کل ترکہ کا دو ثلث (۲/۳) اگر لڑکی یا ان لڑکیوں کے ساتھ ان کا بھائی بھی ہو تو ہر لڑکی کو اپنے ہر بھائی کے حصہ کا نصف ملے گا۔

۵۔ عورت بہ حیثیت پوتی بعض صورتوں میں اپنے دادا کے ترکہ سے نصف (۱/۲) پاتی ہے اور بعض میں سدس (۱/۶) اور بعض حالات میں اپنے بھائی کے حصہ سے نصف اور اگر ایک سے زیادہ صرف پوتیاں ہوں تو سب مجموعی طور پر کل ترکہ سے دو۲ ثلث (۲/۳) حصہ پاتی ہیں۔

۶۔ بہ حیثیت بیوی عورت کو اولاد کی صورت میں ثُمن (۱/۸) اور عدم

اولاد کی صورت میں رُبع (۱/۴) ملتا ہے۔

۷۔ بہ حیثیت حقیقی بہن عورت کو کبھی نصف (۱/۲) کبھی ثلث (۱/۳) اور کبھی اپنے ایک بھائی کے حصہ کا نصف اور اگر دو یا زیادہ بہنیں ہوں تو مجموعی طور پر سب کو دو ثلث (۲/۳) ملتا ہے۔

۸۔ بہ حیثیت علاتی بہن (سوتیلی بہن) عورت کو بھی سدس (۱/۶) ملتا ہے اور کبھی حقیقی بہن کے حصوں کے بقدر ملتا ہے۔

۹۔ بہ حیثیت اخیافی بہن (ماں شریک بہن) عورت کو بعض صورتوں میں سدس (۱/۶) اور بعض حالات میں اخیافی بھائی بہنوں کا مجموعی حصہ ثلث (۱/۳) ہوتا ہے۔

میت نے جو ترکہ چھوڑا ہے اس کی تقسیم کس طرح ہوگی۔قرآن پاک کی درج ذیل آیات سے اس پر تفصیلی روشنی پڑتی ہے۔

''اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے۔تمہاری اولاد کے باب میں، لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں گو دو/۲ سے زیادہ ہوں تو ان لڑکیوں کو دو/۲ تہائی ملے گا اس مال کا جو مورث چھوڑ کر مرا ہے اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کو نصف ملے گا اور ماں باپ کے لئے یعنی دونوں میں سے ہر ایک کے لئے میت کے ترکہ میں سے چھٹا چھٹا حصہ ہے اگر میت کے کچھ اولاد ہو اور اگر میت کے کچھ اولاد نہ ہو اور اس کے ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں تو اسکی ماں کا حصہ ایک تہائی ہے۔اگر میت کے ایک سے زیادہ بھائی یا بہن ہوں تو اس کی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا اور باقی باپ کو ملے گا، وصیت نکال دینے کے بعد کہ میت اس کی وصیت کر جائے یا دَین (قرض) کے بعد تمہارے اصول وفروع جو ہیں تم پورے طور پر یہ نہیں جان سکتے کہ ان میں کا کون سا شخص تم کو نفع پہنچانے میں نزدیک تر ہے۔یہ حکم من جانب اللہ مقرر کر دیا گیا بالیقین اللہ تعالیٰ بڑے علم اور حکمت والے ہیں۔

اور تم کو آدھا ملے گا اس ترکہ کا جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں اگر ان کے کچھ اولاد نہ ہو اور اگر ان کے کچھ اولاد ہو تو تم کو ان کے ترکہ سے ایک چوتھائی ملے گا وصیت نکالنے کے بعد کہ وہ اس کی وصیت کر جائیں یا دین کے بعد۔اور ان بیویوں کو چوتھائی ملے گا اس ترکہ کا جس کو تم چھوڑ جاؤ اگر تمہارے کچھ اولاد نہ ہو اور اگر تمہارے کچھ اولاد ہو تو ان کو تمہارے ترکہ سے آٹھواں حصہ ملے گا وصیت نکالنے کے بعد کہ تم اس کی وصیت کر جاؤ یا دَین کے بعد۔اور اگر کوئی میت جس کی میراث دوسروں کو ملے گی خواہ وہ میت مرد ہو یا عورت، ایسی ہو جس کے نہ اصول ہوں نہ فروع اور اس کے ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔پھر اگر یہ لوگ اس سے زیادہ ہوں تو وہ سب تہائی میں شریک ہوں گے وصیت کے نفاذ کے بعد جس کی وصیت کر دی جائے یا دَین کے بعد، بشرطیکہ کسی کو ضرر نہ پہنچائے یہ حکم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے حلیم ہیں''۔(سورۃ النساء:۱۱-۱۲)

معاشی تحفظ بذریعۂ نفقہ

جب کوئی عورت نکاح صحیح کے ذریعہ زوجیت میں آجاتی ہے تو اسلامی قانون کی رو سے شوہر پر اس کا نفقہ واجب ہو جاتا ہے۔شریعت کی اصطلاح میں نفقہ سے مراد ہے سکونت کے لئے مکان، ستر پوشی کے لئے کپڑا اور زندگی کی بقاء کے لئے کھانا۔بہر حال شوہر کے لئے ضروری ہے کہ بیوی کے نفقہ کا نظم کرے۔قرآن میں ارشاد باری ہے:

''مالدار اپنی استطاعت کے مطابق اور مفلوک الحال اپنی استطاعت کے مطابق نفقہ دے''۔(بقرہ:۲۳۶)

کھانے میں اس بات کا لحاظ ضروری ہوگا کہ شوہر اپنی اور بیوی کی حیثیت کے مطابق کھانے کا نظم کرے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر شوہر اور بیوی دونوں مالدار ہیں تو مالدار گھرانے کے معیار کے مطابق کھانے کا نظم شوہر کے ذمہ ہوگا اور اگر دونوں متوسط درجے کے ہیں تو متوسط درجے کے کھانے کا نظم شوہر کے ذمہ واجب ہوگا اور دونوں متوسط حیثیت کے بھی مالک نہیں ہیں تو اپنی حیثیت کے مطابق کھانے کا نظم شوہر کے ذمہ واجب ہوگا۔اگر ایسی صورت ہو کہ شوہر بالکل نادار ہے اور بیوی کی حیثیت کا لحاظ رکھنا اس کے لئے ممکن نہ ہو تو اپنی حیثیت کے مطابق کھانے کا نظم کرے گا اور باقی اس کے ذمہ قرض رہے گا جب اس کو فراخی حاصل ہو تو وہ قرض جو بیوی کا اس کے ذمہ ہے ادا کرے۔

اسی طرح اگر بیوی کو خادمہ کی ضرورت ہو تو خادمہ کا نفقہ بھی شوہر

کے ذمہ ہوگا۔ اسی طرح عورت کی آرائش کے لئے جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے ان کے مصارف بھی شوہر ہی کو برداشت کرنے پڑیں گے۔ اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کا نفقہ ادا نہ کرے تو بیوی کو حق حاصل ہے کہ بذریعہ عدالت اپنا نفقہ حاصل کرے۔ عورت جب تک حبالۂ عقد میں ہے شوہر پر اس کا نفقہ واجب ہے اور طلاق بائن یا رجعی کی صورت میں زمانۂ عدت تک۔

کھانے کی طرح لباس میں دونوں کی حیثیت کا لحاظ کیا جائے گا جس میں موسم اور مقام کی رعایت ہوگی۔

اسی طرح رہائش کے لئے مکان کے معاملہ میں دونوں کی حیثیت کا لحاظ رکھا جائے گا اور اگر مکان میں عورت راضی نہ ہو تو شوہر کے کسی بھی عزیز کو قیام کی اجازت نہ ہوگی۔

اور اگر شوہر میں اتنی استطاعت ہی نہ ہو کہ وہ اپنی بیوی کا نفقہ برداشت کر سکے تو تفریق کردی جائے گی۔

یہ حقیقت پیش نظر رہنی چاہئے کہ ہر حال میں بیوی کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے چاہے بیوی صاحب جائیداد اور مالدار ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح اگر عورت کے پاس دولت ہو یا جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ ہو تو ان میں تصرف کے سارے اختیارات صرف عورت کو حاصل ہیں۔ شوہر کو شرعی لحاظ سے ان میں مداخلت کا کوئی حق نہیں ہے۔ شوہر کسی بھی حال میں بیوی کو مجبور نہیں کرسکتا کہ وہ اپنے نفقہ کا نظم اپنی جائیداد سے کرے۔

معاشی تحفظ بذریعۂ مہر

قرآن پاک میں محرمات (جن عورتوں سے نکاح حرام ہے) کی تفصیل بیان کرنے کے بعد ارشاد باری ہے

''ان کے علاوہ جو عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں یعنی یہ کہ تم ان کو اپنے مالوں کے ذریعہ حاصل کرو اس طرح سے کہ تم بیوی بناؤ نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو۔ پھر جواز دواجی زندگی کا لطف تم ان سے اٹھاؤ اس کے بدلے ان کے مہر بطور فرض کے ادا کرو۔ البتہ مہر مقرر ہوجانے کے بعد اگر آپس کی رضامندی سے تمہارے درمیان کوئی سمجھوتہ ہوجائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بے شک اللہ جاننے والے اور حکمت والے ہیں''۔ (سورۃ النساء:۲۴)

قرآن پاک کی درج بالا آیات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نکاح کے نتیجہ میں جب عورت زوجیت میں آجاتی ہے تو معاوضہ کے طور پر متعین رقم یعنی مہر کا دینا شوہر کے ذمہ واجب ہے۔ بیوی اس رقم کی مالک ہوتی ہے اور اس میں تصرف کا سارا اختیار صرف بیوی ہی کو حاصل ہوگا الّا یہ کہ بیوی اپنی رضا مندی سے اس رقم سے کچھ معاف کردے یا مکمل معاف کردے۔

قرآن پاک کی دوسری آیت میں بھی اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

''اور حلال ہیں پاکدامن عورتیں جو مسلمان ہوں اور پاکدامن عورتیں ان لوگوں میں سے بھی جو تم سے پہلے کتاب دئے گئے جبکہ تم ان کو ان کا معاوضہ دیدو اس طرح سے کہ تم بیوی بناؤ نہ تو علانیہ بدکاری کرو اور نہ خفیہ آشنائی کرو۔ اور جو شخص ایمان کے ساتھ کفر کرے گا تو اس شخص کا عمل غارت ہوجائیگا اور وہ آخرت میں بالکل زیاں کار رہوگا''۔ (المائدہ:۵)

تیسری جگہ قرآن پاک میں شوہر کو اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ وہ مہر خوشدلی سے ادا کرے۔ ارشاد ہے

''عورتوں کے مہر خوشدلی کے ساتھ ادا کردو البتہ اگر وہ خود اپنی خوشی سے مہر کا کوئی حصہ معاف کردیں تو تم شوق سے کھا سکتے ہو''۔ (نساء:۴)

درج ذیل حدیث سے بھی عورت کے اس حق پر روشنی پڑتی ہے حضرت علیؓ کی شادی کا معاملہ جب حضرت فاطمہؓ سے طے ہوگیا تو حضورؐ نے مہر کے سلسلہ میں حضرت علیؓ سے دریافت فرمایا، تفصیل اس طرح ہے۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا، کیا تمہارے پاس کوئی چیز (بہ طور مہر) ہے جس کے ذریعہ تم فاطمہ کو اپنے لئے جائز کرو۔ میں نے کہا کہ نہیں خدا کی قسم اے خدا کے رسول! آپؐ نے فرمایا وہ زرہ کیا ہوئی جو میں نے تم کو دی تھی۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں علی کی جان ہے وہ زرہ ٹوٹ چکی تھی۔ اس کی قیمت چار درہم بھی نہ تھی۔ پس میں نے کہا کہ وہ میرے پاس ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے تمہارا نکاح فاطمہ سے کردیا تو اس زرہ کو فاطمہ کے پاس بھیج دو اور اس کے ذریعہ فاطمہ کو اپنے لئے جائز کرلو''۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۳)

شوہر کے لئے یہ جائز نہیں کہ عورت پر دباؤ ڈالے تاکہ وہ مہر کا کچھ حصہ معاف کردے۔ اس نقطۂ نظر کی قرآن کریم میں سختی سے تردید کی گئی

ہے۔قرآن کریم کی صراحت ہے کہ:

''اے ایمان والو! تمہارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ بزور عورتوں کے وارث بن جاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ انھیں تنگ کر کے ان کے مہر کا کچھ حصہ لینے کی کوشش کرو جو تم انھیں دے چکے ہو''۔(نساء:۱۹)

عورتوں کو پورا مہر اس وقت ملتا ہے جب کہ نکاح کے وقت مہر متعین ہو اور عورت کے ساتھ شوہر نے مجامعت بھی کی ہو۔لیکن بہ وقت نکاح، مہر متعین ہونے کے بعد بغیر دخول کے اگر طلاق کی نوبت آ گئی تو ایسی صورت میں شوہر پر واجب ہوتا ہے کہ وہ نصف مہر بیوی کو دے۔قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے:

''اور اگر تم بیویوں کو طلاق دے دو قبل ان کے پاس جانے سے اور ان کے لئے تم مہر بھی مقرر کر چکے تھے تو جس قدر بھی مہر تم نے متعین کیا ہے اس کا نصف ہے''۔(بقرہ:۲۳۷)

اگر مہر متعین نہ ہو اور بیوی کے پاس جانے سے پہلے طلاق کی نوبت آ گئی تو ایسی صورت میں شوہر پر مُتعہ واجب ہوتا ہے۔اس کی اساس قرآن پاک کی درج ذیل آیت ہے:

''تم پر مہر کا کچھ مواخذہ نہیں ہے اگر بیویوں کو ایسی حالت میں طلاق دے دو کہ نہ ان کو تم نے ہاتھ لگایا ہے اور نہ ان کے لئے کچھ مہر مقرر کیا ہے اور صرف ان کو ایک جوڑا دے دو۔صاحب وسعت کے ذمہ اس کی حیثیت کے موافق ہے اور تنگ دست کے ذمہ اس کی حیثیت کے موافق جوڑا دینا قاعدہ کے موافق واجب ہے خوش معاملہ لوگوں پر''۔(بقرہ:۲۳۶)

تفسیر خازن میں ہے:

''اگر کسی عورت سے شادی کی اور اس کے لئے مہر متعین نہیں کیا اور دخول سے پہلے طلاق دیدی تو ایسی صورت میں شوہر پر متعہ واجب ہے''۔(تفسیر خازن ۱/۱۵۰)

امام ابن کثیرؒ متعہ کی حکمت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''اس صورت میں چونکہ عورت کی دل شکنی ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے متعہ دینے کا حکم دیا ہے تا کہ بیوی کو شوہر سے جو چیز ملنے والی تھی نہ مل سکی اس کی کچھ تلافی ہو جائے''۔

اس سلسلہ میں امام بیضاویؒ کی نکتہ سنجی ملاحظہ ہو،فرماتے ہیں:

''متعہ کے واجب کرنے کی حکمت، طلاق کی وجہ سے وحشت پیدا ہو گئی ہے اس کی تلافی ہے''۔(تفسیر بیضاوی:۱۱۴)

قرآن پاک میں صراحت موجود ہے کہ اگر شوہر بیوی کو بطور مہر مال کی بڑی مقدار ادا کر چکا ہے تو اس کو حق نہیں کہ وہ واپس لے۔

''اور اگر تم بجائے ایک بیوی کے دوسری بیوی کرنا چاہو اور تم اس کو انبار کا انبار مال دے چکے ہو تو تم اس میں سے کچھ بھی مت لو''۔(النساء:۲۰)

اسلام نے عورت اور مرد کے درمیان ان کی فطری صلاحیت و استعداد کے اعتبار سے تقسیم کار کے اصول کو اپنایا ہے۔کیوں کہ عورت اور مرد کی خلقی استعداد کا فرق ایک ایسی حقیقت ہے جو کسی دلیل کی محتاج نہیں۔

''عورت جسمانی طور پر مرد کے مقابلہ میں ۳/۱ کے بقدر کمزور ہوتی ہے اور اس کی حرکات میں بھی چستی اور توازن کی کمی ہوتی ہے۔اس کا قلب بھی جو زندگی کا مرکز ہے ۶۰رگرام کے بقدر مرد سے چھوٹا اور ہلکا ہوتا ہے اور اس کے سانس کا نظام بھی مرد سے کمزور ہوتا ہے اور حرارت بھی کم ہوتی ہے، کیونکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مرد کی ایک گھنٹہ میں ۱۱رگرام حرارت غریزی کم ہوتی ہے اور عورت کی ۶رگرام سے کچھ زائد''

یہ تھی ڈاکٹر دوفارینی کی تحقیق (دائرۃ المعارف،فرید وجدی ۸/۶۰۰-۵۹۹)

''عورت کا وجدان مرد کے وجدان سے کمزور ہوتا ہے جتنی کہ اسکی عقل مرد کی عقل سے کم ہوتی ہے۔اس کے اخلاقی پیمانے بھی مرد سے مختلف ہوتے ہیں''

یہ ہے کہ عورت کے بارے میں مشہور فلسفی برودوَن کا نظریہ۔

''عورت کی جسمانی ساخت بچوں کی جسمانی ساخت سے قریب تر ہوتی ہے اس لئے عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ وہ بچوں ہی کی طرح جلد متاثر اور منفصل ہوتی ہے۔فرحت و کلفت اور خوف و مسرت کے احساسات جلد ہی اس پر طاری ہو جاتے ہیں اور چونکہ اس میں عقلیت اور غور و فکر کی قوت کو زیادہ دخل نہیں ہوتا اس لئے جلد ہی یہ تاثرات اس سے زائل بھی ہو جاتے ہیں اور اکثر دیرپا ثابت نہیں ہوتے اس بناء پر عورت متلون و غیر مستقل مزاج ہوتی ہے''۔(دائرۃ المعارف،فرید وجدی ۸/۵۹۶)

''عورت اور مرد کے تمام فرق ان کے جنین کے اندر پائے جاتے

ہیں نہ کہ سماجی حالات میں۔ عورتوں کے اندر انفعالیت کا سبب ان کے مخصوص ہارمون ہیں۔ میل ہارمون اور فیمیل ہارمون۔ ہارمون میں یہ فرق پیدائش کے بالکل آغاز میں موجود رہتا ہے۔(ٹام میگزین نیویارک، ۲۰ / مارچ ۱۹۷۲ء)

ان تصریحات کی روشنی میں قرآن پاک کی درج ذیل آیات ہمیں دعوت غور و فکر دیتی ہیں اور اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ یہ قرآن اس خدا کا کلام ہے جو ہر صنف کے خلقی فرق اور اس کی فطری استعداد سے بخوبی واقف ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

''مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے'' (سورہ بقرہ: ۲۲۸)

دوسری آیت میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت دینے کے کیا اسباب ہیں۔ ارشاد باری ہے:

''مرد عورتوں کے سربراہ ہیں کیونکہ اللہ نے ایک دوسرے پر قدرتی طور پر فضیلت دی ہے اور اس لئے بھی کہ مرد ہی اپنا مال عورتوں پر خرچ کرتے ہیں''۔(النساء: ۳۴)

اسلام کے نزدیک معاشرتی زندگی میں مرد و عورت ایک دوسرے کے شریک کار ہیں۔ لیکن فطری استعداد کے لحاظ سے دونوں کے دائرۂ عمل جداگانہ ہیں۔ تاکہ کسی بھی صنف کی صنفی خصوصیت مجروح نہ ہو اور دونوں اپنی خداداد صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کریں۔ اقبالؔ نے سچ کہا ہے۔

''میں مرد اور عورت کی مساواتِ مطلق کا حامی نہیں ہوں۔ قدرت نے دونوں کے تفویض جدا جدا خدمتیں کیں اور ان فرائض جداگانہ کی صحیح اور باقاعدہ انجام دہی خانوادۂ انسانی کی صحت اور فلاح کے لئے لازمی ہے۔(ملت بیضا پر عمرانی نظر: ۳۸)

قرآن پاک اور حدیث میں عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے ارشاد ہے:

''اور عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اگر تم کو وہ ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تم کو ناپسند ہو اور اللہ نے اس میں تمہارے لئے بہت بڑی بھلائی رکھ دی ہو''۔(النساء: ۱۹)

مختلف احادیث میں عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے اور ان کی نیک صفات کی طرف نشاندہی کی گئی ہے:

''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو کیونکہ عورت کی پیدائش پسلی سے ہوئی ہے اور پسلی میں سب سے زیادہ کجی اس کے اوپر کے حصہ میں ہوتی ہے اگر تم اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو اس کو توڑ دو گے اور اگر تم اس کو چھوڑ دو گے تو وہ جوں کی توں رہے گی پس تم میری بات مانو اور عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرو''۔(بخاری)

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کے لئے تقویٰ کے بعد سب سے بہتر چیز نیک بیوی ہے اگر وہ اسے حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے اور اگر وہ اس کی طرف دیکھے تو وہ اس کو خوش کر دے اور اگر وہ اس پر قسم کھالے تو بیوی اس کی قسم کی لاج رکھ لے اور اگر وہ غائب ہو تو اپنی جان اور اس کے مال میں خیر خواہی کرے''۔(ابن ماجہ)

''مسلمانوں میں سب سے کامل ایمان والا وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہے اور تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنی بیوی کے لئے اچھا ہے''۔(ترمذی)

''دنیا کی کوئی چیز نیک بیوی سے بہتر نہیں ہے''۔(ابن ماجہ)

''کوئی مسلمان مرد کسی مسلمان عورت سے نفرت نہ کرے اگر اس کی کوئی خواس کو ناپسند ہوگی تو اس کی کوئی دوسری خصلت اس کی پسند کے مطابق ہوگی''۔(مسلم)

''جس شخص نے تین لڑکیوں کی پرورش و پرداخت کی اور ان کو زندگی کا سلیقہ سکھلایا اور ان کی شادی کی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا تو اس کے لئے جنت ہے''۔(ابوداؤد)

''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! لوگوں میں میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا تیری ماں، اس نے عرض کیا، پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا تمہاری ماں، اس نے پھر عرض کیا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا تمہاری ماں۔ اس نے عرض کیا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا تمہارا باپ''۔

اولاد کی تربیت قرآن کی روشنی میں

پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی
(رکن اساسی بورڈ، علی گڑھ)

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے عقل سلیم عطا کیا ہے وہ اولاد کی ضرورت اور قدر و قیمت سے واقف ہیں، مگر جن لوگوں کی عقل پر کسی وجہ سے پردہ پڑ گیا ہو اولاد کی قدر و قیمت سے ناواقف ہیں، وہ اس کی ناقدری بھی کرتے ہیں، ان کی حق تلفی بھی کرتے ہیں اور بعض معاشرہ میں ان کو قتل بھی کیا جاتا ہے۔ اسلام سے پہلے جاہلی معاشرہ میں بھی قتل اولاد کا سلسلہ مختلف اسباب کے تحت جاری تھا۔ قرآن کریم میں عام طور پر قتل اولاد کے تین محرکات کا تذکرہ ملتا ہے:

(۱) مذہبی محرکات (۲) معاشی محرکات (۳) سماجی محرکات

قتل اولاد کا غالباً سب سے زیادہ معروف اور بظاہر نیک محرک خدا یا دیوتا کے نام پر اولاد کی نذر چڑھانا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنی اولاد کو خدا کے نام پر ذبح کر رہے ہیں تو اس خواب کی تعبیر کے لئے وہ سچ مچ اپنے فرزند حضرت اسماعیلؑ کو زمین پر لٹا کر ذبح کرنے لگے، ابھی ذبح کا ارادہ ہی کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ روک دئے۔ کیونکہ خواب کا مقصد حضرت ابراہیمؑ کی آزمائش تھی، حضرت اسماعیلؑ کو سچ مچ ذبح کرنا نہ تھا، ارشاد ہے:

''وہ لڑکا جب اس کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچ گیا تو (ایک روز) ابراہیمؑ نے اس سے کہا: ''بیٹا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، اب تو بتا، تیرا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا ''ابا جان جو کچھ آپ کو حکم دیا جا رہا ہے اسے کر ڈالیے، آپ ان شاء اللہ مجھے صابروں میں سے پائیں گے'' آخر کو جب ان دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیمؑ نے بیٹے کو ماتھے کے بل گرا دیا اور ہم نے ندا دی کہ اے ابراہیمؑ تو نے خواب سچ کر دکھایا، ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں، یقیناً یہ ایک کھلی آزمائش تھی اور ہم نے ایک بڑی قربانی فدئے میں دے کر اس بچے کو چھڑا لیا۔'' (الصّٰفّٰت: ۱۰۷-۱۰۱)

حضرت محمد ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ کو بھی اللہ کے نام پر قربان کرنے کی حضرت عبدالمطلبؓ نے نذر مانی تھی، ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ میں اس نذر کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے، جب حضرت عبدالمطلب زمزم کے کنویں کو از سر نو کھود رہے تھے تو اس کام میں ان کے مددگار ان کے اکلوتے بیٹے جناب حارث تھے، اس وقت انھوں نے نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ نے اگر ان کو دس بیٹے عطا کیے تو ایک بیٹا اللہ کے نام پر وہ قربان کر دیں گے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو دس بیٹے عطا کیے، تب انھوں نے اپنے بیٹوں سے اپنی نذر کا تذکرہ کیا اور ان سے مشورہ طلب کیا۔ سبھی بیٹوں نے نذر پوری کرنے کا مشورہ دیا۔ قرعہ اندازی کی گئی تو قرعہ حضرت عبداللہؓ کے نام کا نکلا۔ حضرت عبدالمطلبؓ اپنے صاحب زادہ عبداللہؓ کو قربان گاہ کی طرف لے کر چلے تو ان کی بیٹیوں نے اپنے بھائی کو چھڑانے کی فریاد کی اور قرعہ کے لیے حضرت عبداللہؓ کے ساتھ دس اونٹ کو رکھنے کا مشورہ دیا، چنانچہ دس اونٹوں اور حضرت عبداللہؓ میں قربانی کے لیے قرعہ اندازی کی گئی تو قرعہ حضرت عبداللہؓ کے نام کا نکلا۔ بیٹیوں نے پھر دس اونٹ کے اضافہ کا مشورہ دیا، مگر قرعہ تب بھی حضرت عبداللہؓ کے نام کا نکلا، بیٹیوں کے اصرار پر حضرت عبدالمطلبؓ دس اونٹ کا اضافہ کرتے چلے گئے یہاں تک کہ سو اونٹ کے ساتھ قرعہ اندازی ہوئی تو قرعہ اونٹوں کے نام کا نکلا۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے اپنے فرزند کی جگہ سو اونٹ صفا اور مروہ کے درمیان قربان کیے۔ اسی لیے حضرت محمد ﷺ کے القاب میں ایک لقب ''ابن الذبیحین'' کا ملتا ہے، یعنی حضرت اسماعیلؑ اور حضرت عبداللہؓ کی

اولاد۔

مشرکینِ عرب اللہ کے علاوہ دوسرے معبود مثلاً لات وہبل اور منات وغیرہ کے نام پر بھی اپنی اولاد کو قربان کرتے تھے۔قرآن کریم نے قتل اولاد کی خواہ وہ بتوں کے نام پر ہو یا خدا کے نام پر کبھی حمایت نہیں کی اور نہ اسے سند جواز عطا کیا۔ بلکہ اس پر تنقید کی اور اس غیر انسانی رسم کو روکنے کی تاکید کی۔قرآن پاک نے قتل اولاد کی رسم کو مشرکوں کی حماقت و نادانی اوران کی دین ودنیا میں ناکامی وتباہی سے تعبیر کیا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''یقیناً خسارے میں پڑ گئے وہ لوگ جنھوں نے اپنی اولاد کو جہالت و نادانی کی بنا پر قتل کیا اور اللہ کے دیے ہوئے رزق کو اللہ پر افترا پردازی کرکے حرام ٹھہرالیا، یقیناً وہ بھٹک گئے اور ہرگز وہ راہ راست پانے والوں میں سے نہ تھے۔'' (الانعام:۱۴۰)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

''اوراسی طرح بہت سے مشرکوں کے لیےان کے شریکوں نے اپنی اولاد کے قتل کو خوش نما بنادیا ہے، تاکہ ان کو ہلاکت میں مبتلا کریں، اور ان پران کے دین کو مشتبہ بنادیں، اگر اللہ چاہتا تو ایسا نہ کرتے لہٰذا انھیں چھوڑ دو کہ اپنی افترا پردازیوں میں لگے رہیں۔'' (الانعام:۱۳۷)

قتل اولاد کا دوسرا محرک معاشی اور اقتصادی تھا، حجاز عرب کا علاقہ زراعت کے لحاظ سے کارآمد نہ تھا، عربوں کا گذربسر یا تو گلہ بانی پر ہوتا تھا یا تجارت پر۔ جو تاجر تھے ان کی تعداد کم تھی، معاشی پس ماندگی میں عام طور پر لوگ مبتلا تھے، اس لیے بعض لوگ مفلسی اور فقروفاقہ کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل کردیتے تھے، قرآن نے فقروفاقہ کے خوف سے اولاد کو قتل کرنے کی مذمت کی اوراس غیر انسانی عمل کو روکنے پر زور دیا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''ان سے کہو کہ آؤ میں تمہیں سناؤں تمہارے رب نے تم پر کیا پابندیاں عائد کی ہیں، یہ کہ اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے۔اور بے شرمی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ، خواہ وہ کھلی ہوں یا چھپی۔اور کسی جان کو جسے اللہ نے محترم ٹھہرایا ہے ہلاک نہ کرو مگر حق کے ساتھ۔ یہ باتیں ہیں جن کی ہدایت اس نے تمہیں کی ہیں، شاید کہ تم سمجھ بوجھ سے کام لو۔'' (الانعام:۱۵۱)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

''اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو۔ہم انھیں بھی رزق دیں گے اور تمھیں بھی۔ درحقیقت اُن کا قتل ایک بڑی خطا ہے۔'' (بنی اسرائیل:۳۱)

قتل اولاد کا تیسرا محرک سماجی تھا اوراس کا نشانہ لڑکیاں بنتی تھیں، عرب کے بعض قبائل کو شرم محسوس ہوتی تھی کہ وہ لڑکیوں کے والد کہلائیں کیونکہ لڑکیاں دوسروں کے عقد میں چلی جاتی تھیں۔جنگوں میں کنیز بنائی جاتی تھیں اور شب خون مارنے والے لڑکیوں کو اٹھالے جاتے تھے۔ان جیسے اسباب کی وجہ سے وہ لڑکیوں کو جینے کے حق سے محروم کردیتے تھے اور پیدا ہونے کے بعد زندہ درگور کردیتے تھے۔قرآن پاک نے نہ صرف اسے انسانیت سے گری ہوئی حرکت قرار دیا اور سفاکی کے عمل سے تعبیر کیا، بلکہ لڑکیوں کو باعث عار سمجھنے والے معاشرہ کی ذہنی اور نفسیاتی کیفیت کا محاسبہ کرتے ہوئے فرمایا:

''جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اُس کے چہرے پر کلونس چھا جاتی ہے اور وہ بس خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے۔لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ اس بری خبر کے بعد کیا کسی کو منہ دکھائے۔سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لیے رہے یا مٹی میں دبادے؟۔ دیکھو کیسے برے حکم ہیں جو یہ خدا کے بارے میں لگاتے ہیں۔'' (النحل:۵۹-۵۸)

اگر قتل اولاد کے مذکورہ تینوں محرکات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ صرف اسلام سے پہلے کے جاہلی معاشرہ میں ہی رائج نہ تھے بلکہ آج کے تعلیم یافتہ، ترقی یافتہ اور تعلیمی لحاظ سے روشن خیال معاشرہ میں بھی رائج ہیں۔آج بھی اولاد کو بھینٹ چڑھانے کا سلسلہ جاری ہے، آج بھی لڑکیاں

جینے کے حق سے محروم کی جا رہی ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ جاہلی معاشرہ میں قتل اولاد کے جدید سائنسی آلات موجود نہ تھے اس لیے وہ پرانے روایتی انداز کے ہتھیار مثلاً تلوار، چھری، کدال اور پھاوڑے کا استعمال کرتے تھے۔ آج جب کہ میڈیکل سائنس نے ترقی کر لی ہے تو یہ ہتھیار ناکارہ بن گئے ہیں اور نہایت نفیس قسم کے آلات ایجاد ہو گئے ہیں، اب تو دواؤں اور اسقاط کے جدید طریقوں سے بچوں کو رحم مادر ہی میں قتل کر دیا جاتا ہے۔ والدین پر نہ تو قتل کا الزام عائد ہوتا ہے اور نہ ان کو زمانہ وحشی اور غیر مہذب قرار دیتا ہے، بقول شاعر ؎

دامن پہ کوئی چھینٹ نہ خنجر پہ کوئی داغ
تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو

قرآن پاک نے قتل اولاد کی رسم کو جڑ سے مٹانے کا اعلان کیا۔ اس رسم قبیح کی مذمت کرنے کے ساتھ اولاد کی فطری ضرورت کا احساس دلایا، ان کی نفع رسانی اور ان کے ذریعہ حاصل ہونے والی برکتوں سے واقف کرایا۔ قرآن پاک نے بتایا کہ نسل انسانی کی بقا اور ارتقا کے لیے اولاد کتنی فطری اور ناگزیر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اور وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے تمہاری ہم جنس بیویاں بنائیں اور اسی نے ان بیویوں سے تمہیں بیٹے پوتے عطا کیے اور اچھی چیزیں تمہیں کھانے کو دیں۔'' (النحل:۷۲)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اولاد تمہاری فطری ضرورت ہی نہیں ہے بلکہ تمہارے لیے نعمت اور دولت بھی ہے۔ ارشاد ہوا:

''اور تمہیں مال اور اولاد سے مدد دی اور تمہاری تعداد پہلے سے بڑھا دی۔ (بنی اسرائیل:۶)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

''ڈرو اُس سے جس نے وہ کچھ تمہیں دیا ہے جو تم جانتے ہو تمہیں جانور دیے، اولادیں عطا کیں'' (الشعراء:۱۳۳-۱۳۲)

قرآن نے اس سے آگے بڑھ کر اولاد کو زینت قرار دیا یعنی جس طرح درخت اپنے پتوں اور پھل پھول سے زینت پاتے ہیں اسی طرح لوگ اپنی اولاد سے زینت پاتے ہیں۔ بے اولاد معاشرہ اور بانجھ گھرانہ اس زینت سے محروم ہوتا ہے، فرمایا: ''مال اور اولاد دنیا کی زندگی کی زینت ہیں''۔ (الکہف:۴۶) اسی لیے جلیل القدر انبیاء نے بڑھاپے میں اولاد کی دعا مانگی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرما کر بڑھاپے میں بھی اولاد عطا فرمائی، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا تذکرہ قرآن میں اس طرح ملتا ہے:

''شکر ہے اُس خدا کا جس نے مجھے اس بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحٰق جیسے بیٹے دیے، حقیقت یہ ہے کہ میرا رب ضرور دعا سنتا ہے۔'' (ابراہیم:۳۹)

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا قرآن پاک میں اس طرح وارد ہوئی ہے:

''یہ حال دیکھ کر زکریاؑ نے اپنے رب کو پکارا: پروردگار! اپنی قدرت سے مجھے نیک اولاد عطا کر۔ تو ہی دعا سننے والا ہے۔'' (آل عمران:۳۸)

مومن صالح کی صفت قرآن نے یہ بیان کی وہ نہ صرف اپنی جسمانی اور روحانی سلامتی کی دعا مانگتے ہیں بلکہ اپنی اولاد کی بھی صحت و سلامتی اور روحانی بالیدگی کی دعا مانگتے ہیں۔ ارشاد ہوا:

''اس نے کہا ''اے میرے رب، مجھے توفیق دے کہ میں تیری اُن نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائیں، اور ایسا نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہو، اور میری اولاد کو بھی نیک بنا کر مجھے سکھ دے، میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور تابع فرمان (مسلم) بندوں میں سے ہوں''۔ (الاحقاف:۱۵)

اہل ایمان اپنی اولاد سے نفرت نہیں کرتے، نہ ان کی بدخواہی کرتے ہیں اور نہ ان کے لیے بددعا کرتے ہیں بلکہ ان کی اخلاقی اور دینی پاکیزگی کی دعا کرتے ہیں اور ان کو دیکھ کر اپنی آنکھوں کو ٹھنڈی کرتے ہیں۔ فرمایا:

''جو دعائیں مانگا کرتے ہیں کہ ''اے ہمارے رب ہمیں اپنی

بیویوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے اور ہم کو پرہیزگاروں کا امام بنا''۔ (الفرقان: ۷۴)

نبی پاک ﷺ نے اپنی اولاد کے لیے بددعا کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:

''نہ تو اپنے اوپر بددعا کرو اور نہ اپنی اولاد پر بددعا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بددعا کرو اور اللہ کے نزدیک وہی قبولیت کی گھڑی ہو۔ (مسلم)

اللہ تعالیٰ نے اگر ایک طرف اولاد کو نعمت قرار دیا ہے تو دوسری طرف اسے فتنہ یعنی آزمائش بھی کہا ہے۔ ارشاد ہے:

''اور جان لو کہ بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں اور یہ کہ اللہ کے نزدیک اجر عظیم ہے۔ (الانفال: ۲۸)

اولاد کو فتنہ دو اسباب سے کہا گیا ہے۔ اول یہ کہ اولاد کی وجہ سے انسان بہت سے ایسے کام کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے جو گناہ کے ہیں اور جن کی وجہ سے وہ اللہ کے نزدیک مجرم قرار پاتا ہے، اولاد کے لیے حرام و حلال کی تمیز بھول کر وسائل جمع کرتا ہے، دوسروں کا حق مارتا ہے، چوری، رشوت خوری اور خیانت کا ارتکاب کرتا ہے نیز دوسرے بہت سے غلط طریقے اختیار کرتا ہے۔

چنانچہ مذکورہ آیت کی شان نزول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے قبیلہ بنو قریظہ نے صلح کی درخواست کی اور یہ چاہا کہ ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے جو بنو نضیر کے ساتھ کیا گیا ہے، رسول پاک نے حضرت سعدؓ بن معاذ کو ان کا ثالث اور حکم بنا دیا کہ وہ جو فیصلہ کریں گے وہی قابل عمل ہوگا۔ بنو قریظہ نے رسولِ پاکؐ سے اجازت لے کر حضرت ابولبابہؓ کو اپنے یہاں بلایا اور مشورہ طلب کیا کہ حضرت سعد بن معاذؓ کی ثالثی تسلیم کی جائے یا نہیں؟ حضرت ابولبابہؓ کے بال بچے اور جائیداد بنو قریظہ میں تھے اس لیے انھوں نے اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا یعنی حضرت سعدؓ کی ثالثی منظور کرنے کی صورت میں سب کا قتل ہوگا۔

مذکورہ واقعہ کے بعد حضرت ابولبابہؓ کو فوراً یہ احساس ہوا کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ خیانت کی ہے، وہ بہت نادم ہوئے اور واپس آ کر اپنے آپ کو ایک ستون سے باندھ لیا اور طے کر لیا کہ وہ بندھے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ ان کو معاف کر دے یا موت آ جائے۔ کئی دن تک وہ ستون سے بندھے رہے بھوک و پیاس کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے تب اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی اور رسول پاک ﷺ نے ان کی رسیاں کھولیں۔

اولاد کو فتنہ قرار دینے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ انسان اولاد کی محبت میں ان کی ضرورتوں کی تکمیل اور ان کی راحت رسانی کی فکر میں اللہ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے۔ حقوق اللہ کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے لگتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''اے ایمان والو تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے تم کو غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کرے گا تو ایسے ہی لوگ خسارے میں ہوں گے۔ (المنفقون: ۹)

اس آزمائش سے عہدہ برآ ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اپنی تربیت کے ساتھ اولاد کی تربیت کا بھی حکم دیا ہے۔

اولاد کی تربیت کرنا والدین کی بنیادی ذمہ داری ہے، اگر اس ذمہ داری سے وہ غافل رہے تو اللہ کے نزدیک باز پرس ہوگی، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **الصلاح من اللّٰہ والادب من الاباء** (الادب المفرد للبخاری) توفیق اللہ دیتا ہے اور تربیت والدین کی ذمہ داری ہے۔

اگر اولاد میں نافرمانی اور بے دینی کے اثرات ہوں تو ان کے لیے دعا کرنی چاہیے اور ان کی حکمت کے ساتھ تربیت کرنی چاہیے۔ اگر ان کی دینی تربیت کی جائے گی تو وہ نہ صرف دنیا میں والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنیں گے بلکہ مرنے کے بعد بھی وہ ان کے لیے اجر و ثواب کا ذریعہ بنیں گے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ انسان جب مر جاتا ہے تو اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں سوائے تین عمل کے۔ ایک صدقہ جاریہ، دوسرے ایسا علم جس سے دوسرے لوگ فائدہ اٹھائیں اور تیسرے صالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔ (مسلم، کتاب الوصیۃ)

ایسے والدین جو اپنی اولاد کی اچھی تعلیم و تربیت کرتے ہیں اور اس کے باوجود اولاد کے عمل میں کچھ کمی رہ جائے گی تو اللہ تعالیٰ قیامت میں ان والدین کے ساتھ ہی اولاد کو رکھیں گے اور اولاد کے عمل کی کمی کو اپنے فضل سے پورا کردیں گے۔ارشاد ہے:

''جو لوگ ایمان لائے ہیں اور ان کی اولاد بھی کسی درجۂ ایمان میں ان کے نقش قدم پر چلی ہے ان کے اس اولاد کو بھی ہم (جنت میں) ان کے ساتھ ملادیں گے اور ان کے عمل میں کوئی گھاٹا ان کو نہ دیں گے، ہر شخص اپنے کسب کے عوض رہن ہے۔'' (الطور:۲۱)

اللہ تعالیٰ نے اولاد کو اپنے والدین کے ایمان اور عمل صالح کا اتباع کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کے ساتھ والدین کے اکرام اور ان کی خدمت کو بھی شامل کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ اگر ان کی خدمت کرنے میں صالح اولاد سے بشری کمزوری کے سبب کچھ کمی رہ گئی اور وہ اللہ سے رجوع کریں گے تو ایسی اولاد کے لیے اللہ کی مغفرت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کو تکلیف نہ پہونچانے کی تاکید کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''تمہارا رب خوب جانتا ہے جو کچھ تمہارے جی میں ہے اگر تم نیک ہوگے تو وہ رجوع کرنے والوں کو مغفرت عطا کرتا ہے۔'' (بنی اسرائیل:۲۵)

اللہ تعالیٰ نے اولاد کی ہمہ جہت تربیت کا حکم دیا ہے، اس میں جسمانی نشوونما، دینی و اخلاقی تربیت، علمی اور روحانی تربیت سب کچھ شامل ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی اولاد کی عزت کرو اور ان کی عمدہ تربیت کرو۔'' (ابن ماجہ، کتاب الادب، باب برالوالد والاحسان الی البنات)

اولاد کی تربیت میں صبر، اعتدال اور حکمت کا خیال رکھنا لازم ہے۔اولاد کے ساتھ نہ تو اتنی سختی کی جائے کہ ان کی امنگیں اور صلاحیتیں کمزور ہوجائیں، حوصلے پست ہوجائیں اور نہ اتنی نرمی اور تساہلی برتی جائے کہ وہ بے راہ روی اور سرکشی میں مبتلا ہوجائیں۔

بہت سے لوگ بچوں کی جسمانی اور مادی ضرورتوں کا خیال رکھتے ہیں، مگر ان کی دینی اور روحانی تربیت سے غفلت برتتے ہیں، اسی طرح بعض لوگ بچوں کو دین دار بنانا چاہتے ہیں مگر ان کی جسمانی اور ذہنی نشوونما سے صرف نظر کرلیتے ہیں۔ یہ دونوں چیزیں اولاد کی تربیت کی ذمہ داری کو پوری نہیں کرتیں۔ والدین اپنی ذمہ داریوں سے اسی وقت عہدہ برآ ہوسکتے ہیں جب کہ وہ اولاد کی ہمہ جہت نشوونما کی فکر کریں اور مکمل شخصیت کی تشکیل پر مبنی تعلیم و تربیت سے ان کو آراستہ کریں۔

❁ ❁ ❁

بقیہ: خواص امت کا رتبہ وشیوہ

جو ان تینوں امور کو سرانجام دیتی رہی ہیں اور ان تینوں شعبوں میں ہر طرح سے محنت، جدوجہد ان کے روزآنہ کے معمولات کا حصہ ہے۔ یہ بورڈ سینتیس سالوں (1972ء) سے باقاعدگی کے ساتھ، پورے سلیقہ سے ''خیر'' کی دعوت دے رہا ہے۔ اسلامی تعلیمات کو، شرعی احکام کو، الغرض تمام دینی مسائل کو خواص وعوام، اپنوں واغیار میں بیان کررہا ہے اور انکی ضرورت واہمیت اور افادیت کو عقلی ونقلی دلائل سے واضح کررہا ہے۔

جہاں تک ''امر ونہی'' کا عمل ہے، ''بورڈ'' نے ''اصلاح معاشرہ'' ایک تحریک مستقلاً چلائی ہے۔ یہ تحریک ملک کے طول وعرض میں مختلف زبانوں میں لٹریچر کے ذریعہ اور جلسوں اجلاسوں میں خطابات و تقاریر کے ذریعہ ''معروفات'' کے امر اور ''منکرات'' پر نہی کی منظم مہم چلا رہی ہے اور اسکے ثمرات بھی ظاہر ہو رہے ہیں۔ لوگ اچھائیوں نیکیوں اور بھلائیوں کو اختیار کررہے ہیں اور رسومات و رواجات اور خرافات سے اجتناب برت رہے ہیں۔ یہ ادنیٰ رفاعی فقیر بارگاہِ ربّ العزت میں ملتجی ہے کہ اس جماعت (بورڈ) کی جمیع مساعی جمیلہ کو وہ قبولیت کا شرف بخشے اور اُن میدان ہائے کار میں ہمیشہ خدمات جلیلہ کی توفیق اسکوارزانی فرمائے۔ ''خواصِ امّت'' پر مشتمل اس جماعت (بورڈ) کا رتبہ یوماً فیوماً بلند تر فرمائے۔

❁ ❁ ❁

امت مسلمہ اور اصلاح معاشرہ

ابوالاعلی سید سبحانی

امت مسلمہ کے سلسلہ میں قرآن پاک کا ارشاد ہے کہ وہ ایک بہترین امت ہے، اور پھر اس امت کے فرض منصبی کے بیان میں فرمایا گیا کہ بہترین امت ہونے کی حیثیت سے اس پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، قرآن کی اسی آیت میں ان ذمہ داریوں کو بھی صاف الفاظ میں بیان کردیا گیا ہے، کہ وہ بھلائی کا حکم دیتے ہیں، برائیوں سے روکتے ہیں اور اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ **کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله.** تم بہترین امت ہو جو بھلائی کا حکم دیتے ہو، برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

قرآن مجید کی اس آیت پر غور کرنے سے متعدد حقائق کا علم ہوتا ہے، اگر وہ حقائق نظروں کے سامنے رہیں تو اصلاح معاشرہ اور امت مسلمہ دونوں کے درمیان تعلق اور رشتہ آسانی سے سمجھ میں آجائے گا، اس آیت سے یہ بات بھی وضاحت کے ساتھ سامنے آجائے گی کہ سماج کی تشکیل نو میں بحیثیت امت مسلمہ ہم پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

اس آیت پر غور وفکر کے نتیجہ میں درج ذیل حقائق سامنے آتے ہیں۔

۱۔ پہلی حقیقت جو سامنے آتی ہے وہ یہ کہ امت مسلمہ کو اللہ رب العزت نے بہترین امت کی حیثیت سے منتخب کیا ہے، لہذا قرآن میں ان کو خیر امت اور دوسری جگہ امت وسط کہا گیا ہے، اور پھر پورے قرآن میں اس امت کو خطاب کرکے ہدایت ورہنمائی کے طور پر ایک مکمل پروگرام دیا گیا ہے جو ان کے لیے پوری زندگی میں، زندگی کے ہر گوشہ میں، اور تاقیامت وجود میں آنے والی زندگیوں کے لیے گائیڈ لائن کی حیثیت رکھتا ہے، اس کی ہدایت ورہنمائی کسی زمانے اور کسی مقام کے حدود وقیود کے ساتھ خاص نہیں۔

۲۔ دوسری حقیقت جو سامنے آتی ہے نیز گزشتہ حقیقت کے لیے لازمی شرط کی حیثیت رکھتی ہے وہ یہ کہ اس امت مسلمہ کو معاشرہ میں ایک رہنما کردار ادا کرنا ہے، انہیں بھلائی کا حکم دینا ہے اور برائیوں سے روکنا ہے۔ وہ خواہ کسی بھی معاشرے میں ہوں یا کسی بھی سماج کا حصہ ہوں، وہ غالب ہوں یا مغلوب کی حیثیت سے سماج میں گزر بسر کر رہے ہوں انہیں بہرحال یہ فریضہ انجام دینا ہے بصورت دیگر ان کے خیر امت ہونے پر سوالیہ نشان لگ سکتا ہے۔

۳۔ تیسری حقیقت جو مذکورہ بالا دونوں حقائق کے ساتھ چولی دامن کا تعلق رکھتی ہے وہ یہ کہ انہیں ہر حال میں اپنے ایمان پر ثابت قدم رہنا ہوگا۔

موجودہ معاشرہ

ہندوستانی معاشرہ اپنی نوعیت کا منفرد معاشرہ ہے۔ جہاں ایک طرف مختلف نوع کی تہذیب وثقافت ہیں، ملک کے جس گوشہ کا رخ کریں ایک نئی زبان ہے، رہنے سہنے کے الگ الگ ڈھنگ اور طریقے ہیں، مذاہب کے اعتبار سے دیکھا جائے تو متعدد مذاہب ہیں، ان مذاہب میں بھی انواع واقسام کے گروپس یا درجہ بندیاں ہیں، اور سب سے توجہ طلب امر انگریزوں کا ہندوستان پر اپنے اثرات چھوڑ کر جانا ہے، ملک کے باسیوں کے درمیان مختلف قسم کی دشمنیوں کا بیج ڈالنا جس کے نتیجہ میں آج تک ہندوستانی سماج تفریق، انتشار اور فرقہ واریت کا شکار ہے، اس طرح ہندوستانی سماج یا معاشرہ اپنی نوعیت کا ایک منفرد معاشرہ بن جاتا ہے۔ یہ تو ایک مجموعی صورتحال ہے لیکن جب امت مسلمہ پر نظر دوڑائی جاتی ہے یا دوسرے الفاظ میں موجودہ مسلم معاشرہ کو دیکھا جاتا ہے تو عجیب وغریب سی

تصویر نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے۔ خواہ وہ سماجی حالت ہو، یا تعلیمی حالت، معاشی حالت ہو، یا دیگر امور ہوں ایک عجیب وغریب سی صورتحال ہے، کہا جاتا ہے کہ مختلف میدانوں میں مسلمان دلتوں سے بھی پیچھے رہ گئے ہیں، اس میں کہاں تک سچائی ہے نہیں معلوم! لیکن اتنا تو ضرور ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ حالت خودلسان حال سے وہ پیغام دے رہی ہے جس کو ماننا تو دور کی بات سننے کے لیے بھی دل آمادہ نہیں ہوتا۔ اس صورتحال کی جو کچھ بھی وجوہات ہوں، حکومت کی جس قدر بے اعتنائی کا شکوہ کرنا ہو کرلیا جائے، لیکن ایک حقیقت جس کا انکار اتنا آسان نہیں ہے وہ اپنی لاپرواہی، غفلت اور بے توجہی ہے۔ موجودہ معاشرے پر نظر ڈالنے سے تین باتیں سامنے آتی ہیں:

پہلی بات یہ کہ موجودہ معاشرہ کا ایک حصہ تو ان افراد پر مشتمل ہے جو مذہب کے باب میں ہم سے مختلف ہیں، اور اس کا اختلاف کبھی کبھی فرقہ وارانہ فساد تک پہنچ جاتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ معاشرہ کا ایک بڑا حصہ ان افراد پر مشتمل ہے جو کم از کم مذہب کی بنیاد پر ہم سے متفق ہیں لیکن ان میں سے ایک بہت بڑا طبقہ مختلف بدعات وخرافات اور ناواقفیت کا شکار ہے، اور مختلف بنیادوں پر آپس میں دست وگریباں ہے، ان کے باہمی اختلافات ونزاع کا ممکنہ حد تک خاتمہ، اور پھر مجموعی طور پر امت کے کردار کی بحالی کی جدوجہد ایک بڑا چیلنج ہے کیونکہ جب تک امت کی یہ مجموعی صورتحال درست نہیں ہوتی دوسرے محاذوں پر کام میں کافی دشواریوں کے امکانات ہیں۔

تیسری بات مغربی تہذیب کی چوطرفہ یلغار ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مغربی تہذیب موجودہ معاشرے کے لیے ایک بڑا چیلنج بن چکی ہے، اس تہذیب نے جہاں پورے عالمی نظام کو اپنا شکار بنا ڈالا ہے، وہیں اس کی چند باتیں معاشرہ کی سطح پر بھی اہمیت رکھتی ہیں، اس نے ذہنی وفکری طور پر ایک بڑے طبقہ پر اپنے اثرات ڈالے ہیں، اسلام کے خلاف عالمی تحریک کے نتیجہ میں عام ذہنوں کو طرح طرح کی غلط فہمیوں کا شکار بنا ڈالا ہے، خاندانی نظام جو کسی بھی معاشرہ میں غیر معمولی اہمیت کا حامل ہوتا ہے، اس نظام کو بھی تہ وبالا کر ڈالا ہے، اس کے اثرات خواتین پر، نوجوانوں پر، طلبہ پر غرض کہ پورے سماج پر غیر معمولی طور پر پڑے ہیں۔

ہندوستانی معاشرہ میں اصلاح معاشرہ کے کام کی پلاننگ کرتے وقت مذکورہ بالا امور کا خیال رکھا جائے گا، اور جو بھی پیش رفت کی جائے گی اس میں ان باتوں کا خیال کرنا بھی ضروری ہوگا۔ اسی کے ساتھ ساتھ اس بات کو بھی دھیان میں رکھا جائے گا کہ ملک کے مختلف گوشے تہذیبی بنیادوں پر ایک دوسرے سے کافی مختلف ہیں۔

امت مسلمہ کی ذمہ داریاں

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ اپنے اندر کافی وسعت رکھتا ہے، امت پر عائد یہ فریضہ ایک مستقل عمل یا ایک مستقل ڈیوٹی ہے جس کی انجام دہی ضروری ہے، گھر میں رہنا ہے تو بھائی بہنوں اور بیوی بچوں کے درمیان اس فریضہ کو انجام دینا ہے، گھر کے باہر جس معاشرے اور جس سماج میں رہنا ہے وہاں یہ کام انجام دینا ہے۔ بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا یا دوسرے الفاظ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا کوئی جز وقتی کام نہیں ہے، بلکہ یہ ایک مسلم فرد سے لے کر ایک مسلم معاشرے تک کے لیے بنیادی حیثیت کا فریضہ ہے، جو مستقل توجہ کا طالب ہے، اس کے سلسلہ میں ایک دو دن یا ایک ماہ دو ماہ کی توجہ کافی نہیں ہے بلکہ یہ مستقل توجہ اور مسلسل جدوجہد کا طالب ہے۔ ایک مسلم فرد سے خواہ وہ کوئی بھی ہو یہ باور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ کہیں اور کبھی بھی اپنے سامنے برائیاں ہوتے دیکھے اور اس کی جانب سے کسی ردعمل کا اظہار نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ برائی کو برائی سمجھ کر اس پر خاموشی اختیار کرنے کو ایمان کا ضعیف ترین درجہ قرار دیا گیا ہے، اس سے اونچا درجہ یہ ہے کہ اس برائی کو زبان سے برا کہا جائے، اور پھر سب سے افضل درجہ جو بیان کیا گیا ہے وہ اس برائی کو اپنے زور بازو سے روک دینا ہے، اب ظاہر ہے کہ ایک برائی کو روکنا اگر کسی کے بس میں ہے مگر وہ دیکھ رہا ہے کہ اس کی نگاہوں کے سامنے سب کچھ ہو رہا ہے، اور وہ اس پر خاموشی اختیار کئے ہوئے ہے تو یہ قابل مواخذہ امر ہے۔ اس سلسلہ کی ایک اہم ہدایت اللہ کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اس ارشاد میں ملتی ہے جس

میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی برائی کو دیکھو تو اسے بدلنے کی کوشش کرو، اب یہ کوشش ہاتھ سے ہوگی اور ہاتھ سے روکنے پر قدرت نہ رہے تو زبان سے ہوگی اور اگر زبان سے بھی اس کو برا نہ کہہ سکتے ہوں تو پھر اس کو دل سے برا سمجھا جائے، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ **اذا رأى أحد منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه وان لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف درجة الايمان۔** تم میں سے کوئی شخص جب کوئی برائی دیکھے تو اسے ہاتھ سے روکے اور اگر نہ روک سکے تو پھر زبان سے روکے اور اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو پھر دل سے اس کو برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

موجودہ معاشرے میں کرنے کے کام مختلف قسم کی جدوجہد کے طالب ہیں۔ اس میں سب سے پہلی چیز فرد کی ذاتی اصلاح اور تزکیہ نفس ہے۔ دوسری اہم چیز اس کو اجتماعی شکل دینا ہے، کہ اینٹ خواہ کتنا ہی مضبوط ہو اس کی مضبوطی اسی وقت نظر آتی ہے جب وہ ایک مضبوط دیوار کا حصہ بن جاتا ہے۔ اور پھر یہ اجتماعی شکل بھی بڑی اجتماعی شکلوں سے ربط اور تعلق کا تقاضا کرتی ہے کہ حلقہ جتنا بڑا ہوگا اتنا ہی زیادہ دوسروں کے تجربات اور افکار وخیالات سے استفادہ کا موقع ملے گا۔

امت کے درمیان اصلاح حال کی کوششوں میں ترجیحات کا تعین بھی کافی اہمیت رکھتا ہے، ترجیحات کا تعین نہ ہونے کے سبب امت کے اندر کافی مسائل سر اٹھاتے رہے ہیں، وہ باتیں جن کی بظاہر کوئی اہمیت نہیں تھی، وہ امت کے درمیان اس قدر اہمیت کی حامل تسلیم کر لی گئیں جو کسی طرح قابل قبول نہیں تھا، اسی سلسلہ میں مشہور اسکالر ڈاکٹر فضل الرحمٰن فریدی لکھتے ہیں:

سب سے بنیادی مرض ہماری دینی ترجیحات کا خلط ملط ہوجانا ہے اور دینی تصور کا بگاڑ ہے۔ ملت میں یہ تصور پھیل گیا ہے کہ دین داری اور تقوی کے معنی صرف عبادات میں غیر معمولی شغف ہے، ایک ظاہری ہیئت اور طہارت اور پاکیزگی کا ایک خاص نظام ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر فرائض، نوافل اور مستحبات کو الٹ پلٹ دیا گیا۔ فرائض سے زیادہ نوافل کو اہمیت دی جاتی ہے۔ چاہے اس کے نتیجہ میں دوسرے فرائض نظر انداز ہوجائیں۔ نفلی حج کے لیے شوق پیدا کیا جاتا ہے چاہے اس کے نتیجہ میں صلہ رحمی کا حق ادا نہ ہو پائے اور غرباء ومساکین امت دانے دانے کو محتاج رہ جائیں۔۔۔۔ (اصلاح معاشرہ: مفہوم اور تقاضے)

وقتا فوقتا سماج کے اندر اٹھنے والے آمین بالجہر اور اس جیسے دوسرے معاملات اسی کا نتیجہ ہیں، ترجیحات کے درمیان عدم توازن نے خود ہماری دینی ترجیحات پر بھی کافی اثر ڈالا ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کام تو پورے ہوگئے جو اتنے اہم اور ضروری نہیں تھے لیکن وہ کام تکمیل یا توجہ سے محروم رہ گئے جو ان کے مقابلے میں اہم اور ضروری تھے، اور اس کا سب سے بڑا نقصان جو سامنے آیا وہ دوسروں کی بدگمانیوں اور غلط فہمیوں میں اضافہ ہے، صحیح بات تو یہ ہے کہ ہم نے اپنے عمل کے ذریعہ برادران وطن کے سامنے اسلام کا کچھ ایسا ہی تعارف کرایا ہے۔

امت کی جہاں یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ امت کے درمیان اصلاح احوال کی کوشش کرے، وہیں اس کی یہ ذمہ داری بھی ہوگی کہ وہ ان برادران وطن کی طرف توجہ کرے جو دین ومذہب کے سلسلہ میں اس سے مختلف ہیں۔

اصلاح معاشرہ کا عمل صرف مسلم حلقوں تک ہی محدود نہیں ہونا چاہئے بلکہ دائرہ وسیع سے وسیع تر ہونا چاہئے، مسلم حلقوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلم حلقوں کی طرف بھی توجہ دینی چاہئے، اس سے جہاں دوسرے مختلف فائدے حاصل ہوں گے، اسلام کا تعارف ہوگا، اسلام کی دعوت عام ہوگی، مختلف سماجی، اقتصادی، سیاسی قسم کے مسائل کے سلسلہ میں باہم تعاون کی فضا ہموار ہوگی، وہیں سب سے بڑا فائدہ یہ حاصل ہوگا کہ ہر ایک کو ایک دوسرے کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملے گا، اور نہ جانے کتنی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوگا جن کے سبب روز بروز ایک ہی سماج کے دو حصہ آپس میں دست وگریباں رہتے ہیں، دوریاں اور کشیدگیاں بڑھتی چلی جارہی ہیں، اور مغرب جو سب کا دشمن ہے وہ اپنے مفادات کے حصول میں مصروف ہے۔

❁ ❁ ❁

ہندوستان کا موجودہ قانون وقف

جائزہ اور تجویز

محمد عبدالرحیم قریشی
(اسسٹنٹ جنرل سکریٹری بورڈ، حیدرآباد)

ہندوستان میں اوقاف اور اوقافی اداروں کی تاریخ، اس ملک میں اسلام کے آغاز اور مسلمانوں کی آمد کے ساتھ ہی شروع ہوتی ہے بہت سے ایسے امور جنہیں آجکل فلاحی ریاست (Welfare State) کے نظریہ کے تحت ریاست یا سرکار کی ذمہ داریوں میں شمار کیا جاتا ہے، معاشرہ کی ذمہ داریوں میں گردانا جاتا تھا اور صاحب وسائل مسلمان ان سمتوں میں بھرپور توجہ دیتے تھے اور ان کی دیرپائی یا ان کو دوامی نوعیت دینے کے لئے وقف قائم کرتے تھے۔ تعلیمی ادارے اسی طرح قائم ہوتے اور آنے والی نسل کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کا فریضہ انجام دیتے تھے، یتیموں اور بے سہارا بچوں کے لئے یتیم خانے اور معذور لوگوں کے لئے آرام گھر یا بیت المعذورین قائم کئے جاتے اور ان فلاحی اداروں کی مالی ضرورتوں کی پابجائی کیلئے اوقاف قائم کئے جاتے تھے۔ ان میں خاصی تعداد کی نوعیت وقف علی الاولاد کی تھی، کیونکہ ان فلاحی اداروں کے بانیوں کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ وقف سے ہونے والی آمدنی سے ان کی نسل کے ضرورتمندوں کی کفالت کا انتظام ہو، ان اداروں سے بانی کے خاندان کا نام وابستہ رہے اور ان کی تولیت اور انتظام ان کی نسل ہی کے کسی فرد کے پاس رہے۔ ان فلاحی اداروں سے کہیں زیادہ توجہ مساجد کی تعمیر پر رہا کرتی تھی تا کہ آخرت میں وہ اجر ملے جس کی بشارت رسول اکرم ﷺ نے مسجد بنانے اور مسجد کو آباد کرنے والے کے لئے دی ہے۔ مساجد کی تعمیر کے علاوہ ان کے لئے جائیدادوں کے وقف کرنے اور ان کی آمدنیوں کو ان مساجد کے لئے مختص کرنے کا رجحان بھی عام تھا۔ ان کے علاوہ دینی خدمات انجام دینے والوں، جیسے امام، خطیب و قاضی وغیرہ کے لئے بادشاہوں، منصب داروں کی طرف سے وقف قائم کئے جاتے تھے، جنھیں انعام بھی کہا جاتا تھا۔

انگریزوں نے ملک میں قدم جمانے کے بعد، پہلے بنگال میں اور بعد میں سارے ملک میں اوقاف اور اوقافی اداروں کو شدید نقصان پہنچایا۔ کئی مساجد کو ضبط کر کے ان کا نیلام کیا گیا۔ دہلی کی شاہجہانی جامع مسجد بھی نیلام کی گئی۔ غیرت مند دولت مند مسلمانوں نے ان نیلاموں میں سب سے بڑی بولی لگا کر ان مسجدوں کو حاصل کر کے نمازوں کے لئے مسلمانوں کے حوالے کیا۔ انگریزوں کے پاس وقف کے مماثل کوئی تصور نہیں تھا۔ ان کے پاس گرجاؤں کی عمارت بھی فروخت کی جاسکتی تھی۔ کسی نیک اور خیراتی مقصد کے لئے کسی جائیداد کو ہمیشہ کیلئے ناقابل انتقال قرار دے کر اس کی آمدنی کو اس مقصد کے لئے مختص کرنے کا کوئی تصور نہیں تھا۔ ٹرسٹ بنانے اور قائم کرنے کا رواج تھا مگر اس کی ہمیشگی یا دوامیت کا کوئی تصور نہیں تھا۔ ٹرسٹ ختم و تحلیل کیا جاسکتا تھا۔ اس تصور کے تحت اور مسلمانوں کے عزم اور ان کی قوت مزاحمت کو توڑنے کے لئے انگریزوں نے مسلمانوں کے اوقاف کو نشانہ بنایا اور وقف علی الاولاد کو وقف شمار کرنے ہی سے انکار کر دیا۔ انگریزوں کے ان ظالمانہ اقدامات کے نتیجہ میں کئی اوقاف کے اتلاف کے ساتھ کئی فلاحی اداروں کا وجود بھی مٹ گیا۔ انگریزوں کے اس مخالف وقف رویہ کا جس طرح مطالعہ (Study) کیا جانا چاہئے اور جس تحقیق و کاوش سے اس کا ریکارڈ آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ کیا جانا چاہئے تھا وہ اب تک نہیں کیا گیا۔

انگریزوں نے مسلمانوں میں بڑھتی ہوئی ناراضگی کو دیکھتے ہوئے کئی ضبط شدہ اوقاف واپس کئے اور وقف کے تعلق سے 1810 اور پھر 1863 اور اس کے بعد میں قوانین مدون کئے۔ ہندوستان میں آزادی کے بعد وقف کے بارے میں پہلا قانون 1954ء میں مدون ہوا جو وقف ایکٹ 1954 کہلاتا ہے۔ اس قانون کا مقصد اوقاف کی کارکردگی کی بہتری اور ان کی نگہداشت قرار دیا گیا۔ اس قانون کے تحت ملک کی کئی ریاستوں میں وقف بورڈس قائم ہوئے جن کو اوقاف کی نگہداشت اور ان کے نظم و نسق کو بہتر بنانے کی ذمہ داری دی گئی۔ چند ہی برسوں کے بعد یہ محسوس کیا جانے لگا کہ اکثر ریاستی وقف بورڈس ان ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں ناکام رہے اور یہ

بات بھی سامنے آئی کہ ان ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے سلسلہ میں وقف ایکٹ کوئی مدد نہیں کرتا۔ ایسی مسلسل شکایتوں اور اوقاف کے اتلاف اور اوقافی جائیدادوں کی بربادی کی شکایتوں کا جائزہ لینے اور قانون وقف میں تبدیلی کی سفارشات پیش کرنے کے لئے 1970ء میں حکومت ہند نے وقف انکوائری کمیٹی قائم کی جس نے 1973ء میں ایک عبوری (Interim) رپورٹ اور 1976ء میں قطعی (Final) رپورٹ پیش کی۔ وقف انکوائری کمیٹی کی سفارشات میں زور اس پر تھا کہ اوقاف کے نظم ونسق کے معاملہ میں ریاستی حکومت کے اختیارات میں اضافہ کیا جائے اور مرکزی حکومت کو اوقاف کی خیراتی اور فلاحی (Welfare) سرگرمیوں کی نگرانی اور ان کو منضبط کرنے کا اختیار دیا جائے۔ اس انکوائری کمیٹی کی ایک اہم سفارش یہ بھی تھی کہ وقف بورڈ کی انتظامی سربراہی وقف کمشنر کے ذمہ کی جائے جس کو وسیع تر اختیارات دیئے جائیں۔ وقف بورڈ عاملانہ اختیارات کا حامل نہ ہو بلکہ اس کی نوعیت ایک مشاورتی کمیٹی کی ہو اور بورڈ کی تجاویز وسفارشات کو روبہ عمل لانا وقف کمشنر کے لئے لازمی نہ ہو بلکہ اس کے صوابدید پر ہو۔ وقف انکوائری کمیٹی کی سفارشات کو پیش نظر رکھتے ہوئے 1984ء میں ایک وقف ایکٹ حکومت ہند نے مدون کیا، جس کے ذریعہ مرکزی وریاستی حکومت کو اوقاف اور اوقافی اداروں کے انتظامی معاملات میں مداخلت کے مواقع فراہم کئے گئے اور وقف بورڈ کے تمام عاملانہ اختیارات وقف کمشنر کو دیئے گئے۔ اس ایکٹ کے خلاف مسلمانوں نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا۔ مسلمانوں کے احتجاجی جذبات کو دیکھتے ہوئے حکومت ہند نے اس قانون کو نافذ نہیں کیا صرف ایک دفعہ کو نافذ العمل قرار دیا گیا جس کی رو سے تخلیہ کنندگان کی جائیدادوں (Evacuee Properties) کی ضبطی کے خلاف مقدمہ دائر کرنے کی میعاد (12) سال سے بڑھ کر (30) سال کردی گئی۔

سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس کے بعض فیصلوں کے نتیجہ میں اوقاف کی برقراری اور تحفظ کے سلسلہ میں دشواریاں پیدا ہوئیں۔ وقف انکوائری کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں ان فیصلوں کی نشاندہی کی اور حکومت سے سفارش کی کہ ان فیصلوں کے اثرات کو زائل کرنے کی کوشش مناسب قانون سازی کے ذریعہ کی جائے۔ مگر حکومت ہند نے 1984ء کے قانون کی تدوین کے وقت اس سفارش کو نظر انداز کردیا۔

1983ء میں حکومت ہند نے راجیہ سبھا میں وقف کا ایک نیا مسودہ قانون پیش کیا جس میں وقف کمشنر کے عہدہ کے بجائے وقف بورڈ کے انتظامی سربراہ کو چیف ایگزیکیٹیو آفیسر قرار دیا گیا اور اس کو وقف بورڈ کے تابع کرتے ہوئے وقف بورڈ کے فیصلوں کو عملی جامہ پہنانے کا ذمہ دار قرار دیا گیا۔ مگر مرکزی اور ریاستی حکومتوں کو اوقاف میں مداخلت کے وسیع اختیارات دیئے جانے کی شکایات کو نظر انداز کردیا گیا۔ 1983ء کے اس مسودہ قانون کے خلاف آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور دیگر مسلم تنظیموں نے حکومت ہند سے نمائندگی اور کئی تجاویز پیش کیں۔ حکومت ہند نے ان میں سے چند تجاویز کو قبول کرتے ہوئے ترمیم کیا ہوا مسودہ قانون 1995ء میں پارلیمنٹ میں پیش کیا اور منظور کروایا۔ یہی وقف ایکٹ 1995ء اس وقت ملک میں نافذ العمل ہے۔

وقف ایکٹ 1995ء کی مختلف دفعات کے خلاف نمائندگیوں اور وقف بورڈس کی کارکردگی میں کسی بہتری کو محسوس نہ کرنے اور اوقاف کے اتلاف کی شکایتوں کے بعد پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں لوک سبھا اور راجیہ سبھا کی ایک مشترکہ کمیٹی راجیہ سبھا میں منظورہ ایک تحریک کی اساس پر قائم کی گئی۔ ابتداء میں اس کمیٹی کے صدر کے۔ رحمٰن خان صاحب نائب صدرنشین راجیہ سبھا تھے ان کے اس پہلے دور صدارت میں اس پارلیمانی مشترکہ کمیٹی نے مسلم تنظیموں اور معززین کو ایک سوال نامہ روانہ کرکے ان کا ردِعمل معلوم کرنے کی کوشش کی۔ بعد میں لال جان پاشا صاحب رکن راجیہ سبھا اس کمیٹی کے صدر بنائے گئے، انھوں نے 1995ء کے قانون وقف کے بارے میں ہی تجاویز طلب کیں اور مختلف ریاستی وقف بورڈس کی کارکردگی کا جائزہ لیا۔ جس کے بعد اس کمیٹی نے ایک مسودہ قانون (Bill) مرتب کرکے حکومت کے حوالے کیا۔ لال جان پاشا صاحب کی راجیہ سبھا کی میعاد ختم ہوجانے کے بعد جناب کے رحمٰن خان صاحب کو دوبارہ صدر بنایا گیا اور وہ اس عہدہ پر فائز ہیں۔

حکومت نے اور مرکزی وزیر اقلیتی امور جناب سلمان خورشید صاحب نے صراحتاً یہ اعلان کردیا ہے کہ عنقریب حکومت 1995ء کے قانون کی بجائے نیا قانون پارلیمنٹ سے منظور کروائے گی۔ اس بات کا پتہ نہیں ہے کہ مشترکہ پارلیمانی کمیٹی نے جو مسودہ (Bill) مرتب کیا تھا اسی کو منظوری کے لئے پیش کیا جائے گا یا کوئی اور بل ہوگا۔ چند ذرائع سے یہ معلوم ہوا ہے کہ مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کے مسودہ قانون میں ترمیمات کی جو تجاویز آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے دی تھی ان میں چند کو شامل کرلیا گیا ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نافذ العمل وقف ایکٹ 1995ء اور مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کی مرتبہ ترمیمات کا ایک ساتھ جائزہ لیا جائے۔

1995ء کے قانون کی دفعہ (3) میں جو تعریفات (Definitions) دی گئی ان میں سے بعض ناقص ہیں اور اس نقص کی وجہ سے بھی اوقاف کا اتلاف ہوا ہے۔

ذیلی دفعہ 3(g) میں 'متولی' کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ وقف انکوائری کمیٹی نے جو 1970ء میں قائم کی گئی تھی یہ سفارش کی تھی کہ کسی وقف کا انتظام کرنے والی کمیٹی یا کارپوریشن کے ساتھ 'ٹرسٹ یا سوسائٹی' کو بھی متولی کی تعریف میں داخل کیا جائے۔ یہ تجویز آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے بھی پیش کی تھی۔ اس تجویز کو مشترکہ پارلیمانی کمیٹی نے بالکل نظرانداز کردیا۔ یہ اضافہ ایک مسلمان کی جانب سے مقدس، مذہبی یا خیراتی مقاصد کے لئے قائم کردہ ٹرسٹ یا سوسائٹی کو وقف قرار دینے کے لئے ضروری ہے۔ نظامس چیاریٹیبل ٹرسٹ کے معاملہ میں نواب زین یار جنگ بنام ڈائرکٹر آف انڈوکیس (AIR 1963 SC 985) میں سپریم کورٹ نے یہ تسلیم کرنے کے باوجود مسلمان کو کسی جائیداد کی آمدنی ایسے استفادہ کنندگان (Beneficiaries) کے لئے دائمی طور پر مختص کرنے سے منع نہیں کرتا جس میں غیر مسلم بھی شامل ہوں یہ فیصلہ دیا کہ نظامس چیاریٹیبل ٹرسٹ وقف نہیں ہے کیونکہ اس سے استفادہ کنندگان میں غیر مسلم بھی شامل ہیں۔ اور ایک مسلمان بھی خیراتی اور عوامی فائدے کے اغراض کے لئے ٹرسٹ قائم کرسکتا ہے مگر ٹرسٹ کو وقف قرار نہیں دیا جاسکتا اس فیصلہ کے نتیجہ میں کئی ٹرسٹ جو اصلاً وقف ہیں وقف کے دائرے سے خارج ہوگئے۔ سپریم کورٹ کے اس فیصلہ کے اثر کو زائل کرنے کے لئے متولی کی تعریف میں ٹرسٹ و'سوسائٹی' کو شامل کرنا ضروری ہے۔

ذیلی دفعہ 3(i) میں 'خالص سالانہ آمدنی' کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ اس تعلق سے یہ بات قابل غور ہے کہ کیا وقف ایکٹ کے تحت قائم کئے گئے، نگران کار ادارے (بورڈ) اوقاف پر مالی بوجھ بن جائیں جس کے نتیجہ میں ان مذہبی وخیراتی مقاصد کو نقصان پہنچے گا جن کے لئے یہ اوقاف قائم کئے گئے۔ اس مالی بوجھ کو بڑی حد تک کم کیا جاسکتا ہے، اگر بمبے ٹرسٹ ایکٹ 1952ء کی دفعہ 58 اور بمبے پبلک ٹرسٹ رولز کے رول نمبر 32 کے خطوط پر دفعہ (3) کی اس ذیلی دفعہ اور دفعہ 72(1) میں ترمیم کی جائے۔

ذیلی دفعہ 3(K) 'وقف میں مفادرکھنے والا شخص' کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ قانون وقف کی دفعہ 6(1) کی رو سے 'وقف میں مفادرکھنے والا کوئی شخص' فہرست اوقاف میں درج کسی جائیداد کے وقف ہونے کو ٹربیونل میں چیلنج کرسکتا ہے مگر فہرست اوقاف میں شائع ہونے کے ایک سال کے بعد اس کو نوعیت وقف کو چیلنج کرنے کا حق نہیں رہے گا۔ راجستھان ہائی کورٹ نے 1965ء میں رادھا کرشنا بنام راجستھان وقف بورڈ میں یہ فیصلہ دیا کہ ایک سال کے بعد چیلنج کرنے کا حق ساقط ہونے کا اطلاق ان پر نہیں ہوتا جو مخالفانہ ادعا رکھتے ہیں کیونکہ یہ 'وقف میں مفادرکھنے والا شخص' کی تعریف میں شامل نہیں ہیں۔ سپریم کورٹ نے اس فیصلہ کی توثیق کردی (AIR 1979 SC 289)۔ کرناٹک ہائی کورٹ نے اس نظیر کی بنیاد پر کرناٹک وقف بورڈ بنام اسٹیٹ آف کرناٹک میں فیصلہ دیا کہ ایک سال کے اندر کی شرط حکومت پر بھی عائد نہیں کی جاسکتی۔ ان فیصلوں سے پیدا شدہ دشواریوں کو دور کرنے کے لئے وقف ایکٹ 1995ء کی دفعہ 6(1) میں یہ وضاحت کی گئی کہ وقف میں مفادرکھنے والے شخص سے مراد ایسا شخص بھی ہوگا جو متعلقہ وقف میں کوئی مفاد نہ رکھتا ہو مگر اس اوقافی جائیداد میں اس کا مفاد ہو اور وقف کے بارے میں انکوائری کے دوران جس کو اپنا ادعا پیش کرنے کا معقول موقع دیا گیا ہو۔ یہ وضاحت سپریم کورٹ اور کرناٹک ہائی کورٹس کے فیصلوں کے اثرات کو زائل کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس کے باوجود گجرات ہائی کورٹ کے کچھ وقف بورڈ بھوج ودیگر بنام کچھ میمن جماعت بھوج ودیگر میں دفعہ 6 کی وضاحت کو بالکل نظرانداز کردیا اور فیصلہ دیا کہ مخالفانہ ادعا رکھنے والوں کے لئے فہرست اوقاف (گزٹ) میں اشاعت کے ایک سال بعد بھی کسی جائیداد کی نوعیت وقف کو چیلنج کرنے کا موقع باقی رہتا ہے۔ گجرات ہائی کورٹ کا یہ فیصلہ قانون کی واضح عبارت اور مقصد کے خلاف ہے۔ مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ وقف کو نقصان پہنچانے والے ان فیصلوں کے تدارک کے لئے تعریف کو اور واضح کیا جائے۔ اس کے لئے یہ تجویز پیش کی گئی تھی اس تعریف میں وہ شخص بھی داخل کیا جائے جو قانون وقف کی دفعہ کے تحت سروے کمشنر وقف یا وقف بورڈ یا اس تعلق سے مجاز گردانے گئے کسی آفیسر کے جاری کردہ نوٹیفکیشن یا حکم سے ناراض ہو یا متاثر ہوتا ہو اور اس شخص کو بھی اس تعریف میں داخل کیا جائے جو جائیداد میں اپنی ملکیت یا حق جتاتا ہو یا مفادرکھتا ہو اور اس جائیداد کے بارے میں انکوائری کے دوران نوٹس دے کر اپنا کیس پیش کرنے کا معقول موقعہ دیا گیا ہو۔

ذیلی دفعہ 3(r) میں اصطلاح 'وقف' کی تعریف کی گئی ہے۔ 1954ء اور 1984 کے قوانین وقف میں اس تاریخی حقیقت کو پیش نظر رکھا گیا تھا کہ جس طرح مسلم حکمرانوں، بادشاہوں اور نوابوں نے اپنی ہندو رعایا کی خاطر مندر اور ان کی دیگر عبادت گاہوں کو قیمتی عطیات دیئے اور زمینات و دیگر جائیدادیں ان کو عطا کیں اسی طرح ہندو راجاؤں نے مسلم رعایا کی خاطر مساجد، درگاہوں، خانقاہوں، قبرستانوں وغیرہ کیلئے زمینیں دیں اور اوقاف قائم کئے۔ اس تاریخی حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے ان سابقہ قوانین میں وقف کے قیام کے لئے صرف مسلم ہونے کی شرط نہیں رکھی گئی تھی اور کہا گیا تھا کہ مسلمانوں کے مذہبی وخیراتی مقاصد کے لئے مسلم اور غیر مسلم دونوں کے

قائم کردہ اوقاف، وقف کی تعریف میں داخل رہیں گے 1995ء کے قانون میں دفعہ 104 میں کہا گیا ہے کہ کسی مسجد، عیدگاہ، امام باڑہ، درگاہ، خانقاہ، مقبرہ، مسلم قبرستان یا سرائے یا مسافر خانہ کو مدد و سہارا دینے کے لئے غیر مسلموں کی جانب سے جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ کی شکل میں دیئے گئے عطیہ کو وقف شمار کیا جائے گا۔ یہ دفعہ بالکل ناکافی ہے اور غیر مسلموں کی طرف سے تعمیر کردہ مساجد، عیدگاہیں، امام باڑے درگاہیں، خانقاہیں وغیرہ وقف کی تعریف سے خارج ہوجاتی ہیں۔ 1984 کی تعریف کو بحال کرنے سے یہ نقص دور ہوجائے گا۔ مشترکہ پارلیمانی کمیٹی نے اس تجویز کو نظرانداز کردیا۔

''وقف'' کی تعریف میں ایک کمی کی وقف انکوائری کمیٹی نے نشاندہی کی تھی اور سفارش کی تھی کہ 'وقف' میں 'معانی' 'خیراتی' 'قاضی خدمات' 'امداد معاش' کو شامل کیا جائے چنانچہ 1984ء کے قانون میں یہ شامل تھے 1995ء میں ان کو حذف کردیا گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ حکمرانوں، جاگیرداروں، منصب داروں کی جانب سے مذہبی خدمات دینے والوں کے دائمی نوعیت میں دیئے جانے والے عطیات و انعامات کے یہ مختلف نام اور شکلیں ہیں اور یہ اصلاً وقف ہیں اس لئے وقف کی تعریف میں ان کو داخل اور شامل کیا جانا چاہئے۔

مشترکہ پارلیمانی کمیٹی نے دو تعریفات کا اضافہ کیا ہے۔ ایک ناجائز قابض (Encroacher) کی تعریف ہے جس میں ان کرایہ داروں کو بھی شامل کیا گیا ہے جن کی مدت کرایہ داری ختم ہوچکی ہے یا ختم کردی گئی ہے۔ دوسری تعریف اصطلاح 'وقف پریمائسس' (Wakf Premises) کی گئی ہے۔ ان اضافوں کی تجویز وسفارش مناسب ہے اور توقع ہے کہ حکومت مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کی اس تجویز کو نظرانداز نہیں کرے گی۔ مگر Wakf Premises کی تعریف میں یہ اضافہ ضروری ہے کہ یہ پبلک پریمائسس (Public Premises) میں شمار ہوں گے۔

ذیلی دفعہ 3(S) میں دستاویز وقف، (Wakf Deed) کی تعریف بیان کی گئی۔ اس تعریف میں رجسٹرڈ ٹرسٹ ڈیڈ یا کسی عدالت کی حکم کردہ اسکیم آف ٹرسٹ، رجسٹرڈ سوسائٹی کے میمورنڈم آف ایسوسی ایشن اور رولز اینڈ ریگولیشن کو شامل کرنا ضروری ہے تاکہ وقف کی نوعیت رکھنے والے ٹرسٹ اور سوسائٹیز وقف کے دائرہ سے خارج نہ ہوں۔

تعریفات میں ایک اصطلاح 'منشاء وقف' 'OBJECT OF WAKF' کی تعریف بھی ضروری ہے جس میں یہ قانون بھی شامل کیا جائے کہ دستاویز وقف یا استعمال وقف سے اس کا منشا واضح نہ ہو یا منشاء وقف فوت ہوجائے، غیر موجود ہو یا ناقابل حصول ہوجائے، تو ایسی صورت میں، مسلمانوں کی عام فلاح 'General Welfare Of Muslims' 'منشاء وقف قرار پائے گی۔ یہ اضافہ بہت ضروری ہے۔

اوقاف کا سروے:

یہ قانون وقف کا دوسرا باب ہے دفعہ (4) کے فقرہ (1) میں ریاستی حکومتوں کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ 'قانون کے آغاز کی تاریخ پر' جو اوقاف موجود تھے، ان کے سروے کے لئے وقف سروے کمشنر کا تقرر کرے کسی سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ آزادی اور ملک کی تقسیم کے ساتھ ملک میں جو صورتحال پیدا ہوئی ان میں مسجدوں، درگاہوں، خانقاہوں، مسافر خانوں، یتیم خانوں، آرام گھروں اور قبرستانوں کو نشانہ بنایا گیا، ان کی نوعیت اور ہیئت کو بدل دیا گیا اور ناجائز طریقہ پر، تشدد اور جبر کے ذریعہ بھی ان پر قبضہ کرلیا گیا اور مسلمانوں کو بےدخل کردیا گیا۔ اس لئے یہ بات حق و انصاف کے مطابق ہوگی کہ وقف سروے کمشنر کو، 15/اگست 1947ء پر موجود اور اس کے بعد قائم کئے جانے اور وجود میں آنے والے تمام اوقاف کا سروے کرنے کا اختیار دیا جائے۔

وقف بورڈس کی تشکیل:

وقف بورڈ کی تشکیل کے سلسلہ میں تجربہ یہ رہا ہے کہ جو ارکان حکومت کی جانب سے نامزد کئے جاتے ہیں ان کو کوئی دلچسپی وقف کے تحفظ اور وقف کے معاملات سے نہیں ہوتی۔ اکثر صورتوں میں برسراقتدار سیاسی پارٹی سے وابستگی رکھنے والوں کو نامزد کیا جاتا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ وقف بورڈ کی رکنیت، اسمبلی یا پارلیمنٹ کے الیکشن کے موقعہ پر ٹکٹ حاصل کرنے میں مدد دے گی ان کو اپنے سیاسی آقاؤں کو خوش کرنے سے ہٹ کر کوئی دلچسپی اوقاف اور اوقاف کے مسائل سے نہیں ہوتی۔ ضروری یہ معلوم ہوتا ہے کہ انتخاب کے ذریعہ رکن بننے والوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے اور بورڈ میں ان کی اکثریت ہو، اس کے لئے متولیوں کے زمرہ سے ایک کی بجائے دو منتخب کئے جائیں اور وکلا کے زمرہ میں ریاستی بار کونسل کے مسلم رکن نامزد کرنے کی بجائے ریاستی بار کونسل میں رجسٹرڈ مسلم وکلا کو اپنے میں سے دو کو منتخب کرنے کا اختیار دیا جائے۔ بورڈ کے صدر کے بارے میں وضاحت ضروری ہے کہ بورڈ کے ارکان پہلی میٹنگ میں اپنے میں سے کسی ایک کو صدر منتخب کریں گے۔ حکومت کی طرف سے کسی کو بہ حیثیت صدر، وقف بورڈ پر مسلط کرنے کا طریقہ ختم ہونا چاہئے۔

1995ء کے قانون وقف میں ڈپٹی سکریٹری کے رتبہ کے حامل کسی سرکاری مسلم عہدیداروں کو بورڈ کا رکن نامزد کرنے کا اختیار حکومت کو دیا گیا ہے۔ یہ بالکل غیرضروری ہے۔ وقف بورڈ کو کنٹرول کرنے اور اس کی

سرگرمیوں پر نگرانی رکھنے کے اختیارات حکومت کو حاصل ہیں۔ چیف ایگزیکٹیو آفیسر بھی کوئی سرکاری عہدیدار ہی ہوتا ہے، 1954ء کے قانون میں بورڈ کی رکنیت کے لئے کسی سرکاری عہدیدار کی عدم موجودگی کی وجہ سے حکومت کو بورڈ کی سرگرمیوں پر نظر رکھنے میں یا اپنی ذمہ داری پوری کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ چیف ایگزیکٹیو آفیسر، ڈپٹی سکریٹری سے کم رتبہ کا سرکاری عہدیدار ہوتا ہے یا اس کے مماثل عہدہ کا حامل ہو تو سینیاریٹی میں کم ہوتا ہے، ایسی صورت میں چیف ایگزیکٹیو آفیسر کے لئے آزادی کے ساتھ کام کرنا، بورڈ کے سکریٹری کی حیثیت میں اپنی ذمہ داری کو نبھانا دشوار ہوجائے گا۔ اس کی بجائے ریاست کی مسلم تنظیموں یا جماعتوں کی بورڈ میں نمائندگی میں اضافہ کیا جائے اور دفعہ 14(I)(C) میں یہ وضاحت کی جائے کہ یہ ارکان متعلقہ مسلم جماعت کے عہدیداروں میں سے ہوں گے۔ کیونکہ تجربہ یہ رہا ہے کہ برسراقتدار سیاسی جماعت کے غرض مند اصحاب کسی مسلم انجمن یا ادارے کے صدر یا سکریٹری سے یہ تحریر حاصل کر لیتے ہیں کہ وہ اس انجمن یا ادارے کے ممبر ہیں حکومت ان کو مسلم جماعت کے نمائندے کی حیثیت میں نامزد کرتی ہے۔ اس فریب کاری کو ختم کرنے کے لئے متعلقہ مسلم تنظیم یا جماعت کے عہدیدار ہونے کی شرط لگانی چاہئے۔

وقف کے کسی ناجائز قابض کو بورڈ کا رکن نہیں بننے دینا چاہئے اس کے لئے مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کی یہ سفارش کافی نہیں ہے کہ وہ شخص جس کو جائیداد وقف پر ناجائز قبضہ کا مجرم قرار دیا گیا ہو اور جس کی توثیق وقف ٹریبونل نے کی ہو اور جس نے اس فیصلہ کے خلاف مرافعہ (اپیل Appeal) نہیں دائر کی وہ وقف بورڈ کی رکنیت کے لئے نااہل ہوگا۔ اس میں یہ اضافہ بھی ضروری ہے کہ وہ شخص بھی وقف بورڈ کی رکنیت کے لئے نااہل ہوگا جس کے خلاف کسی وقف کے متولی یا وقف کی انتظامی کمیٹی نے ناجائز قبضہ کا الزام لگاتے ہوئے قانونی کارروائی کا آغاز کیا ہو۔

چیف ایگزیکٹیو آفیسر کے اختیارات:

دفعہ (26) میں چیف ایگزیکٹیو آفیسر کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وقف بورڈ کے کسی فیصلہ یا قرارداد کے تعلق سے اس کو اعتراض ہو تو وہ اس فیصلہ یا قرارداد کو روبہ عمل لانے کی بجائے اپنے اعتراض کے ساتھ حکومت کو اس تعلق سے فیصلہ کے لئے پیش کرسکتا ہے۔ اس دفعہ کے تعلق سے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور دوسری مسلم جماعتوں کو اعتراض تھا اور اس کو حذف کرنے کی تجویز مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کو دی گئی تھی، جس نے اس کو قبول و منظور کرلیا۔

وقف بورڈ کے اختیارات:

دفعہ (32) میں وقف بورڈ کے فرائض و اختیارات کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کی ذیلی دفعہ (2) کے فقرہ (J) میں بورڈ کو کسی وقف کی جائیداد غیر منقولہ (Immovable Property) کو ذریعہ فروخت، ہبہ، رہن، تبادلہ، یا نزول منتقل کرنے کا اختیار دیا گیا ہے بشرطیکہ بورڈ کے کم سے کم دو تہائی ارکان اس کی تائید کریں۔ مشترکہ پارلیمانی کمیٹی نے اس شرط کو اور ہلکا کر دیا کہ اگر بورڈ کے اجلاس میں ارکان کی تعداد کے نصف سے زیادہ ارکان حاضر ہوں اور حاضر ارکان کی دو تہائی تعداد متفق ہو تو اوقافی جائیداد کسی کو منتقل کی جاسکتی ہے۔ یعنی یہ کہ ارکان کی کل تعداد کی ایک تہائی سے ایک زائد ارکان اوقافی جائیدادوں کو منتقل کرسکتے ہیں۔ مسلم معاشرہ اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ فروخت یا ہبہ یا رہن کے ذریعہ کسی اوقافی جائیداد کی کسی کو منتقلی کا شدید مخالف ہے۔ اس لئے تجویز یہ ہے کہ فروخت (SALE) اور ہبہ (GIFT) اور رہن کے الفاظ اس دفعہ سے حذف کر دیئے جائیں۔

اسی دفعہ کی ذیلی دفعہ (4) میں بتایا گیا ہے کہ اگر بورڈ کسی وقف آراضی کے بارے میں مطمئن ہو کہ اس آراضی پر شاپنگ سنٹر مارکیٹ، رہائشی فلاٹس تعمیر کرکے آمدنی میں اضافہ کیا جاسکتا ہے تو اس تعلق سے متعلقہ متولی کو نوٹس جاری کی جائے گی اور اس کے بعد کے ذیلی دفعات میں اس تعلق سے مزید اقدامات کا ذکر کیا گیا ہے۔ مشترکہ پارلیمانی کمیٹی نے شاپنگ سنٹر سے پہلے 'تعلیم اور ٹکنیکل تعلیم' کے الفاظ کی سفارش کی ہے، اس تعلق سے یہ پہلو پیش نظر رہنا چاہئے کہ آراضی کا استعمال اور آمدنی میں اضافہ کی خاطر اس پر کسی تعمیر کا منشاء وقف کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ صرف وقف کی آمدنی اور نتیجتاً بورڈ کی آمدنی میں اضافہ کی خاطر وقف کے منشاء مقصد اور اغراض کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اور ایک دیانتدار متولی کی رائے کو چاہے وہ مخالفت ہی میں کیوں نہ ہو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ کسی وقف کے منشاء کی تکمیل اور اس کو ترقی دینے کی بنیادی ذمہ داری متولی کی ہے اور بورڈ کو متولی کی رائے کے خلاف جانے کی قطعاً اجازت نہیں دینی چاہئے۔ تعلیم اور ٹکنیکل تعلیم کے بارے میں یہ بات پیش نظر رہے کہ آجکل تعلیمی ادارے، تجارتی مراکز بن گئے ہیں اور تعلیم ایک صنعت بن گئی ہے۔ ذیلی دفعہ (5) میں متولی کی جانب سے نوٹس کے مخالفانہ جواب کی صورت میں حکومت کی اجازت حاصل کرکے اس آراضی کا قبضہ لینے کا اختیار بورڈ کو دیا گیا۔ مشترکہ پارلیمانی کمیٹی نے حکومت کی اجازت کی شرط کو ختم کر دیا ہے۔ کمیٹی کی یہ تجویز درست نہیں ہے۔ حکومت سے منظوری حاصل کرنے کی شرط میں متولی کو اپنا نقطہ نظر پیش کرنے اور آمدنی پیدا کرنے والی تعمیر سے اتفاق نہ کرنے کے اسباب و وجوہ کو حکومت کے آگے

پیش کرنے کا موقعہ ملے گا۔

بورڈ کے اختیارات میں ایک اضافہ کی تجویز مشترکہ پارلیمانی کمیٹی نے پیش کی ہے جو بڑی خطرناک ہے۔ تجویز ایک ذیلی دفعہ کے اضافہ کی ہے کہ جس کے ذریعہ بورڈ کو یہ اختیار دیا جائے کہ دستاویز وقف کے مندرجات کے علی الرغم یعنی ان کو نظر انداز کرتے ہوئے وقف کی کسی غیر منقولہ (IMMOVEABLE) جائیداد کے ہبہ، فروخت، تبادلہ، رہن یا اس میں کسی فریق ثالث کے حقوق داخل کرنے کے لئے وقف بورڈ عوامی نوٹس جاری کرکے، موصولہ اعتراضات کا جائزہ لیکر اس وقف کے منشاء مقصد اور نوعیت کو بدل دے سکے۔ یہ اضافہ اوقاف کے تحفظ کے لئے انتہائی خطرناک اور نقصان دہ ہے۔ کسی وقف بورڈ کی کارکردگی نے اب تک اعتماد پیدا نہیں کیا ہے۔ وقف بورڈس کے ہاتھوں اوقافی جائیدادوں کی کسی غرض کے تحت فروخت و منتقلی کی شکایتیں عام ہیں۔ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ ہبہ، فروخت اور کسی فریق ثالث کے حق کو وقف میں داخل کرنے کے لئے متعلقہ وقف کے منشاء و مقصد اور نوعیت کو تبدیل کرنے کا اختیار دینے کی سفارش مشترکہ پارلیمانی کمیٹی نے کی ہے۔ شریعت نے منشاء وقف کی تبدیلی کا اختیار متولی کو نہیں دیا حتیٰ کہ قاضی بھی جو اسلامی حکومت میں اوقاف کی نگرانی کا ذمہ دار ہوتا ہے وہ بھی اس میں کوئی تبدیلی نہیں کرسکتا۔ ایسا اختیار وقف بورڈ کو دینا شریعت اسلامی کی کھلی اور سنگین خلاف ورزی ہے۔

وقف کا رجسٹریشن:

دفعہ (37) میں دو ذیلی دفعات کے اضافہ کی تجویز مشترکہ پارلیمانی کمیٹی نے پیش کی ہے، ایک یہ کہ بورڈ، اوقاف کے رجسٹر میں مندرج جائیدادوں کی تفصیلات متعلقہ لینڈ ریونیو آفس کو روانہ کرے گا۔ یہ اضافہ مناسب ہے دوسرا اضافہ یہ کہ لینڈ ریونیو آفس ان تفصیلات کے ملنے پر لینڈ ریکارڈ میں ضروری اندراجات کرے گا اور وقف بورڈ کا اندراج اس وقف جائیداد کے مشترکہ مالک کی حیثیت میں کرے گا۔ اس اضافہ سے پوری طرح اتفاق نہیں کیا جاسکتا۔ لینڈ ریکارڈ میں وقف کے تعلق سے فراہم کردہ تفصیلات کے اندراج سے اتفاق ہے مگر وقف بورڈ کو مشترکہ مالک (Joint Owner) قرار دینا بالکل غلط ہے اور اس سے قطعاً اتفاق نہیں کیا جاسکتا۔ شریعت کی رو سے ہر جائیداد وقف کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ وقف بورڈ کی نوعیت نگہداشت اور نگرانی کرنے والی ہیئت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو ملکیت میں شریک کرنے کا تصور بھی کسی مسلمان کے ذہن میں نہیں آسکتا۔ اس اضافہ کے اس دوسرے جز کو چھوڑ کر پہلے جز سے اتفاق کیا جانا چاہئے۔

اس میں ایک اور اضافہ بہت ضروری ہے سینکڑوں واقعات ایسے ہیں کہ جن میں ایک آراضی کے اوقاف کے رجسٹر میں درج ہونے کے باوجود محض اس بات کو بنیاد بنا کر کہ لینڈ ریونیو ریکارڈ میں اس آراضی کو نوعیت وقف کی نہیں ہے، بد دیانت و مسلم دشمن ڈسٹرکٹ مجسٹریٹس وکلکٹرس، ڈپٹی کلکٹرس، تحصیلداروں اور معاملت داروں نے حکومت کی مختلف فلاحی اسکیموں کے تحت اوقافی آراضیات پر قبضہ کرکے سرکاری دفاتر، علاج حیوانات کے دواخانے، پنچایت کے دفاتر وغیرہ تعمیر کروادیئے اس لئے اس دفعہ میں ایک ذیلی دفعہ یہ ہو کہ اگر کسی اراضی کے بارے میں لینڈ ریکارڈ اور اوقاف کے رجسٹر میں تضاد ہو تو اوقاف کے رجسٹر کے اندراج کو فوقیت حاصل ہوگی اور یہ کہ ہر ضلع کے حاکم یعنی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ وکلکٹر کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ کم سے کم تین سال میں ایک مرتبہ لینڈ ریکارڈ کو وقف ریکارڈ کے مطابق اور ہم آہنگ بنوائے۔

وقف کے حسابات کی تنقیح (آڈٹ):

1995ء کے قانون وقف کی رو سے سالانہ خالص آمدنی (10,000) روپئے سے زیادہ نہ ہونے کی صورت میں سالانہ حسابات کا تختہ پیش کرنا کافی ہوگا ان حسابات کی آڈٹ ضروری نہیں ہوگی۔ مشترکہ پارلیمانی کمیٹی نے اس کو دس ہزار سے بڑھا کر (50,000) کرنے کی سفارش کی ہے یہ رقم بھی تنقیح (آڈٹ) کے لئے چھوٹی ہے، اس کو بڑھا کر ایک لاکھ (100,000) روپئے کرنا چاہئے۔ 1995ء کے قانون کی دفعہ 47 میں یہ بھی ہے کہ سالانہ خالص آمدنی دس ہزار روپئے سے زیادہ ہونے کی صورت میں حسابات کی تنقیح وقف بورڈ کا مقرر کردہ آڈیٹر کرے گا جو ریاستی حکومت کی جانب سے تیار کردہ آڈیٹرس کے پیانل میں سے چنا جائے گا جس کے رقمی معاوضہ کا اسکیل بھی وہی طے کرے گی۔ اور یہ کہ ریاستی حکومت کسی بھی وقف کی آڈٹ کسی عہدیدار سے کراسکتی ہے۔ اس کا اطلاق ایک لاکھ سے زائد آمدنی والے اوقاف پر ہونا چاہئے۔

اوقافی جائیداد کی فروخت وغیرہ:

1995ء قانون کی دفعہ (51) کے تحت کوئی وقف جائیداد اگر وہ مسجد، درگاہ، خانقاہ نہ ہو تو وقف بورڈ کی منظوری سے کسی کو فروخت کی جاسکتی ہے۔ ہبہ کی جاسکتی ہے، رہن رکھی جاسکتی ہے۔ مشترکہ پارلیمانی کمیٹی نے مستثنیات میں قبرستان اور امام باڑے کا اضافہ کیا ہے۔ ایک وقف کو نہ ہبہ کیا جاسکتا ہے، نہ فروخت کیا جاسکتا ہے اور اس کو رہن رکھنا بھی مناسب نہیں ہے۔ قانون وقف کی وہ تمام دفعات جس سے ہبہ کرنے، فروخت کرنے اور

رہن رکھنے کے اختیارات وقف بورڈ یا حکومت کو ملتے ہیں ان میں ایسی ترمیم ضروری ہے جن سے کسی کو فروخت، ہبہ یا رہن کا اختیار ہی نہ رہے۔

قرض لینے اور دینے پر پابندی:

دفعہ 76 کے ذریعہ متولی کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ وقف بورڈ کی قبل ازقبل حاصل کردہ منظوری کے بغیر نہ کوئی رقم قرض کے طور پر حاصل کرسکتا ہے اور نہ کسی کو بطور قرض دے سکتا ہے۔ رقم بطور قرض حاصل کرنے کی بات مناسب ہے مگر قرض دینے کا جہاں تک تعلق ہے مشکل حالات سے نمٹنے کے لئے کسی کو قرض دینا اسلام میں کارثواب، کارخیر یعنی نیک کام ہے لوگوں کی مصیبتوں میں قرض حسنہ دے کر مدد کرنے والوں کے لئے بڑا اجر ہے اس لئے ملک میں ایسے وقف بھی موجود ہیں جن کے منشاء میں ضرورتمندوں کو قرض دینا بھی شامل ہے، اس لئے اس دفعہ میں ان اوقاف کے لئے جن کے مقاصد میں قرض کے ذریعہ مدد کرنا شامل ہے استثنٰی پیدا کیا جائے۔ اگر کسی وقف کا منشاء صرف قرض حسنہ کے ذریعہ مدد کرنا ہوتو یہ دفعہ اس وقف کو اس کے منشاء کی تکمیل سے روک رہی ہے۔ یاد رہے کہ منشاء وقف میں تبدیلی کا شریعت نے کسی کو اختیار نہیں دیا اور یہ منشاء ناقابل حصول (INACHIEVEABLE) بھی نہیں ہے۔

غیر رجسٹرڈ وقف:

قانون وقف 1995ء کی دفعہ 87 میں یہ کہا گیا ہے کہ جو وقف اس قانون کے تحت رجسٹرڈ نہ ہو وہ اپنے کسی حق کے استقرار یا نفاذ کے لئے کوئی مقدمہ، مرافعہ (اپیل) دائر نہیں کرسکتا اور اس کی جانب سے کوئی قانونی کارروائی نہیں کی جاسکتی اور اگر 1995ء کے قانون کے نفاذ سے پہلے ایسی کوئی قانونی کارروائی کسی عدالت میں زیر سماعت رہی ہو تو عدالت نہ اس سماعت کو جاری رکھے گی اور نہ کوئی فیصلہ اس میں صادر کرے گی۔

یہ انتہائی غیر منصفانہ (UNEAIR) دفعہ ہے۔ اگر ایک وقف رجسٹر نہیں کیا گیا ہے تو اس کے متولی یا اس کے انتظام کے ذمہ دار فرد یا افراد کو سزا دی جاسکتی ہے مگر وقف کو صرف اس بنیاد پر اس کے حقوق سے محروم کرنا انتہائی غیر معقول (UNREASONABLE) بات ہے جنھوں نے کوتاہی کی ان کو سزا دینے کی بجائے اس سے استفادہ کرنے کا حق رکھنے والوں کو سزا دی جارہی ہے۔ یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنا چاہئے تھا کہ ملک میں ہزارہا، بلکہ لاکھوں مساجد، قبرستان ومزارات ہیں جن کا کوئی متولی نہیں ہے جو رجسٹر کروائے، پاکستان اور بنگلہ دیش سے متصل ریاستوں میں ایسے کئی اوقاف ہیں کہ جن کے متولی پاکستان یا بنگلہ دیش (سابق مشرقی پاکستان) کو منتقل ہوگئے۔ ایسے اوقاف کا رجسٹریشن نہ ہوسکا۔ اس غیر معقول اور غیر منصفانہ دفعہ کو قانون سے حذف کرنا چاہیے۔ مشترکہ پارلیمانی کمیٹی نے اس دفعہ کی زور سے صرف وقف علی الاستعمال (WAKF BY USER) کو مستثنٰی کرنے کی تجویز رکھی ہے جو کافی نہیں ہے۔ اس دفعہ کی کوئی ضرورت نظر نہیں آتی اس کو حذف کرنا ہی معقول بات ہے۔

ان قانونی نکات سے ہٹ کر بھی چند اہم پہلو ہیں اکثر اوقاف کا اصل ریکارڈ فارسی یا اردو زبان میں ہے جن میں عربی شرعی اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں۔ وقف بورڈ میں ملازم افراد کو ان زبانوں کو سیکھنا چاہئے اور وقف سے متعلق اصطلاحات سے واقف ہونا چاہئے، سروے چاہے سروے کمشنر کی جانب سے یا بورڈ کی جانب سے ہو عموماً ناقص ہوتا ہے جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ سروے کرنے والے نہ لینڈ ریکارڈ سے واقف ہوتے ہیں اور نہ انھیں ریونیو کے نقشے پڑھنے کا فن آتا ہے اور نہ لینڈ ریونیو کی اصطلاحات سے وہ واقف ہوتے ہیں اس لئے بورڈ کے ملازمین کو ان کی تربیت دینا بھی ضروری ہے بشمول چیف ایگزیکیٹیو آفیسر، وقف بورڈ کے انتظامی عملہ ESTABLISHMENT کے خلاف بددیانتی اور رشوت خوری کے الزامات بھی لگائے جاتے ہیں اور سب الزامات غلط اور بے بنیاد نہیں ہوتے اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان کا وقف بورڈ میں آنے سے پہلے ایسے محکموں سے تعلق رہتا ہے جہاں رشوت خوری عام اور معمول ہے خصوصاً مال و مالگزاری اور پولیس کے محکموں میں یہ مرض عام ہے۔ اس لئے ایسے نوجوانوں کی تقرری بورڈ میں جائے جنھیں سرکاری دفاتر میں کام کرنے کا موقعہ نہ ملا ہو اور ان میں سے ایک تناسب کی تربیت فارسی اور اردو زبان اور اصطلاحات دانی کے لئے اور ایک تناسب کی تربیت سروے کا کام انجام دینے کی اہلیت پیدا کرنے کے لئے کی جائے۔

آخری بات یہ ہے کہ اوقاف کے تحفظ اور ان کی بہتر کارکردگی کا انحصار مسلمانوں کے اجتماعی شعور اور ان کی چوکسی اور چوکنا رہنے پر بھی ہے۔ اگر کسی وقف پر ناجائز قبضہ ہوتے ہوئے، کسی وقف کا غلط استعمال ہوتے ہوئے اور کسی وقف میں غبن وخرد برد ہوتے ہوئے وہ خاموشی کے ساتھ دیکھیں اور صدائے احتجاج بھی ان کی زبان سے نہ نکلے تو کوئی ہندوستان میں اوقاف کی بہتری کی ضمانت نہیں دے سکتا۔ اجتماعی اور سماجی معاملات سے بے پروائی کا رویہ ہندوستانی مسلمانوں کو ترک کرنا چاہئے اور اپنے اجتماعی حقادات کی نگہبانی کے لئے ہر وقت چوکس و چوکنا اور مستعد و تیار رہنا چاہئے تب ہی اس ملک میں ان کے آباواجداد کا چھوڑا ہوا قیمتی اثاثہ محفوظ رہ سکتا ہے، کام آسکتا ہے اور قانون ان کی مدد کرسکتا ہے۔ ❁❁❁

اقلیتوں کے حقوق اور

ہندوستانی مسلمانوں کی صورت حال

مولانا انیس الرحمٰن قاسمی

(رکن اساسی بورڈ، پٹنہ)

ہندوستان میں مسلمان تاریخی اعتبار سے تیرہ سو سال سے رہ رہے ہیں، انہوں نے اس ملک میں تہذیب وثقافت، علم اور تمدن کو فروغ دیا۔ یہاں کی زراعت، صنعت اور سڑکوں کو ترقی دی۔ یہاں کے رہنے والوں کے درمیان محبت وخلوص، انسانی وحدت، انصاف ومساوات کو بڑھاوا دیا اور مذاہب کے احترام کے ساتھ جبر کے بغیر دین کی تبلیغ کی۔ جو لوگ دین اسلام سے دور تھے اور اس کو نہیں مانتے تھے ان کے بارے میں اعلان کیا "لکم دینکم ولی دین" تمہارے لیے تمہارا دین اور ہمارے لیے ہمارا دین۔ اس پورے عرصہ میں انہوں نے عقیدہ اور عبادت میں اختلاف کے باوجود خدمت وتعاون میں کوئی کمی نہیں کی بلکہ ملک کے تمام باشندوں کے ساتھ ہمدردی ومحبت کی شاندار روایتیں قائم کیں۔ ماضی کی خانقاہیں اور مدارس اس کی علامت ہیں۔ اس مبارک کوشش کے نتیجہ میں یہاں کے باشندوں میں آپسی محبت وبھائی چارگی نے اپنی جڑیں گہری کیں اور مسلم بادشاہوں کی مضبوط سلطنت اور مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے باوجود ایک ایسی محبت بھری تہذیب وجود میں آئی جسے گنگا جمنی تہذیب کا نام دیا گیا۔ انگریزوں کے عہد سے پہلے ہند ومسلم منافرت نہیں تھی اور نہ ہی انسانیت کش فسادات ہوتے تھے، عام لوگوں میں انسانی جان ومال کے احترام کا تصور زیادہ تھا اور سلاطین ونواب بھی اسی تصور کے پروردہ تھے، علماء وصوفیاء ودیگر خواص کا مسلک بھی یہی تھا۔ اس لیے ملک میں امن وامان تھا اور لوگوں میں ایک دوسرے سے آپس میں قومی سطح پر خوف وہراس نہیں تھا بلکہ محبت ویگانگت تھی۔

مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان طویل صدیوں میں مسلمان بحیثیت ایک ملت عددی اعتبار سے اکثریت میں نہیں رہے، مگر اس کے باوجود مسلمانوں کی حیثیت سماجی اور سیاسی طور پر ایک مضبوط اور غالب و منصف ملت کی رہی۔ اس عرصہ میں دینی اعتبار سے مسلمانوں کی مساجد اور مدارس کی تعمیر وسرپرستی زیادہ تر مسلم بادشاہوں اور نوابوں نے کی۔ البتہ انگریزوں کے غلبے کے بعد اس ملک کے مسلمانوں کی حیثیت ایک مجبور و مغلوب اور مظلوم طبقہ کی ہوگئی۔ ڈیڑھ سو سال کے اندر ہی ان کی صنعتیں، مدارس اور تعلیم گاہیں اجڑ گئیں۔ انگریزوں نے تاریخی طور پر ایسی کتابیں لکھوائیں جن میں مسلم حکومتوں کے بارے میں ظلم اور جبر کی بے سروپا کہانیاں پھیلائیں، اس نے یہاں کے ہندو مسلم فرقے کے آپسی محبت اور بھائی چارے کو نقصان پہنچایا اور فرقہ وارانہ تشدد وتصادم کو ایسا بڑھایا کہ اس نے ایک بھیانک شکل اختیار کی جس کے بعد بالآخر ملک تقسیم ہوگیا۔

دستوری حقوق:

آزادی کے بعد ہندوستان کا ایک ایسا دستور مرتب کیا گیا جس میں بنیادی طور پر اس ملک کو سیکولر ملک قرار دیا گیا اور یہ سیکولرزم ہمارے دستور کا ایک ایسا اصولی اور اساسی حصہ قرار پایا جس کو کبھی بدلا نہیں جاسکتا ہے۔ دستور کی ابتدائیہ میں یہ کہا گیا ہے:

''ہم ہندوستان کے عوام ہندوستان کو ایک خودمختار سوشلسٹ، سیکولر عوامی جمہوریہ کے طور پر قائم کرنے کا مقدس عہد کرتے ہیں اور اس کے تمام شہریوں کو سماجی، معاشی اور سیاسی انصاف حاصل ہوگا، تمام شہریوں کو

خیال اور اظہار عقیدہ ایمان اور عبادت کی آزادی حاصل ہوگی سبھوں کو منصب اور مواقع کی برابری حاصل ہوگی اور ان کے درمیان بھائی چارہ بڑھایا جائے گا، ہر فرد کی عزت کی ضمانت دی جائے گی اور ملک کے اتحاد و سالمیت کو برقرار رکھا جائے گا''۔

دستور ہند کے ابتدائیہ کے علاوہ بنیادی حقوق کے دفعات ۱۴/۔۱۵۔۱۶۔۱۹۔۲۱۔۲۵۔۲۶۔۲۷۔۲۸ میں برابری عدم امتیاز، اظہار رائے اور مذہبی آزادی، اقلیتوں کو ان کے اپنے مذہبی ورفاہی ادارے قائم کرنے کا حق دیا گیا ہے۔ اسی طرح دفعہ ۲۹/۔۳۰ میں زبان، رسم الخط اور ثقافتی اداروں کے قیام اور اس کی حفاظت کی ضمانت دی گئی ہے اور سیکولزم کو یہاں کی مختلف لسانی، مذہبی اور علاقائی گروہوں کی دینی، مذہبی، لسانی اور ثقافتی تنوع کی بنیاد پر ملک کی لازمی ضرورت سمجھتے ہوئے اختیار کیا گیا ہے۔

اقلیت واکثریت:

آزادی کے بعد سے اقلیت واکثریت پر بحث ہوتی رہی ہے۔ یہاں اقلیت کی اصطلاح میں وہ تمام غیر دستاویزی گروہ شامل ہیں جو ملک کی کسی بھی ریاست میں اپنی مستقل شناخت رکھتے ہیں اور جو اپنی نسلی، مذہبی یا لسانی روایات وخصوصیات میں باقی ماندہ آبادی سے مختلف ہیں، ہندوستان میں عام طور پر مذہبی اقلیتوں میں مسلم، سکھ، عیسائی، پارسی، بودھ، جین وغیرہ شامل ہیں۔

اقلیتوں کے حالات پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ کسی بھی ملک میں جہاں اقلیتیں آباد ہیں انہیں مختلف طرح کے خطرات ومشکلات درپیش ہوتے ہیں، خاص طور پر معاشی ترقی، سماجی مساوات، زندگی واملاک، سلامتی اور ثقافتی ومذہبی شناخت کے بارے میں وہ عدم تحفظ کے شکار ہوتے ہیں، اکثریت کی طرف سے عملی طور پر اگر انصاف میں کوتاہی ہوتی ہے تو نہ صرف مذہبی ولسانی اقلیتیں عدم تحفظ میں مبتلا ہوتی ہیں، بلکہ اس کے ساتھ احساس محرومی کا بھی شکار ہو جاتی ہیں اور اس طرح کے ماحول میں سماجی طور پر پچھڑے ہوئے دیگر طبقہ کے افراد بھی مذہبی اعتبار سے ایک ہونے کے باوجود اس کا شکار ہو جاتے ہیں جیسا کہ ہندوستان میں آج بھی مذہبی اعتبار سے ہندو ہونے کے باوجود شیڈولڈ کاسٹ اور شیڈولڈ ٹرائب اس کے شکار ہیں۔ اس لیے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ صرف اقلیتیں ہی ناانصافی کا شکار ہوتی ہیں بلکہ درج فہرست ذات وقبائل کے افراد عددی اکثریت کے باوجود سماجی ناانصافی کا شکار ہیں۔ اس لیے یہ لازمی نہیں ہے کہ کوئی اقلیت احساس محرومی کا ہمیشہ شکار ہو بلکہ مواقع ملنے پر وہ ترقی کی اونچی منزل پر بھی پہونچتے ہیں۔

ہندوستانی مسلمان:

آزادی کے بعد دستوری تحفظ کے باوجود ملت اسلامیہ ہندیہ پسماندگی کی شکار ہوئی، اس بارے میں مختلف کمیٹیوں اور افراد نے جو جائزے لیے ہیں وہ تشویش کا اظہار کرتے ہیں۔ یہاں چند تأثرات درج کیے جاتے ہیں:

گوپال سنگھ پینل نے اسباب کا جائزہ لیتے ہوئے مسلمانوں کی محرومی کا ان الفاظ میں اظہار کیا ہے:

''مسلمان بطور ایک گروہ ہر معاملہ میں قومی اوسط کے لحاظ سے غریب وپس ماندہ ہیں، ان کی سماجی کامیابی ملکی معاملات میں ان کی شرکت، ان کی آمدنی کی سطح، ان کی بچت کی سطح، ان کی تعلیمی کامیابی بالعموم بہت کم ہے۔ ان کے درمیان اسکول چھوڑنے والوں کی تعداد زیادہ ہے اور کامیابی کی شرح نیچی ہے اور یہ چیزیں بلا استثنیٰ ہر علاقے اور ہر سطح کے لوگوں کے درمیان ہیں''۔

ہمدرد ایجوکیشن سوسائٹی دہلی کے زیر اہتمام سید شمیم شاہ نے مسلمانوں کے ذریعہ چلائے جانے والے تعلیمی اداروں کا ایک سروے کیا تھا جس کی رپورٹ میں انہوں نے مسلمانوں کی محرومی کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے:

''ماضی قریب کے بعض سیاسی اور تاریخی واقعات کی وجہ سے ہندوستانی مسلمانوں کی زندگی کے تمام میدانوں میں تعلیم کی کمی اور ملکی سطح

پر ہر جانب ہونے والی ترقی سے عدم واقفیت اور خود کی معاشی پستی کی وجہ سے وہ دائمی طور پر ظلم و محرومی کے شکار ہیں۔ جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کی بڑی جماعت پیچھے چھوٹ گئی ہے۔ دراصل یہ برادری دھیرے دھیرے فائن آرٹ، سائنس و ٹکنالوجی اور زبان و ثقافت میں ہونے والی تمام ترقیات سے محروم رکھی گئی ہے''۔

۲۰۰۴ء میں لندن اسکول آف اکونومکس کے مشہور ماہر معاشیات لارڈ بھیکو پارکھ نے اپنے مطالعہ میں کہا ہے:

''اگر چہ انہوں نے آزادی کے بعد بالخصوص ۱۹۸۰ء کی دہائی کے بعد ترقی کی ہے مگر وہ زندگی کے ہر دائرہ میں قومی اوسط سے بہت نیچے ہیں۔ ان کے اندر جہالت اور اسکول چھوڑنے والوں کی شرح بہت زیادہ ہے، ان کی بہت چھوٹی تعداد ہی کالج تک کی تعلیم پوری کر پاتی ہے، ان کی اوسط آمدنی ہندوؤں سے کم ہے اور معاشی طور پر خوشحال اور دولت مند مسلمانوں کی تعداد کا تناسب بہت ہی کم ہے، ان کی معاشی طاقت کی کمی خود ان کی معاشی حیثیت سے جھلکتی ہے جس کے نتیجے میں وہ نسبتاً کم سماجی قوت رکھتے ہیں''۔

۲۰۰۶ء میں سچر کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں یہ لکھا ہے:

''ہمارے تجزیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مختلف ریاستوں کے حالات میں (اور ان مسلمانوں کے حالات میں جو اپنے آپ کو او بی سی اور دیگر طبقوں میں شمار کرتے ہیں) قابل لحاظ فرق پایا جاتا ہے اور یہ کہ مسلم فرقہ ترقی کے عملاً تمام مظاہر میں خسارے اور محرومیوں سے دوچار ہے۔ درحقیقت زیر غور تمام اشاریوں کے لحاظ سے مسلمانوں کی حالت کم و بیش ایس سی، ایس ٹی سے کچھ بہتر مگر ہندو او بی سی، دیگر اقلیتوں اور عام ہندوؤں (بیشتر اعلی ذات والے) سے بدتر ہے، کثیر مسلم آبادی والی ریاست مغربی بنگال، بہار، اتر پردیش اور آسام میں یہ صورت حال بطور خاص سنگین ہے، لیکن توجہ طلب بات یہ ہے کہ ان خساروں اور محرومیوں کے باوجود مسلمانوں میں نوزائدوں کی شرح اموات اور صنفی تناسب کم ہے، ترقیاتی خسارے کے علاوہ مسلمانوں میں بڑے پیمانے پر یہ احساس موجود ہے کہ ان کے خلاف امتیاز برتا جاتا ہے اور انہیں الگ تھلگ رکھا جا رہا ہے، اس سے مسئلہ سنگین تر ہو جاتا ہے''۔ (سچر کمیٹی رپورٹ/۲۳۱)

آزادی کے بعد مسلمانوں کی سماجی، معاشی، سیاسی، تعلیمی اور دینی صورتحال کے تفصیلی جائزہ اور اس پر بحث کی ضرورت ہے۔

سماجی اور اخلاقی حالت:

جہاں تک سماجی صورتحال کا تعلق ہے تو یہ کہنا درست ہوگا کہ سماجی طور پر ہندوستانی مسلمان کئی طرح کی مشکلات میں مبتلا ہیں۔ پہلا یہ کہ ان کے رہائشی علاقے ترقیاتی مواقع سے محروم ہیں تشویشناک حد تک غربت نے اکثریت کو گھر کے لیے زمینوں سے محروم کر رکھا ہے، ان کے اپنے گھر کے لیے زمین پچاس فیصد کے پاس بھی نہیں ہے غربت نے کئی طرح کے سماجی و معاشرتی خرابیوں کو جنم دیا ہے، ان کے گھروں کا ماحول دینی تعلیم کے فقدان کی وجہ سے اسلامی نہیں رہا، رہن سہن، تہذیب و ثقافت اور شادی بیاہ کے رسوم میں وہ مقامی معاشرہ کے اثرات قبول کرتے جا رہے ہیں، ان کے اندر ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی، شریعت کے مطابق موروثی جائدادوں کی تقسیم اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کے جذبات میں کمی کا واقع ہونا قابل توجہ ہے۔ ان میں اخلاقی خرابیاں جیسے شراب نوشی، کاروبار میں سچائی سے دوری، انصاف اور ہمدردی کی کمی صاف دکھائی دیتی ہے گرچہ بہت حد تک یہاں کے بسنے والے دیگر طبقات کے مقابلے میں اچھے اخلاق کے حامل دکھائی دیتے ہیں۔

گھریلو اعتبار سے بعض حساس علاقوں میں پینے کے صاف پانی اور صفائی کی عدم موجودگی نے صحت کے علاوہ انہیں کئی طرح کے سماجی، نفسیاتی مسائل جیسے ذہنی تناؤ، ڈپریشن وغیرہ میں مبتلا کر دیا ہے۔ بعض علاقوں میں ان کی حالت ایسی ہے جیسی جانوروں کی ہوتی ہے۔ یہ سب امور انتہائی تشویشناک ہے۔ خاص طور پر ایسی آبادیاں جہاں یہ تھوڑی تعداد میں ہیں اور غربت میں مبتلا ہیں ان کی معاشرتی زندگی بھی ویسے ہی ہے جیسی ایس سی اور

ایس ٹی کی زندگی ہے۔

سماجی صورتحال کی بیشتر خرابیاں بدتر معاشی حالت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں اوران کی معاشی حالت مختلف میدانوں میں انتہائی تشویشناک ہیں۔

معاشی حالت:

مسلم معیشت کا جہاں تک تعلق ہے تو معاشرہ کا یہ پہلو بہت اہمیت رکھتا ہے،ان کی آمدنی قومی سطح کی آمدنی سے کافی کم ہے،وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ سرکاری اور پرائیویٹ ایجنسیاں مسلمانوں کو تعاون دیں تاکہ وہ اپنی حالت کو بہتر بنا سکیں۔ شہریوں کے اقتصادی اور تجارتی سرگرمیوں کو فروغ دینے کے لیے قرضے ایک اہم ذریعہ ہو سکتے ہیں لیکن جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے تو ملازمتوں میں ان کی حصہ داری چاہے وہ سرکاری سیکٹر میں ہو یا غیر سرکاری سیکٹر میں بہت کم ہے۔اسی طرح بینکوں سے ملنے والے قرضوں کی صورت حال کچھ زیادہ امید افزا نہیں ہے۔مختلف رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف چار فیصد افراد کو بینک قرضوں تک رسائی ہے، بلکہ قابل لحاظ مسلم آبادی والے بیشتر علاقوں کو بینکوں نے منفی علاقہ قرار دے دیا ہے وہاں کے رہنے والوں کو بینک قرض نہیں دیتے۔یہی حال وزیراعظم کے پندرہ نکاتی پروگرام کے تحت قرضوں کی سہولتوں کا ہے وہاں بھی مسلمان فائدہ نہیں اٹھاتے ہیں اسی طرح قومی اقلیتی مالیاتی کارپوریشن ،نیشنل بیک وارڈ کلاس فینانس اینڈ ڈیولپمنٹ کارپوریشن اور دیگر مالیاتی اداروں کی طرف سے دیئے جانے والے قرضوں کا جہاں تک تعلق ہے تو یہاں بھی بالعموم مسلمانوں کو محرومی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

تعلیمی حالت:

جہاں تک مسلمانوں کی عمومی تعلیم کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں مختلف رپورٹوں سے یہ بات واضح ہوگئی ہیں کہ مسلم طلبہ اور عام مسلمانوں کی خواندگی کی شرح قومی شرح خواندگی سے کم ہے یہ فرق دیہی علاقوں کے مقابلے میں شہری علاقوں میں زیادہ ہے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ۶ رسال سے ۱۴ رسال کی درمیانی عمر والے ۲۵ رفیصد مسلم بچے یا تو کبھی اسکول جاتے ہی نہیں اور جاتے ہیں تو درمیان میں ہی تعلیم ترک کر دیتے ہیں، یہی حال اعلیٰ تعلیم کا ہے۔دیگر تمام طبقوں کے مقابلے خاص طور پر شہری علاقوں کے مردوں میں گریجویشن مکمل کرنے کا امکان ایس سی اور ایس ٹی سے بھی کم ہوتا ہے اور جو گریجویٹ ہوتے ہیں ان میں دیگر طبقوں کے مقابلے مسلم طبقے میں بے روزگاری کی شرح زیادہ ہے۔ جہاں تک خواتین کی تعلیم کا تعلق ہے شہری علاقوں میں یہ فرق کافی نمایاں ہے، شیڈولڈ کاسٹ اور شیڈولڈ ٹرائب کے مقابلے مسلم خواتین کی شرح خواندگی کافی کم ہے اس کی ایک وجہ مسلم علاقوں میں لڑکیوں کے لیے اسکولوں کی عدم موجودگی ہے، کالج تو اور بھی کم ہیں۔ اسی لیے مسلمان طلبا وطالبات ہائر سکنڈری اور کالج کی سطح پر نسبتاً زیادہ نقصان میں ہیں۔

تحفظ اور شناخت:

مسلمان مذہبی اور ثقافتی طور پر اپنی ایک الگ شناخت رکھتے ہیں لباس میں عورتیں پردہ کے لیے نقاب استعمال کرتی ہیں اور مرد داڑھی رکھتے ہیں اور ٹوپی استعمال کرتے ہیں۔مگر یہ اپنی شناخت کی وجہ سے بہت سی جگہوں پر تحفظ کے مسائل سے دوچار ہیں ،بعض ریاستوں میں یہ شکایت ملتی ہے کہ کسی داڑھی اور ٹوپی والے کو بازاروں، ریلوے اسٹیشنوں اور عوامی جگہوں سے انکوائری کے بہانے پولیس اٹھا کر لے گئی ہے۔اسی طرح نقاب پوش مسلم عورتوں کو شکایت ہے کہ بازاروں، اسپتالوں اور اسکولوں میں ان کے ساتھ سخت اور نازیبا سلوک کیا جاتا ہے یہاں تک کہ پبلک سیکٹر ٹرانسپورٹ بھی محفوظ نہیں ہے۔ اس تناظر میں مسلمانوں کے لیے اپنے سے باہر کی دنیا بعض علاقوں میں انتہائی غیر محفوظ بنا دی گئی ہے، ان کے خلاف ہر سطح پر آوازیں کسی جاتی ہیں اور انہیں شک کے دائرہ میں رکھا جاتا ہے، یہاں تک کہ کسی داڑھی والے مسلمان کو برملا آئی ایس آئی کا ایجنٹ قرار دینے میں بھی تامل نہیں ہوتا۔ دہشت گردی سے متعلق کسی بھی سانحہ کے بعد پولیس کے ذریعہ مسلم نوجوانوں کا اغوا عام بات ہے۔مسلم خواتین کی عزت وعصمت خاص طور پر فسادات

کے موقع سے مسلم خواتین کو تلاش تلاش کر نشانہ بنایا جاتا ہے۔

دینی حالت:

ہندوستان میں مسلمانوں کی دینی حالت کو بھی کسی طرح قابل اطمینان نہیں کہا جاسکتا، ان کی رہائش ہندوستان کے ایسے شہری اور دیہی گاؤں اور محلوں میں ہے جہاں عام طور پر نہ مساجد ہیں، نہیں مکاتب، نہیں اس میں علماء ومبلغین کی آمدورفت ہے۔ بہت سی آبادیوں میں یہ تھوڑی تھوڑی تعداد میں موجود ہیں وہ اپنی غربت وجہالت کی وجہ سے دین سے ناآشنا ہیں اور ان کے ایمان کو خطرات لاحق ہیں۔ بعض جگہوں پر تو صرف ختنہ یا نکاح کی حد تک ہی مسلمان ہیں وہ حلال وحرام اور پاکی وناپاکی یا نماز، روزے سے بھی ناآشنا ہیں۔ اگر ہم جمعہ اور عیدین میں شریک ہونے والوں کی بات کریں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ کل مسلم آبادی کے نصف حصے سے کم اس میں شریک ہوتی ہے اس کی وجہ یہ کہ ان نمازوں میں مسلمان مرد ہی شریک ہوتے ہیں خواتین جمعہ اور عیدین سے بھی محروم ہوتی ہیں۔ پنجگانہ نمازوں میں دس ہی فیصد مردوں اور عورتوں پر مشتمل اس کی پابند ہیں۔ رمضان کے روزے البتہ نوے فیصد سے زیادہ افراد رکھتے ہیں جس میں مرد اور خواتین دونوں شامل ہیں۔ جن لوگوں پر زکوۃ فرض ہے پورے ملک میں غالباً چالیس فیصد افراد ہی اس فریضہ کی ادائیگی پر عمل کرتے ہیں۔ یہی حالت دیگر احکام شریعت اور ان کی اخلاقیات کا ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ دس فیصد افراد میں جو دینی پختگی ہے۔ ان میں سے پانچ فیصد تو وہ لوگ ہیں جنھوں نے باضابطہ دینی مدارس میں تعلیم پائی ہے۔

مسلمانوں کی دینی تعلیم:

انگریزوں کے غلبے کے بعد انیسوی صدی میں برصغیر ہند کے مسلمان جن سنگین مسائل سے دوچار ہوئے تھے ان میں دینی مدارس اور تعلیم کے نظام کا خاتمہ بھی تھا۔ اس لیے علماء کے سامنے ایک بڑا مسئلہ دین اور تعلیم دین کی حفاظت وفروغ اور دینی شناخت کی بقاء کا تھا۔ چونکہ پہلے سے جس مدارس میں علماء خدمت انجام دے رہے تھے نظام حکومت بدلنے سے وہ مدارس زوال کے شکار ہوگئے یا انگریزوں نے ان علماء کو قید وبند کی صعوبتیں دے کر مدارس پر روک لگانے کی کوشش کی، مدارس کی جاگیریں اور اوقاف کو ضبط کر کے ذرائع آمدنی کو مسدود کردیا جس کی وجہ سے بڑی تعداد میں اس ملک کے مدارس بند ہوگئے۔

اس کے بعد علماء نے محسوس کیا کہ مدارس کو عوامی شکل دی جائے اور اسے سرکاری سرپرستی سے الگ رکھا جائے، چنانچہ علماء نے ۱۸۵۷ء کے بعد دینی مدارس قائم کرنے کی تحریک شروع کی اور اس کی بنیاد عوامی چندے پر رکھی۔ خاص طور پر حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ نے ۱۸۶۶ء میں دارالعلوم دیوبند قائم کیا۔ اور دیگر اکابر علماء نے اس تحریک کو آگے بڑھانے میں نمایاں کردار ادا کیا اور اس کے ذریعہ مسلمانوں میں نشأۃ ثانیہ پیدا کرنے کی کامیاب کوشش کی۔ یہ کوشش انیسویں صدی سے لے کر بیسویں صدی تک جاری رہی اور اکیسوی صدی میں بھی یہ تحریک جاری ہے۔ اس مدت میں جو مدرسے قائم کیے گئے اس کے اثرات مسلمانوں میں دوررس ہوئے اور مسلمانوں میں نسل درنسل علم دین سے وابستگی کا علماء کا منصوبہ کامیاب رہا اس کی وجہ سے انیسویں اور بیسویں صدی میں یہاں کے مسلمان اپنی دینی شناخت کو برقرار رکھنے میں نہ صرف کامیاب ہوئے بلکہ اس تحریک کو دنیا کے ان دیگر ملکوں میں بھی پہنچایا جہاں کے مسلمان بے دینی کے شکار ہوگئے تھے اور جہاں کے مسلمان مدارس کی حکومتی سرپرستی کے ختم ہونے کے بعد دینی تعلیم کا نظام ختم ہونے سے مشکلات میں مبتلا ہوگئے تھے۔ علماء نے صرف مدارس ہی قائم نہیں کیے بلکہ اسی کے ساتھ ان کی ذات مسلسل طور پر علم اور تعلیم کا مرجع بنی رہی، ان کا گھر لوگوں کے لیے تعلیم گاہ کا کام کرنے لگا۔ اور اس تعلیمی تحریک سے اسلامی معاشرہ کے ہر طبقہ نے فیض اٹھایا۔

ہندوستان میں اس وقت مسلمانوں کی دینی ضرورتیں انہی سے پوری ہوتی رہی ہیں۔ مدارس ہی سے مساجد کے امام، مکاتب کے معلم، مفتی، قاضی اور دعوت وتبلیغ کے کام کرنے والے افراد ملتے ہیں بلکہ مدارس سے صحافی، اسلامی اسٹیڈیز کے اسکالر دنیاوی کاموں میں بھی یہاں کے افراد

ملتے ہیں جیسے سفارت خانے، ریڈیو، برآمدی تجارت، امور خارجہ اور ثقافتی اداروں کے لیے اردو اور عربی کے افراد مدارس ہی سے آتے ہیں بلکہ کمپیوٹر جاننے کی بنیاد پر اردو اور عربی کے کمپوزر بھی یہیں سے ملتے ہیں۔ ملک کے اندر کی دینی ضرورتیں اسی سے پوری ہوتی ہیں اس تعلیم و تربیت کے نظام کو اور زیادہ مفید بنایا جاسکتا ہے۔ امکانات سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے لیے مسلسل مشترکہ غور وفکر کی ضرورت ہے۔ تاکہ ان مدارس کے طلبہ اور اساتذہ کا علمی معیار اور بلند ہو اور مدارس سے ایسے فقہاء ملت تیار ہوں جو موجودہ دور کے نئے مسائل پر مجتہدانہ نگاہ ڈالیں اور شریعت اسلامی کی ابدیت کو دنیا کے سامنے علمی و عملی طور پر پیش کریں۔ اس سمت میں جو کام ہونا چاہیے اس میں ابھی بہت کمی ہے۔ اسی طرح ہندوستانی مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے دینی تعلیم کے اس نظام کو اور پھیلائیں اور ان تمام قصبات و محلوں میں دینی مکاتب کے نظام کو قائم کریں تاکہ وہاں کی نئی نسل دین کی بنیادی تعلیم سے آراستہ ہوں۔

ہندوستانی مدرسوں کو درپیش مشکلات:

مدارس اسلامیہ نے بڑی خدمات انجام دی ہیں یہ نظام اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ اس کی آئندہ نسلیں اسلامی تعلیمات سے آراستہ رہیں، یہ ہندوستان میں مسلمانوں کے اسلامی تشخص کی علامت بن گئے ہیں اس وجہ سے معاشرہ میں اکثر انہیں شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ مدارس کو دہشت گردی کا اڈہ قرار دیا جانا مسلمانوں کے لیے حد درجہ تشویش کا باعث ہے باوجودیکہ ابھی تک اس کا کوئی ثبوت نہیں ملا ہے۔ یہ مسلم فرقہ خاص طور پر اس میں حاصل کرنے والے بچوں کے لیے تباہ کن ہے۔

چند مشورے:

مسلمانوں بلکہ عام انسانوں کی جان و مال، عقل، نسب، عزت و آبرو کی حفاظت اور معاش و معاد کے مصالح کی رعایت اسلام کے مقاصد میں ہے۔ موجودہ حالات میں ہندستانی مسلمان جس طرح کے دینی، جانی، مالی، عزت و آبرو وغیرہ کے بارے میں عدم تحفظ کے شکار ہیں اس میں ہم سب کی ذمہ داری بنتی ہے کہ درپیش مسائل و مشکلات کا نہ صرف حل پیش کریں بلکہ عملی طور پر اس میں شریک ہوں۔

(۱) جو مسائل اوپر مذکور ہوئے ان میں سے زیادہ تر کا تعلق عام انسانوں سے بھی ہے۔ اس لیے ملک میں امن وامان کی فضا کو برقرار رکھنا اور اس کے لیے کوشش کرنا انتہائی ضروری ہے۔ جب تک امن وامان مکمل طور پر سماج کے ہر طبقہ میں قائم نہیں ہوگا اور آپسی نفرت دور نہیں ہوگی اس وقت تک انصاف کا حصول مشکل ہوگا۔

(۲) مسلمانوں کے سماجی، معاشی، سیاسی اور تعلیمی پسماندگی کو دور کرنے کے لیے مرکزی و ریاستی حکومتوں پر دباؤ دینا اور ان کے ذریعہ نئے اسکیموں کو نافذ کرانا ضروری ہوگا۔

(۳) چوں کہ ہندستانی مسلمان اپنی تعلیمی، معاشی اور سماجی پسماندگی کے ساتھ آپس میں متحد نہیں ہیں بلکہ مختلف گروہ اور ٹولیوں میں منقسم ہیں۔ اس لیے وہ اپنے حالات کی اصلاح کے لیے منظم کوشش نہیں کرپاتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ذاتی اغراض ومنافع سے گریز کرتے ہوئے آپس کے اتحاد میں کسی طرح کا رخنہ نہ آنے دیں اور مسلک و مشرب کے اختلافات کو فرقہ کی شکل میں نہ بدلیں۔

(۴) دینی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے دینی تعلیم کے نظام کو استوار کرنا اور چھوٹے چھوٹے محلے اور قریوں میں مکاتب و مدارس کو قائم کرنا اور معاشرتی اصلاح کے لیے منظم کوشش کرنا انتہائی ضروری ہے۔ زکوۃ کے نظام کو بھی اجتماعی طور پر شریعت کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق جاری کرنے کی ضرورت ہے۔

(۵) مسلمانوں سے متعلق مختلف طرح کی سرکاری وغیر سرکاری جو رپورٹیں آئی ہیں ان کا مطالعہ کر کے ان کے اٹھائے ہوئے نکات پر بحث کرنا اور مسلمانوں میں اپنی حالت کو سدھارنے کے لیے عمومی تحریک چلانا ضروری ہے۔

مسجد اقصی، فلسطین، جدوجہد اور ذمہ داریاں

مفتی احمد نادر القاسمی

(اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، نئی دہلی)

اس وقت مسجد اقصیٰ جو انبیاء کی میراث اور مذہبی اوقاف کا اہم ترین حصہ اور ابراہیمی یادگار ہے، اس کے تحفظ کا مسئلہ اور اس کو یہودی دہشت گردی سے بچانے کے لئے تمام مذاہب کے سنجیدہ لوگوں کا آگے آنا اور اس پر غور وفکر کرنا نہایت ضروری ہوگیا ہے۔

اور بطور خاص امت مسلمہ اور عالم عرب کے لئے ایک ایسا چیلنج ہے جس سے ایک لمحہ کے لئے بھی غفلت انسانی دنیا پر اور امت مسلمہ پر قیامت سے پہلے قیامت کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتا ہے، اس کے لئے مندرجہ ذیل امور پر فوری توجہ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے:

۱۔ عالم اسلام میں اس وقت مسجد اقصی کے تحفظ اور فلسطین کی آزادی کے لئے جتنی کوششیں خواہ جس سطح کی بھی ہورہی ہیں ان میں باہم اتحاد ضروری ہے، اور بالخصوص حماس اور الفتح جو درحقیقت ایک ہی راہ کے راہی ہیں ان میں باہمی مفاہمت اور اتحاد کی راہ ہموار ہونا وقت کی اہم ضرورت ہے، دونوں کے باہمی نزاع سے ہماری طاقت کمزور ہورہی ہے اور ہمارا دشمن اس کا فائدہ اٹھا رہا ہے، اس لئے حماس، الفتح اور حزب اللہ کو مشترکہ جدوجہد شروع کرنی چاہئے، ”ولا تفرقوا فتفشلوا وتذهب ريحكم“ اس لئے تمام طاقتوں کا اتحاد سب سے بڑا مسئلہ ہے، اور اس کے بغیر امن و سلامتی اور آزادی کی راہ ہموار نہیں ہوسکتی۔

۲۔ فلسطین کے تمام احزاب وگروپس کے درمیان برادرانہ ماحول استوار ہونا، اس وقت پائے جانے والے سیاسی اختلافات کا ختم ہونا، فلسطین کاز کے لئے متحد ہوکر ڈٹ جانا اور قبضہ فلسطین پر بغیر کسی لچک کے قائم رہنا بھی نہایت ضروری ہے، کبھی کبھی الفتح اور دوسرے بعض اشخاص کی طرف سے لچکدار رویہ امت کے لئے بہت بڑی پریشانی کھڑی کرسکتا ہے، جیسے یاسر عرفات کی وفات کے بعد ربو مازنی محمود عباس وغیرہ کی طرف سے سامنے آیا ہے، ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہئے، اور پوری دنیا کو صیہونی اور یہودیوں کی مجرمانہ حرکتوں سے باخبر رکھا جائے، اس کے بغیر عالمی امن استوار ہونا ممکن نہیں ہے۔

۳۔ دنیا کی تمام تنظیموں اور NGO کو چاہئے کہ صیہونیوں کی ظالمانہ کارروائیوں کی مذمت بھی کریں اور اس کو بساط بھر پوری دنیا میں اجاگر کرنے کی کوشش کریں۔

۴۔ مسجد اقصیٰ کی تاریخی حیثیت ہے، اور تمام اہل مذاہب کے نزدیک اس کا احترام ہے، اس کو سامنے رکھتے ہوئے مغربی مؤرخین، تحقیقاتی ادارے اور علمی مراکز کو دعوت دی جائے اور اس جانب متوجہ کیا جائے کہ وہ آسمانی کتابوں کی روشنی میں اقصی کی حیثیت کو عام کریں بغیر کسی فکری انتہاء پسندی کے دقت نظر کے ساتھ صحیح موقف پیش کریں تاکہ اسرائیل کو اقصی اور فلسطین کے خلاف تخریبی کارروائیوں سے باز رکھنے میں معاون ہو۔

۵۔ تمام یونیورسٹیز کے اساتذہ، صحافی حضرات اور قلم کار سے گذارش کی جائے کہ وہ اس وقت اسرائیل کی جانب سے اقصی کی دیواروں کی کھدائی کے نقصانات اپنی بحث وتمحیص کا موضوع بنائیں، اور اس کے منفی ومثبت نتائج کو بھی آشکارا کریں، جس طرح صہیونی تنظیموں نے کر رکھا ہے، اور اس بات کو ایمانداری کے ساتھ پیش کریں کہ اقصی اور فلسطین پر صیہونیوں کا تسلط نہ صرف یہ کہ ناجائز ہے بلکہ مذاہب اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے مترادف ہے، مشرق وسطی میں قیام امن کا واحد راستہ اسرائیل کے تسلط کا خاتمہ ہے۔

۶۔ آج دنیا سے انسانی احترام کے خاتمہ کے ساتھ ساتھ دین اور مذہب کا احترام بھی لوگوں کے دلوں سے نکلتا جا رہا ہے، لوگوں سے حق کا ساتھ دینے اور باطل سے نہ دبنے کا جذبہ بالکل مفقود ہوگیا ہے، دنیا کے تمام ممالک میں ہر مذہب کے لوگ آباد ہیں، مگر اقلیتوں کے خلاف زیادتیاں روز کا معمول بن گیا ہے اور اس کی پامالی میں سب سے زیادہ اسرائیل کی طرف دیکھنے کو مل رہی ہے، مگر پھر اہل نظر خاموش ہیں، گذشتہ ہزار سالوں سے دنیا کا جو ماحول چلا آ رہا تھا، اسرائیل نے اور اس کے توسط سے برطانیہ و امریکہ نے اسلام دشمنی کو جھوٹی دہشت گردی کا نام دے کر انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے، انسانی دشمنی کا ایسا ڈرامہ جو گذشتہ دس سالوں میں رچا گیا، انسانی تاریخ میں ایسا کبھی نہیں ہوگا، حالانکہ دو ہزار سالہ تاریخ بتاتی ہے کہ دنیا میں عیسائیوں نے اعداد و شمار کے مطابق سب سے زیادہ انسانوں کا خون بہایا ہے۔ گذشتہ صدی کے اواخر اور موجودہ صدی کے آغاز میں مزید شدت آ گئی ہے، اور ماضی کے کشت و خون کی داستان کو بھی مادت دے دی ہے، جو دنیا کی انسانی آبادی کے لئے بہت سنگین مسئلہ بن گیا ہے، جو کوسوو کی سربیائی فوج کی بربریت اور بوسنیا اور ہرزگوینا کے مسلمانوں کے قتل عام سے شروع ہو کر فلسطین، عراق، افغانستان اور اب پاکستان تک پہنچ چکا ہے، انصاف کی نظروں سے ہمارے عیسائی بھائی بھی دیکھیں اور دنیا بھی دیکھے کہ اس کو انجام دینے والے سارے عیسائی ہی رہے ہیں اور الزام القاعدہ کے نام پر چالاکی سے مسلمانوں پر لگایا جا تا رہا ہے۔

اس وقت فلسطین میں جاری یہودی بربریت چونکہ انسانوں سے اوپر اٹھ کر مذہب تک جا پہنچی ہے، اور مذاہب تک کو سنگین خطرات لاحق ہو گئے ہیں، انبیاء کرام کی عظمتیں پامال ہو رہی ہیں، اس لئے اس پر توجہ دینا پوری دنیا کی ذمہ داری ہوگئی ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ بیت المقدس کی اہمیت کو باہمی تعاون بقائے باہم دینی احترام اور انسانی اخوت کے روح کے پس منظر میں اجاگر کیا جائے، اور حضرت عمر بن الخطابؓ نے فلسطین کی فتح کے وقت وہاں کے باشندوں اور تمام مذاہب کے ماننے والوں، نیز راہبوں اور ربیوں، نیز بزرگ بچے اور خواتین کے ساتھ جس طرح نرم خوئی اور رقت جوئی کا مذہبی احترام پر مبنی ضابطہ مقرر کیا تھا اور ان کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے جہاد کی جن اخلاقیات کو ملحوظ رکھا تھا اور اہل فلسطین کے ساتھ عیسائیوں کے تحفظ کو جس طرح یقینی بنایا تھا اس کو ملحوظ رکھنے اور اسے سامنے لانے کی ضرورت ہے، تاکہ مسلم اور ویٹکن سٹی کے درمیان یہ بات اجاگر ہو کہ مسجد اور فلسطین کی تاریخی اور مذہبی حیثیت مذاہب عالم کا انبیائی اثاثہ و میراث ہے، سب کو مل کر اس کا تحفظ کرنا اور اسرائیل کی زیادتیوں سے بچانا چاہئے۔

۷۔ یہ بات بہر حال مسلم ہے کہ مسجد اقصیٰ کے تعلق سے عرب ممالک نے اور مسلم ملکوں نے اب تک جو قربانیاں دی ہیں وہ یقیناً پوری قوم کی طرف سے ذخیرہ آخرت ہے بالخصوص حماس، الفتح، حزب اللہ اور عام فلسطینی نوجوانوں کی قربانی و شہادت کو فراموش نہیں کیا جا سکتا، مگر ابھی مزید قربانیاں دینی ہیں اور قیامت تک دیتے رہنا ہے، اس بات کو امت کا سواد اعظم گرہ باندھ لے، اس لئے کہ قیامت تک اسی امت کو باقی رہنا ہے۔

سر دست اقصیٰ کے حوالہ سے تمام عرب ممالک، وہاں کے سرکاری و غیر سرکاری ادارے اور دنیا کی تمام مسلم تنظیموں سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ مسجد اقصیٰ و فلسطین کے تحفظ کے لئے تعلق کا اظہار بھی کرے، وہاں کی اسلامی روایات، وہاں کے باشندوں کے جمہوری حقوق کی بحالی کے لئے آواز بھی بلند کرے، اور صیہونیوں کی طرف سے بیت المقدس کی ہیئت تبدیل کرنے کی جو مذموم کوشش ہو رہی ہے اس کے خلاف یہ یک زبان اپنے موقف پر ثابت قدم رہے۔

۸۔ عرب اور مسلم ملکوں کے حکمرانوں کو اس جانب متوجہ کیا جائے کہ وہ دوسرے ملکوں کے حکمرانوں سے بات چیت کریں اور قضیہ فلسطین و قدس کو اپنی گفتگو کا موضوع نیز اور جو کچھ مسجد اقصیٰ وغزہ میں اب تک واقعات اور یہودیوں کے رویئے سامنے آئے ہیں اس پر اپنی بے چینی کا نہ صرف یہ کہ اظہار کریں، بلکہ حل کے لئے آگے بڑھیں۔

۹۔ عرب حکمرانوں سے مطالبہ کیا جائے کہ تمام عرب ممالک کی فوراً ایک کانفرنس بلائے تا کہ وہ قضیہ فلسطین کی تازہ ترین صورت حال کا جائزہ

لے اور اقصیٰ کے یہودیانے کے خلاف ڈٹے رہنے کے لئے کوئی عملی طریقہ پیش کرے۔

۱۰۔ تمام مسلم ملکوں سے یہ گذارش کی جائے کہ مسجد اقصیٰ کے تحفظ کے لئے اقوام متحدہ کی فوج کے بجائے ۵۰،۵۰ ہزار فوج غزہ پٹی میں تعینات کرے اور اس کے اخراجات خود وہ ممالک برداشت کریں، یہ سب سے بہترین حل ہے، اور سیاسی قائدین گفت وشنید جاری رکھیں، ورنہ یہود چونکہ فریبی و دغاباز ہیں کبھی بھی اوچھی حرکت کر کے مقدس انبیائی سرمایہ کو مسمار کرسکتے ہیں، اس لئے کہ اس کا اندیشہ بڑھتا جارہا ہے، اور یہ قدم دو ہزار گیارہ سے پہلے پہلے اٹھایا جانا ضروری ہے، اس کے بغیر نہ تو اقصیٰ کو ہم بچاپائیں گے، نہ اپنے فلسطینی بھائیوں کو بچاسکیں گے، اللہ کے سامنے چہرہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے، اور اسلام ومسلمانوں کی جگ ہنسائی علاحدہ رہی۔

۱۱۔ تمام سیاسی جماعتوں سے اپیل کی جائے کہ وہ بیت المقدس میں موجود اسلامی مقامات کے تحفظ، فلسطینی علاقوں میں یہودی آبادکاری مہم اور قدس کو یہودیانے پر روک لگائی جائے نیز وہ مقدسات اوقاف اور تاریخی سرمایہ جس کا تعلق اسلام وعیسائیت سے ہے جس کو عرصہ سے یہودیوں نے اپنے قبضہ میں لے رکھا ہے اور اسے ہڑپنے وختم کرنے کی مذموم کوشش کررہے ہیں ان کی حفاظت کا سامان کیا جائے۔

۱۲۔ اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ مسلم امہ قبضہ قدس کو اپنے ذہن و دماغ سے فراموش نہ کردے، بلکہ وہ ہمارے ہر فرد کے اندر زندہ رہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ مسجد اقصیٰ وقدس کی محبت اپنی تہذیبی وثقافتی یادگاروں میں اس کو شامل کریں، اپنی نسلوں کی تربیتی گائیڈ کا اسے حصہ بنائیں، نیز اسے یادگار دن کے طور پر منائیں بھی اور اس تعلق سے پروگرام بھی پیش کریں، علمی، ادبی اور فنی مداد کا حصہ بنائیں۔

اپنے نصابی کتابوں میں باضابطہ ایک باب اسی کے لئے مختص کریں، اہل فلسطین کی مجاہدانہ قربانیوں، ممتاز طریقہ پر شائع کریں تاکہ ہماری آنے والی نسلوں کے لئے وہ سبق آموز ہو، ''قدس کی ثقافتی میراث'' کے عنوان سے ایک مجلس تشکیل دیں جو اس کے فروغ واہتمام اور تحفظ پر کام کرے۔

قدس کی تاریخ، وہاں کے آثار قدیمہ کی اہمیت، اور انسانیت کی تعمیر میں اس حصہ کو اپنے مدارس، اسکول، کالجز ویونیورسٹیز میں باضابطہ چیپٹر کے طور پر پڑھائیں، اس پر مقالے تحریر کرائیں، اس پر پی ایچ ڈی کی ڈگریاں دیں۔

دنیا کے تمام آثار قدیمہ کے ماہرین کو اقوام متحدہ کی نگرانی میں دعوت دی جائے کہ وہ آکر اقصیٰ اور اس کی صورت حال کا جائزہ لے، جس میں اسلامی تاریخ کے ماہرین وعلماء بھی موجود ہوں جو اس کی صحیح تعین کرسکیں، اور پھر آثار قدیمہ (آرکیالوجیکل) ڈپارٹمنٹ کے تحت وہاں کسی بھی قسم کی کھودائی واس پر تعمیر روکنے کی کوشش کرے۔

عرب ملکوں کے وہ تمام ادارے جو ثقافتی ورثاء کے تحفظ اور تطویر و ترقی کے لئے قائم کئے گئے ہیں بالخصوص ''یونیسکو'' کا مطالعہ کیا جائے کہ وہ اس جانب توجہ دے اور اقصیٰ کی تمام اسلامی میراث کے تحفظ کو یقینی بنائے۔

۱۳۔ عرب اسلامی ملکوں کے عربی و اسلامی ذرائع ابلاغ سے درخواست کی جائے اور اس پر اس کو آمادہ کیا جائے کہ وہ تمام دیکھی، سنی و لکھی جانے والی میڈیا میں قبضہ فلسطین کو اٹھائے اور انسانیت کے خلاف جاری صیہونی جرائم کو دنیا کے سامنے آشکارا کرے۔

عالم عرب کی میڈیا سے یہ بھی درخواست کی جائے کہ وہ قدس کے دماغ میں پوری پلاننگ کے ساتھ آگے آئے، عربوں کو مثبت انداز سے اس پر آمادہ کرے اور امت پر جو ذمہ داری ہے اس کو سامنے لائے۔

ذرائع ابلاغ کو اس بات کو بھی لوگوں کے سامنے اعلی پیمانہ پر لانے کے لئے کہا جائے جس طرح اسرائیلی میڈیا نے دنیا میں جھوٹا پروپیگنڈہ کررکھا ہے، جس طرح وہ بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے فلسطینیوں کا عرصہ حیات تنگ کررکھا ہے، بدستور یہودی آبادی بڑھارہا ہے، اور نہتھے فلسطینیوں کو بے گھر کررہا ہے اسے دنیا کے سامنے پیش کرے۔ (بقیہ صفحہ: ۱۴۴ پر)

اودھ بالخصوص لکھنؤ میں اسلامی شریعت وقانون کی تشریح وتطبیق اور تنفیذ کے سلسلے میں

علمائے فرنگی محل کی خدمات

(مولانا) خالد رشید فرنگی محلی
(رکن بورڈ، لکھنؤ)

فرنگی محل سے مراد ایک ایسا خانوادہ ہے جس کے علم وفضل کا اعتراف نہ صرف ہندوستانی علماء نے کیا ہے، بلکہ ہندوستان کے باہر بھی اس کے تبحر علمی کی گونج سنائی دیتی ہے۔ استاد الہند ملا نظام الدین اس خاندان کے مؤسس اول تھے، جو اصلاً قصبہ سہالی ضلع بارہ بنکی کے باشندہ تھے۔ آپ کے والد ماجد ملا قطب الدین اورنگ زیب عالم گیرؒ کے عہد کے نامور عالم دین تھے۔ اورنگ زیب آپ کا حد درجہ معتقد تھا۔ انہوں نے بارہا ملاقات کی زحمت دی لیکن ملنے سے انکار کردیا۔ کچھ شر پسندوں کی سازش سے انہیں ۱۹/رجب ۱۱۰۳ھ مطابق ۲۷/مارچ ۱۶۹۲ء کو قصبہ سہالی ضلع بارہ بنکی میں طلوع آفتاب کے وقت طلبہ کو درس دیتے ہوئے مدرسہ میں شہید کردیا گیا۔ (بانیٔ درس نظامی، ص ۲۱-۲۴)

ملا قطب الدین شہید کے چار بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ ان میں تیسرے نمبر پر ملا نظام الدین تھے۔ والد ماجد کی دلدوز شہادت کے بعد صاحب زادوں کی خواہش کے مطابق اورنگ زیب نے ان کی رہائش کا انتظام لکھنؤ میں واقع فرانسیسی تاجر کی اس کوٹھی میں جو حویلی فرنگی محل کہلاتی تھی، کردیا۔ یہ حویلی فرانسیسی تاجر کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے فرنگی محل کے نام سے موسوم تھی۔ ان صاحب زادوں نے سہالی سے ترک وطن کرکے ۱۱۰۵ھ مطابق ۱۶۹۳ء میں اسی حویلی فرنگی محل کو اپنا مسکن بنایا، جو بعد میں فرنگی محل کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس خانوادۂ فرنگی محل سے ایک سے بڑھ ایک آفتاب و ماہتاب پیدا ہوئے، جن کی ضیاء پاش کرنوں نے پورے عالم اسلام کو منور کردیا۔ اور بقول علامہ شبلیؒ:

''فرنگی محل ہندوستان کی علمی اور ثقافتی تاریخ کا سب سے روشن باب بن گیا''۔ (مقالات شبلی: جلد:۳، ص:۹۰)

جب علمائے فرنگی محل کی دینی خدمات اور شریعت اسلامی کی تشریح وتنفیذ کے میدان میں ان کے کارناموں کو شمار کیا جائے گا تو سب سے پہلے ملا نظام الدین اور آپ کی طرف منسوب ''مدرسہ نظامیہ''، اور آپ کا مرتب کیا ہوا نصاب ''درس نظامی'' کا تذکرہ ناگزیر ہوگا۔

لکھنؤ منتقل ہونے سے پہلے ملا نظام الدین نے اپنے والد کے پاس شرح جامی تک کی تعلیم حاصل کرلی تھی۔ لکھنؤ آکر آپ نے تعلیم جاری رکھی اور تقریباً ۲۲ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے اور پھر درس وتدریس کا سلسلہ شروع کردیا۔ اور درس کا ایسا طریقہ اختیار کیا کہ پانچ یا چھ سال میں طلبہ کو فارغ ہونے کا موقع ملنے لگا۔ تعلیم وتدریس کا یہ سارا کام ملا نظام الدین کے گھر، یا گھر سے متصل مسجد میں انجام پاتا تھا۔ ملا نظام الدین نے اس درس گاہ میں پچاس سال درس وتدریس کی خدمت انجام دی۔ اور کثیر تعداد میں طلبہ نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ اس درس گاہ کا اس قدر شہرہ ہوا کہ علامہ شبلی نعمانیؒ نے اسے ہندوستان کا کیمبرج یونی ورسٹی قرار دیا۔ (مقالات شبلی جلد:۳، ص:۹۲)

درس وتدریس کے ساتھ ملا نظام الدین نے نصاب تعلیم بھی رائج کیا، اس نصاب کا مقصد طالب علم میں ایسا ملکہ پیدا کرنا تھا کہ اسے پڑھ کر پھر وہ کچھ بھی سمجھ لے یا پڑھ وپڑھا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نصاب میں مخصوص کتابیں داخل نہ تھیں بلکہ یہ خاص طریقۂ درس تھا۔ اس درس کی نسبت

ملا نظام الدین کے نام پر ''درس نظامی'' چل پڑی۔ یہ درس اگر چہ ملا نظام الدین کی طرف منسوب ہے، مگر حقیقت میں اس کی تاریخ ایک پشت اوپر سے شروع ہوتی ہے۔ یعنی ملا نظام الدین کے والد سے جن کا نام ملا قطب الدین شہید تھا۔ (اودھ میں افتاء کے مراکز، ص:۱۸۱)

ملا قطب الدین کے زمانے میں اس طریقۂ درس میں ہر فن کی ایک کتاب، جو اپنے موضوع میں سب سے بہتر ہوا کرتی تھی، داخل درس تھی۔ ملا نظام الدین نے اپنے دور میں ہر فن کی دو کتابیں اور بعض ذہین طلبہ کو صرف ایک ایک کتاب ہی پڑھاتے تھے۔ اور بحر العلوم ملا عبدالعلی بعض طلبہ کو ایک ایک، بعض کو دو دو اور بعض کو تین تین کتابیں استعداد کے مطابق پڑھایا کرتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی متعین نصاب نہیں ہوتا تھا بلکہ استاد طلبہ کے مناسب حال کتابوں کا انتخاب کرتا اور اسی کو پڑھاتا تھا۔

درس نظامیہ کے اندر علوم دینیہ کا نصاب کچھ اس طور پر تھا کہ بغیر کسی دقت کے غیر سنی طلبہ بھی اس درس گاہ سے پورا پورا استفادہ کر سکتے تھے۔ چناں چہ قیام مدرسہ کے وقت سے اس وقت تک جب تک یہ درس گاہ جاری رہی، شیعہ بلکہ غیر مسلم بھی اس سے استفادہ کرتے رہے۔ (بانی درس نظامی ص: ٦٦٥، بحوالہ اودھ میں افتاء کے مراکز)

فرنگی محل کی درس گاہ میں یہی نصاب درس حذف واضافہ کے ساتھ برابر جاری رہا اور بہت سے فرنگی محل کے اندر اور باہر کے لوگ اسے پڑھ کر ارباب فضل وکمال بنے۔

ملا نظام الدین نے جس شمع کو روشن کیا تھا اس کی روشنی نے آئندہ نسل میں پورے ہندوستان کو جگمگا دیا۔ اس نسل کے علماء میں ملا عبدالعلی بحر العلوم (م ۱۲؍رجب ۱۲۲۵ھ مطابق ۱۳؍اگست ۱۸۱۰ء) ملا حسنؒ اور ملا مبینؒ اپنے دور کے نابغۂ روزگار تھے۔ جن کا اسلامی دنیا میں جواب نہ تھا۔ ملا بحر العلوم اور ملا حسن کا خصوصی رجحان معقولات کی طرف تھا۔ ملا حسن بن قاضی غلام مصطفیٰ اپنے والد کے نامور چچا استاد الہند ملا نظام الدین کے شاگرد تھے اور معقولات میں بوسینائے عصر سمجھے جاتے تھے۔ ایک عرصہ تک فرنگی محل میں درس وتدریس اور تالیفات کا سلسلہ جاری رکھا۔ بعض نامساعد حالات کے پیش نظر لکھنؤ چھوڑ کر شاہ جہاں پور پھر دارانگر اور وہاں سے رام پور کے مدرسے میں چلے گئے۔ رام پور ہی میں وفات پائی۔ (نیا دور اودھ نمبر بحوالہ اودھ میں افتاء کے مراکز، ص:۱۸۴)

فرنگی محل کے چند نامور علماء:

فرنگی محل کے علماء میں جو بلند پایہ شخصیات گزریں اور جنہوں نے اپنے علم وفضل سے پورے عالم کو مستفید کیا، ان میں ایک نمایاں نام ملا مبین احمد فرنگی محلیؒ کا ہے۔ آپ کی پیدائش اور پرورش لکھنؤ میں ہوئی۔ آپ علوم عقلیہ ونقلیہ کے عالم، رموز خفی وجلی سے واقف اور جودت ذہن وذکاء و طلاقت میں مشہور تھے۔ فراغت کے بعد درس وتالیف کا سلسلہ شروع ہوا۔ حلقہ درس استاد کے سامنے مشہور ہو گیا۔ آپ کے حلقۂ درس میں تلامذہ کی کثرت حد سے زائد ہو گئی۔ آپ کا وعظ نہایت شیریں اور مؤثر ہوا کرتا تھا۔ مزاج میں نخوت وتکبر نام کو نہ تھا۔ معاصرین علمائے کرام کی عزت وتکریم فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا شمار فرنگی محل کے ان مفتیان کرام میں ہوتا ہے جنہیں حکومت اودھ میں ''مفتیٔ عدالت'' رہنے کا شرف حاصل رہا ہے۔ (بانی درس نظامی ص:۱۸٦)

آپ کی تصانیف میں شرح سلم، شرح مسلم الثبوت، (اصول فقہ) حاشیہ میر زاہد رسالہ، حاشیہ میر زاہد ملا جلال، حاشیہ میر زاہد شرح مواقف، حاشیہ بر شرح ہدایۃ الحکمت، وسیلۃ النجاۃ، ترجمہ حکایات الصالحین، شرح اسماء حسنیٰ، شرح تبصرہ، زبدۃ الفوائد اور کنزل الحسنات فی ایتاء الزکوٰۃ قابل ذکر ہیں۔

آپ کی وفات ۲۲؍ربیع الثانی ۱۲۲۵ھ مطابق ۱۸۱۰ء کو لکھنؤ میں ہوئی۔

ملا عبدالعلی بحر العلوم لکھنوی:

آپ کی پیدائش ۱۱۴۲ھ مطابق ۱۷۲۹ء میں ہوئی۔ جملہ درسی کتابیں اور علوم مروجہ اپنے والد ماجد ملا نظام الدین سے پڑھ کر اٹھارہ سال میں فارغ ہوئے۔ اس کے بعد آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ انتقال

کے بعد کتب معقول ومنقول کے مطالعہ میں مشغول ہوگئے۔اور اپنے والد کے خاص شاگرد ملا کمال الدین کی خدمت میں غوامض حل فرماتے۔

کچھ وجوہات کی بناء پر آپ شاہ جہاں پور چلے گئے اور وہاں سے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا۔پھر وہاں سے رام پور منتقل ہوگئے۔آپ کے حلقۂ درس میں علم کے پروانوں کا بے پناہ ہجوم ہوتا تھا۔آپ کی علمی شہرت سن کر نواب والا جاہ محمد علی (رئیس کرناٹک) نے اپنے یہاں بلوالیا۔اور آپ کا شاہانہ استقبال کیا۔نواب موصوف کی سرکار سے آپ کو بحر العلوم کا خطاب ملا۔آپ کے فتاویٰ کو بہت زیادہ اہمیت وشہرت حاصل ہوئی۔لوگ استفتوں پر اسی طرح آپ سے جوابات لکھواتے جس طرح ملا نظام الدین سے لکھوایا کرتے تھے۔(بانیٔ درس نظامی ص:۱۱۷-۱۱۸)

آپ کی تصانیف میں ارکان اربعہ(اصول فقہ)، حاشیہ بر حاشیہ زاہدیہ بر شرح تہذیب جلالیہ، حواشی ثلاثہ بر حاشیہ زاہدیہ، شرح سلم مع حاشیہ منھیہ، عجالہ نافعہ مع منہیہ، فواتح الرحموت، تکملہ بر شرح ملا نظام الدین بر تحریر ابن ہمام، تنویر الابصار شرح فارسی منار، حاشیہ بر شرح صدر شیرازی، شرح مثنوی مولانا روم، شرح فقہ اکبر، ہدایۃ الصرف، رسالہ در احوال قیامت اور رسالہ توحید۔

آپ کی وفات ۸۳ برس کی عمر میں ۱۲/رجب ۱۲۲۵ھ مطابق ۱۸۱۰ء کو مدراس میں ہوئی۔

علامہ عبدالحی فرنگی محلی:

خانوادۂ فرنگی محل کے گل سرسبد، فخر المتأخرین علامہ ابوالحسنات محمد عبدالحی فرنگی محلی کی ولادت ۲۷/ذی قعدہ ۱۲۶۴ھ کو اتر پردیش کے شہر باندہ میں ہوئی۔ جہاں ان کے والد مولانا عبدالحلیم صاحب نواب ذوالفقار علی کے مدرسے میں مدرس تھے۔مولانا کی تربیت جس گھرانے میں ہوئی اس میں صلاح وتقویٰ، علم وعمل کی روشنی تھی۔

پانچ سال کی عمر میں حفظ قرآن شروع کیا۔گیارہ سال کی عمر سے باقاعدہ علم حاصل کرنا شروع کیا اور ۱۷ سال کی عمر میں فراغت حاصل کی۔آپ کو تمام فنون مروجہ میں ید طولیٰ حاصل تھا۔بالخصوص حدیث وفقہ میں آپ درجۂ امامت کو پہنچے ہوئے تھے۔(مجموعۃ الفتاویٰ، ص:۲۱)

مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کے والد مورخ ہند حضرت مولانا عبدالحی حسنی اپنی مشہور کتاب ''الاعلام بمن فی الہند من الاعلام'' میں رقم طراز ہیں:

مولانا عبدالحی فرنگی محلی بلا کے ذہین تھے۔ پاکباز، نرم دل اور زبردست خطیب تھے۔علوم عقلیہ ونقلیہ میں تبحر علمی حاصل تھا۔فقہ کے پیچیدہ اور مشکل مسائل سے بخوبی واقف تھے۔تبحر علمی کے ساتھ ساتھ احکام کے نقل کرنے میں بھی مہارت تامہ تھی۔ آپ نے بکثرت مسائل تحریر فرمائے۔فن فتویٰ میں آپ کی نظیر پورے ہندوستان میں نہیں تھی۔ ہر مکتب فکر کے علماء آپ کی علمی جلالت کے معترف تھے۔آپ عجائب الزمن اور محاسن ہند تھے۔آپ کی تعریف ہر شخص کرتا تھا۔اور آپ کے فضل وکمال کا ہر شخص معترف تھا۔(مجموعۃ الفتاویٰ، ص ۲۸)

علامہ نذیر حسین محدث دہلویؒ نے ایک بڑے مجمع میں مولانا عبدالحی لکھنوی کو مخاطب کرکے فرمایا: آپ اس دور میں بے نظیر ہیں اور اس زمانہ میں یکتائے روزگار ہیں۔اس صدی میں آپ نے وہ کام کیے ہیں جو کسی اور سے نہ ہو سکے۔(حوالہ بالا)

علامہ سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں: فرنگی محل میں علم حدیث کی معراج کمال مولانا عبدالحی کے عہد میں ہوئی۔مولانا مرحوم نے گو عمر کم پائی، مگر اسی مختصر زمانے میں مرحوم کے درس وتدریس، تالیف وتصنیف اور تحقیق وتدقیق کی آواز سے نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام دنیائے اسلام گونج اٹھی۔ اطراف ودیار سے علم کے طالب آپ کے آستانے پر جمع ہوئے۔معقول ومنقول کا یہ مجمع البحرین زندگی کے آخری لمحوں تک موجیں مارتا رہا۔دوسرے علوم وفنون کے ساتھ تمام کتب حدیث کا درس بہ کمال تحقیق آپ کی درس گاہ میں ہوتا تھا۔(حوالہ بالا)

فتویٰ نویسی اور طریقہ کار:

ہندوستان میں فتویٰ نویسی کے اندر آپ کی شان منفرد تھی۔لوگ ہر جانب سے آپ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ اصول وفروع میں

مذہب حنفی کے پیرو کار تھے لیکن جمود نہیں تھا۔ جب کسی مسئلے میں کوئی نص مل جاتی جو مذہب کے خلاف ہوتی تو آپ مسلکی روایت کو ترک کر کے نص کے مطابق فیصلہ صادر کیا کرتے تھے۔ آپ کسی مسئلے پر اس وقت تک اعتماد نہیں کیا کرتے تھے جب تک کہ اس کی اصل کسی آیت یا حدیث سے نہ مل جاتی۔ مختلف فیہ مسائل میں درمیانی چال اختیار کرتے۔ تقلید خالص کو پسند نہیں فرماتے، لیکن اس کے ساتھ فقہاء پر لعن وطعن اور بالکلیہ ان کا ترک بھی ناپسند کرتے۔ (اودھ میں افتاء کے مراکز، ص:۲۰۱)

آپ کی تصانیف سو سے زائد ہیں۔ جن میں چھوٹے چھوٹے رسائل بھی ہیں۔ صرف فقہ کے موضوع پر چالیس تصنیفات ہیں۔ جن میں سب سے اہم تصنیف ''السعایہ فی کشف مافی شرح الوقایہ'' ہے۔ یہ کتاب اگر چہ نامکمل ہے لیکن اپنے موضوع کا حق ادا کرنے والی ہے۔ افسوس کہ مصنف کی عمر نے وفا نہیں کی اور ابھی وہ باب الاذان ہی تک پہنچے تھے کہ اجل موعود آ گیا۔ اگر یہ کتاب مکمل ہو جاتی تو ''البنایہ'' اور ''البحر الرائق'' کے ہم پلہ شمار کی جاتی۔

دارالافتاء فرنگی محل کی خدمات:

علمائے فرنگی محل جب سے لکھنؤ میں آباد ہوئے، فتویٰ اور شرعی رہ نمائی کا مرکز بنے رہے۔ ملک بھر سے ان کی خدمت میں استفتے آتے اور ان کے جوابات عموماً سرکردہ علماء فرنگی محل کے دستخط سے جاری ہوتے۔ فرنگی محل تقریباً پونے تین سو سال سے ملک اور بیرون ملک میں فتویٰ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اس کا سلسلہ فرنگی محل کے اولین عالم اور استاذ الکل ملا نظام الدین سے شروع ہوا تھا اور آج بھی بحمد اللہ جاری وساری ہے۔

ملا نظام الدین کی موجودگی میں آپ کے بھائی کے پوتے ملا محمد یعقوب سرکاری طور پر شہر کے مفتی قرار پا چکے تھے لیکن غیر سرکاری طور پر ملا نظام الدین کے فتوؤں کو اہمیت حاصل تھی۔ ملا نظام الدین کے بعد ان کے صاحب زادے ملا عبد العلی بحر العلوم کے دستخطی فتوؤں کو قبول عام حاصل رہا۔ ملا بحر العلوم کے ترک وطن کے بعد ملا حسن فرنگی محلی لوگوں کا مرجع بنے رہے اور ان کے فتوؤں کو معتبر جانا جاتا رہا۔

مفتی محمد یعقوب فرنگی محلی جو فرنگی محل کے پہلے سرکاری مفتیٔ شہر بھی تھے۔ یہ راجہ نول کی عدالت میں راجہ کو معاملات میں شرعی فیصلہ بتایا کرتے تھے۔ جب راجہ نول رائے کے بعد ۱۱۶۳ھ میں نظام عدالت درہم برہم ہو گیا تو نتیجۃً محمد یعقوب خانہ نشین ہو گئے اور نجی طور پر فتوے دیتے رہے۔ ان کے بعد ان کے چھوٹے صاحب زادے مفتی ابوالرحم فتویٰ کا کام کرتے رہے۔ علمائے فرنگی محل میں مفتی محمد یعقوب کی شاخ کے علماء نے درس وتدریس کے ساتھ ساتھ خاص طور سے فتویٰ نویسی کی خدمت بھی انجام دی۔ مفتی محمد یعقوب کے بیٹے مفتی محمد ابوالرحم کے بعد مفتی محمد اصغر ان کے بعد مفتی محمد یوسف بن محمد اصغر اور مولانا امین اللہ پھر ان کے بیٹے مولانا عبد الحلیم بن مولانا امین اللہ پھر مولانا عبد الحی فرنگی محلی فتویٰ دیتے رہے۔ (اودھ میں افتاء کے مراکز، ص:۱۸۵)

فرنگی محل کے فتوؤں کی ایک اہم خصوصیت :

فرنگی محل کے فتوؤں کو ہمیشہ سے ایک اہم خصوصیت یہ حاصل رہی کہ ان کو سرکاری عدالتوں میں بھی معتبر اور مستند سمجھا جاتا رہا۔ اس طرح شریعت کی تشریح کے ساتھ ساتھ اس کی تنفیذ وتطبیق کی خدمت بھی یہاں سے انجام پاتی رہی۔ علمائے فرنگی محل میں کئی ایسے علماء بھی گزرے جو حکومت اودھ میں مفتیٔ عدالت کے منصب پر فائز رہے۔ اور ان کے فتوؤں کو سرکاری سطح سے نافذ کیا جاتا تھا۔ ان میں خاص طور سے مفتی محمد یعقوب، مفتی محمد اصغر، مفتی ظہور اللہ، مفتی محمد یوسف، مفتی نعمت اللہ اور ملا مبین قابل ذکر ہیں۔

فرنگی محل کے فتوؤں کو جو اہمیت ماضی میں سرکاری عدالتوں میں حاصل تھی الحمد للہ آج بھی وہی اہمیت برقرار ہے۔ مسلم پرسنل لا سے متعلق مسائل میں جج صاحبان متعلق فریق کو باضابطہ یہ ہدایت دیتے ہیں کہ وہ اس سلسلے میں ''فرنگی محل'' کے فتویٰ سے ہمیں مطلع کریں تا کہ اس کی روشنی میں فیصلہ صادر کیا جا سکے۔ شریعت کی تشریح کے ساتھ اس کی تنفیذ کا ''فیض'' آج بھی اس چشمۂ حیواں سے جاری ہے جس طرح ماضی میں جاری تھا۔ دارالافتاء فرنگی محل میں ملک اور بیرون ملک سے متلاشیان حق کے سوالات آتے ہیں جن کے جوابات کتاب وسنت کی روشنی میں دیے جاتے ہیں۔

فی الوقت یہ دارالافتاء خاندان فرنگی محل کے بزرگ ترین فرد والد ماجد حضرت مولانا مفتی ابوالطیب احمد میاں صدر مفتی دارالافتاء فرنگی محل کی نگرانی اور اسلامی سنٹر آف انڈیا فرنگی محل کے زیر اہتمام کام کر رہا ہے۔ جس میں مستند علمائے کرام کی ایک کمیٹی افتاء کی خدمات انجام دے رہی ہے۔ اس سلسلے میں جدید ذرائع ابلاغ بالخصوص انٹرنیٹ کا بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اور ای میل کے ذریعہ فتویٰ آن لائن کی سہولت بھی دستیاب ہے۔ رمضان المبارک میں مسلمانوں کی شرعی رہنمائی کے لیے ''رمضان ہیلپ لائن'' سرگرم عمل ہے۔ جہاں سے ملک اور بیرون ملک میں موجود لوگوں کی دینی رہنمائی بذریعہ فون کی جاتی ہے۔

دارالقضاء فرنگی محل:

فرنگی محل کا تقریباً تین سو سالہ یہ قدیم ادارہ ہے اور جب سے آج تک اپنی خدمات انجام دے رہا ہے۔ اس نے تنفیذ شریعت کے میدان میں جو کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں اس کو بیان کرنے کے لیے ایک مکمل کتاب درکار ہے۔ یہاں عام طور سے نکاح، طلاق، خلع، فسخ نکاح، وراثت، وصیت اور وقف سے متعلق مسائل حل کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر تنازعات میں بھی لوگ اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور الحمدللہ یہاں کے فیصلے کو پورے شرح صدر کے ساتھ قبول کرتے ہیں اور عملی زندگی میں اس کو نافذ کرتے ہیں۔ اب تک ہزاروں معاملات کا تصفیہ یہاں سے کیا جا چکا ہے۔ تقریباً ایک سال پہلے اس کا دائرہ وسیع کرنے کے لیے اس کا الحاق آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ سے کر دیا گیا ہے۔ فی الوقت یہ ادارہ صدر قاضی حضرت مولانا مفتی ابوالطیب احمد میاں فرنگی محلی کی سرپرستی میں سرگرم عمل ہے۔ جہاں تربیت یافتہ علماء کی نگرانی میں تمام امور قضاء انجام پاتے ہیں۔ بحمداللہ اس کی طرف لوگوں کا رجوع روز افزوں بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا کرم و احسان اور فرنگی محل کے اسلاف کی قربانیوں کا فیض ہے۔ اللہ ہمیں ان اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اجلاس عام لکھنؤ کے سلسلہ میں اضلاع کے دورے

مجلس استقبالیہ اجلاس بورڈ لکھنؤ

آل انڈیا مسلم پرسنل بورڈ کے اکیسویں اجلاس عام کے تعارف کے لیے جنوری ۲۰۱۰ء کے اواخر سے اب تک الحمدللہ اتر پردیش کے متعدد اضلاع اور قصبات کے دورے ہو چکے ہیں۔ جن میں فتح پور، بلہر، زید پور، رام نگر، صورت گنج، سونڈھیا مئو، بہرائچ، قیصر گنج، جرول، رائے بریلی، پرتاپ گڑھ، سلطان پور، اسلام گنج، حیدر گڑھ، جگدیش پور، دوست پور، سیتاپور، پینتے پور، محمود آباد، خیر آباد، لہر پور، تمبور، بسواں، فیض آباد، جگن پور، حلیم نگر، بھلسر، ردولی، کان پور، الہ آباد، بارہ بنکی، سہالی، مسولی، رسولی، اناؤ، گونڈہ، بستی، گورکھپور، کسیا، کشی نگر، دیوریا، سدھولی، اورنگ آباد، امیٹھی اور دھوراہا شامل ہیں۔

ان دوروں میں مسلم پرسنل لا بورڈ کے قیام کے مقاصد، تحفظ شریعت، تفہیم شریعت، بابری مسجد، اصلاح معاشرہ اور دیگر اہم امور پر مفصل خطابات اور تقاریر ہوئیں۔ ۲۱/مارچ ۲۰۱۰ء کے جلسہ عام میں ان کو دعوت دی گئی۔ ان تمام مقامات پر مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد جمع ہوئی اور وہاں کے سرکردہ افراد نے جلسہ عام میں بڑی تعداد میں شرکت کی یقین دہانی کرائی۔

اس وفد میں جنرل سکریٹری استقبالیہ مولانا خالد رشید فرنگی محلی صاحب کے ہمراہ مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی صاحب نائب ناظم مدرسہ ضیاء العلوم، میدان پور، رائے بریلی، مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی استاد مدرسہ ضیاء العلوم، رائے بریلی، مولانا محمد مشتاق ندوی صدر آل انڈیا سنی بورڈ، مولانا محمد قریش ندوی مہتمم جامعہ ام حبیبہ، لکھنؤ، مولانا عبدالوکیل ندوی شعبہ دعوت و ارشاد ندوۃ العلماء، لکھنؤ، مولانا آفتاب عالم خیر آبادی ندوی مبلغ شعبہ دعوت و ارشاد ندوۃ العلماء، لکھنؤ، حاجی شیراز الدین صدر مولانا علی میاں ندوی فاؤنڈیشن، نیز اسلامک سنٹر آف انڈیا فرنگی محل کے سید ایاز احمد، سید سیف وارثی ایڈوکیٹ اور محمد فاروق خاں شامل تھے۔

بقیہ: **مسجد اقصیٰ، فلسطین، جدوجہد اور ذمہ داریاں**

پوری دنیا میں مسجد اقصیٰ کے تعلق سے پروگراموں اور مظاہروں کا مغربی ملکوں میں خاص طور سے اہتمام کیا جائے، تاکہ حقائق دنیا کے سامنے آسکے۔

۱۴۔ مسجد اقصیٰ کے لئے فلسطین کے نوجوانوں کی خدمات کو یادگار کے طور پر سراہا جائے، اس تعلق سے تمام فقہ اکیڈمیوں سے فتاویٰ اور قرارات منظور کئے جائیں، تاکہ مسلم نوجوانوں کو جدوجہد کے لئے حوصلہ مل سکے، اور ان قرارات میں مسجد اقصیٰ کی بازیابی و فلسطینی بھائیوں کی مدد کے لئے گھر کے ہر فرد کی طرف سے ایک ایک ڈالر کا عطیہ دینے کی بات کہی جائے، اس کے لئے علاقائی پیمانے پر کمیٹیاں تشکیل دی جائیں اور ان جمع شدہ رقوم سے ان کی امداد کی جائے۔

۱۵۔ مغربی ممالک کی تمام عیسائی تنظیموں سے بھی اپیل کی جائے کہ وہ فلسطین میں آباد مسلم و عیسائی بھائیوں کی مدد کے لئے آگے آئیں اور ارض مقدس پر یہودیوں کے ناجائز محلے وغیر قانونی آبادکاری کے خلاف آواز بلند کریں۔

۱۶۔ ساتھ ہی ہم اپنے ملک کی موجودہ حکومت سے بھی اپیل کرتے ہیں کہ فلسطینی بھائیوں کے تعلق سے جو ہمارا ہمدردانہ تعلق ماضی میں رہا ہے اور ہمارے برادران وطن میں سے جو سنجیدہ لوگ فلسطینیوں پر ہونے والے مظالم کو دیکھ رہے ہیں اس کے خلاف اخلاقی و انسانی بنیادوں پر انصاف کی آواز بلند کریں اور مظلوموں کا ساتھ دیں، انصاف یہ ہے کہ ہماری سرکار اپنے پرانے موقف پر قائم رہے اور مظلوم فلسطینیوں کے حق کی حمایت کرے، اس سے ہمارے ملک کو مستقبل میں زیادہ نفع ہوگا اور دنیا میں انصاف کی بالادستی میں ہمارے ملک کا بھی حصہ رہے گا۔

اگر ہم نے اس طرح اپنی پوری افرادی، فکری، نظریاتی اور مسجد اقصیٰ و فلسطین سے متعلق ہونے والی عملی جدوجہد کو متحد و منظم کرلیا تو انشاء اللہ اس انبیائی میراث حضرت ابراہیمؑ کی یادگار اور اسلامی و مذہبی سرزمین قدس اور مسجد اقصیٰ کو انشاء اللہ ضرور یہودی اور صیہونی دہشت گردی اور ظلم سے بچالیں گے۔ ألا إن حزب الله هم الغالبون۔

❁ ❁ ❁ ❁

بقیہ: **اداریہ**

اور اس کے لئے فضا بنائیں اور زمین ہموار کریں، محض وعظ ونصیحت اور خالی گفتگو سے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا اور صرف تمناؤں اور نیک خواہشات کے اظہار سے بھی کوئی نتیجہ برآمد ہونے کی توقع نہیں ہے۔ یہ دنیا دار العمل ہے اس لئے جب تک خود مسلم معاشرہ اسلام کو اپنی زندگی میں نافذ نہیں کرے گا اس وقت تک کوئی واضح ثمرہ سامنے نہیں آسکے گا۔

بورڈ کی داخلی ہیئت ترکیبی (Inner core) کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مسلم نوجوان علماء اور مسلم وکلاء و مسلم ماہرین قانون کا نیا کیڈر تیار کرے جو مخالف اور تیز ہواؤں کے باوجود کشتی کو کامیابی کے ساتھ ساحل مراد تک پہنچا سکے اور تحفظ شریعت کے ساتھ ایک صالح مسلم معاشرہ کی تشکیل کا کام ہو سکے۔

۳۷ رسال پہلے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا وجود عمل میں آیا اس کے بیس عمومی اجلاس پہلے ہو چکے ہیں انشاء اللہ ۱۹ رمارچ تا ۲۱ رمارچ ۲۰۱۰ء بورڈ کا اکیسواں اجلاس عام لکھنؤ میں منعقد ہو رہا ہے جس میں مسلم پرسنل لا سے متعلق مسائل پر گفتگو ہوگی اور پیش آمدہ مسائل میں اہم فیصلے عوام کے سامنے آئیں گے، جن پر عمل کرکے ہم اپنے ملی وجود کو اس جمہوری ملک میں زیادہ ممتاز اور مؤثر بنا سکتے ہیں۔

❁ ❁ ❁ ❁